نورالحبیب ۲۰۰

جلد 15

شانِ نبوت و رسالت

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کر یوں بسر کہ عاشقِ طیبہ کہوں تجھے
اور کیفیتِ عشق میں اپنا کہوں تجھے

اے حرفِ نعت! پیشِ نبیؐ سخا سرشت
پھیلا ہوا سا دستِ تمنا کہوں تجھے

اے ربِّ کائنات! یہ تجھ پر دلیل ہے
آقا کی رفعتوں کا شناسا کہوں تجھے

اے دوست! میں بلائیں نہ لوں کس طرح تری
جب میں نبیؐ پاک کا شیدا کہوں تجھے

اے ہم نفس! درودِ نبیؐ میں جو ہو مگن
نورِ پیمبری کا تجلّی کہوں تجھے

اے مرگ! تو جو طیبہ میں مجھ سے گلے ملے
تیری قسم ہے، دائما "جینا" کہوں تجھے

تو ہے علو نصیب، مرے توسنِ خیال
مدحت گرِ دیارِ مدینہ کہوں تجھے

جب ہیں شریکِ حال پیمبرؐ کی شفقتیں
اے درد و رنج و غم! نہ کیوں عنقا کہوں تجھے

اس درجہ تو حسین، دلآویز اس قدر!
عشقِ رسولؐ! حسن سراپا کہوں تجھے

خاطر میں تو کسی کو جو لاتا نہیں ذرا
اے دل! نہ کیوں حضورؐ کا بندہ کہوں تجھے

سرکارؐ کا مقام تو ہے ماورائے عرش
روح الامیں! فقط "فلک پیما" کہوں تجھے

گر تو رسا حقیقتِ سرکارؐ تک نہ ہو
عقلِ فسوں طراز! میں پردہ کہوں تجھے

دیکھے جو سر زمینِ مدینہ کو تو فقط
غضِّ بصر میں چشمِ تماشا کہوں تجھے

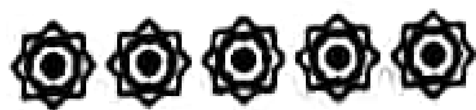
طیبہ کو جا رہا ہے، عقیدت نہیں ہے ساتھ
زائر نہیں، میں سائرِ طیبہ کہوں تجھے

بے شک تو گھر خدا کا تھا، حرمت نشان تھا
لیکن نبیؐ کے حکم سے قبلہ کہوں تجھے

آوازۂ مدیحِ نبیؐ میں جو ساتھ دے
محمودؔ پھر تو اپنا شناسا کہوں تجھے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شاعرِ نعت راجا رشید محمود



INPAGE\JAMAL.INP

اردو نعت گوئی کے امام
امام احمد رضا بریلوی

ڈاکٹر نجیب جمال
استاذ شعبہ اردو' جامعہ ازہر

نعت گوئی کا فن بیک وقت آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ آسان اس لئے کہ نعت گوئی کا باب ہر ایک کے لئے کھلا ہے' جو چاہے چاہت کے پھول عقیدت کے آنسوؤں میں گوندھ کر اشعار کی مالا میں پرو سکتا ہے اور دربار رسالت ﷺ میں نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کر سکتا ہے۔ ناممکن ہے کہ سرکار رسالت ﷺ کا بحر موجزن جوش میں نہ آئے اور جھولی میں دو چار گوہر آب دار نہ آگریں اور مشکل اس لئے کہ نعت گوئی کا جادہ بہت دشوار' کٹھن اور پرخار ہے' اس میں قدم قدم پر سخت مقام آتے ہیں' ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا اور تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ سیرت خیر الانام ﷺ کے ایک ایک نقش کو ابھارنا' ایسا ہے جیسے چاول کے دانے پر **قل هو الله** لکھنا' تخیلی صداقتوں کو بروئے کار لا کر گلدستہ نعت کو اس طرح آراستہ کرنا کہ ہر پھول کا رنگ اور خوشبو جدا جدا اور گل چیں کا ہاتھ آتش گل سے نہ جلے' یقیناً آسان نہیں۔ کیوں کہ شاعری صرف مرصع لفظوں' مسجع ترکیبوں اور مترنم ردیفوں کا گورکھ دھندا نہیں بلکہ تخیل کی پرواز' جذبے کی سچائی اور احساس کی گہرائی سے عبارت ہے اور ان چیزوں کی جتنی ضرورت نعت میں ہے کسی اور صنف شاعری میں نہیں۔ نعت شاعر سے

تخیل کی صداقت' جذبے کی پاکیزگی' احساس کی شدت اور بیان کی تاثیر کے ساتھ دل گداختہ کا بھی تقاضا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ محبت' چاہت' عقیدت' از خودوار فتگی اور والہانہ کیف و مستی کا دفور شاعر پر طاری ہو' اس کی انگلیاں خون دل میں ڈوب چکی ہوں اور آنحضرت ﷺ سے محبت کا یہ عالم ہو کہ دوری کا دور دور گماں نہ ہو' تب کہیں جا کر غیب سے مضامین خیال میں آتے ہیں اور صریر خامہ نوائے سروش بنتا ہے' یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کی تاریخ میں چند نعتیں ہی ایسی لکھی جاسکی ہیں جن میں شاعر کی محبت' لگن اور عشق نے ایسا ارتعاش پیدا کیا جس کی جنبشوں کو ہر لحظہ محسوس کیا جاسکتا ہے فوری طور پر ذہن میں تازہ رہنے والی نعتوں میں سے کچھ یہ ہیں۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
(حالیؔ)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
(اقبالؔ)

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
(ظفر علی خاںؔ)

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے

(مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ)

آخر میں درج کی گئیں تمام نعتیں مولانا احمد رضا خان بریلوی نوراللہ مرقدہ کی ہیں، جن کے فضل و کمال، علم و ہنر اور حلقہ اثر سے انکار ممکن نہیں، انہوں نے ہی نعت گوئی کو شاعری کی دوسری اصناف سے زیادہ معزز اور ایک مؤثر تحریک بنا دیا----(۱)

ان کی نعتوں اور خاص کر نعتیہ قصائد اور نعتیہ سلام (مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام) کی گونج برصغیر میں منعقد ہونے والی مذہبی محفلوں میں، میلاد شریف کی تقریبات میں، مساجد میں، سماجی اجتماعات میں، یہاں تک کہ ہر گلی کوچے میں سنی جا سکتی ہے اردو نعت گوئی میں یہ قبول عام اور فضیلت صرف مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہی حصہ ہے ان کی نعتوں کا ایک ایک لفظ، ایک ایک مصرع اور ایک ایک شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا

ہے-----

لفظ گنجینہ معنی کا طلسم، مصرعے کیف و مستی میں ڈوبے ہوئے اور اشعار سرشاری و وجد آفرینی کا منبع----- یہ ہے شاہ احمد رضا خاں کی نعت، جس میں کیفیات روحانی اور مقامات وجدانی کے طرفہ امکانات دکھائی دیتے ہیں اور انہیں ایک منفرد نعت گو بناتے ہیں-----

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا یہ کہنا بالکل درست معلوم ہوتا ہے:

بر صغیر پاک و ہند کے علمائے دین میں بڑے بڑے صاحب علم و دانش اور علوم دینی و دنیوی کے فاضل گزرے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ایک معتبر و متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صف اول کا شاعر بھی ہو یا، جس نے نعت گوئی میں کوئی ممتاز مقام پیدا کیا ہو-----(۲)

اردو نعت گوئی کی تاریخ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نام اس لئے بھی ناقابل فراموش حیثیت کا حامل ہے کہ انہوں نے نعت گوئی کو غزل گوئی کا ہم پلہ بنا دیا، ان کا نعتیہ اسلوب اعلی درجے کے حسن تغزل سے ہم آہنگ ہے اب جہاں اردو شاعری کے قاری کو میر، سودا، درد، مصحفی، آتش، غالب، ذوق، داغ، اقبال، یگانہ، فانی، فراق، اور ندیم کی غزلیں ازبر ہیں، وہاں اسے احمد رضا خاں کی نعتوں کے اشعار بھی حفظ ہیں، ان کی نعتیں بر صغیر پاک و ہند میں گھر گھر برپا ہونے والی میلاد کی محفلوں کے علاوہ درسگاہوں سے لے کر تمام چھوٹے بڑے سرکاری و غیر سرکاری اداروں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کا لازمہ ہیں، یوں نعت کو بر صغیر کی سیاسی و سماجی اور معاشرتی و تمدنی زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع میسر آیا اور اسے عوامی سطح پر زبردست قبول عام حاصل ہوا، خاص کر بر صغیر کے مسلم طبقے کی اجتماعی یا انفرادی زندگی میں جب بھی اضطراب پیدا ہوا تو نعت ہی مشکل گھڑی کا سہارا اور دل جوئی کا سامان بنی اور اس کے کچھ ایسے اشعار اجتماعی لاشعور کی پکار بن کر لبوں پر نازل ہو گئے جیسے حالی کی نعت کا یہ شعر ؎

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

یا پھر مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے یہ اشعار ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

غم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ تیرے نثار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی
ڈوبا ڈوبا اتار آقا

البحر علا و الموج طغی من بے کس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

مولانا احمد رضا خاں کی نعت کی ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ یہ اجتماعی اور انفرادی طور پر آقائے نامدار کے وسیلے سے رب ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں سوال کرنے اور مانگنے کا قرینہ سکھلاتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ عشق "فتنہ گرو سرکش و چالاک" کیسے بنتا ہے؟ اور نالہ بے باک آسمان کو کیسے چیرتا ہے؟ عشق رسول کوئی انصاف کا پتھر نہیں کہ "ہاتھ میں تیشہ زر ہو تو یہ ہاتھ آتا ہے" (۳) اس کے لئے بتان وہم و گماں کو چھوڑ کر ہمہ وقت حسن محبوب حق میں لاپتہ ہونا اور بحر عشق کی تہ میں اترنا پڑتا ہے' تب کہیں جاکر گوہر آبدار اور معنی نایاب ہاتھ آتے ہیں-----

عشق رسول تو ایک جذباتی کیفیت ہے 'احساس کا بہتا دریا ہے' تخیل کی بے ساختگی ہے'

مئے محبت کی مستی ہے' عشق کی سلطانی ہے' اوس کے قطروں کی ٹھنڈک ہے' آتش گل کی حدت ہے' فکرو نظر کی واردات ہے' کیف و مستی میں ڈوبا نعرۂ مستانہ ہے اور دیوانگی و فرزانگی اور بے خودی و ہشیاری کا امتزاج ہے۔ سوزو گداز' شدت احساس اور پاکیزگی جذبات جس کا انعام اور لفظوں کی روانی اور ہنر کی فراوانی جس کا صلہ ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی نعت بلاشبہ ان تمام اوصاف معنوی سے مزین ہے اور صحیح معنوں میں "حدائق بخشش" (۴) ہے-----

ڈاکٹر جمیل جالبی بھی اقرار کرتے ہیں کہ :

احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری نے مجھے عشق رسول ﷺ سے سرشار کیا' مجھ پر کیفیات روحانی کے در وا کئے اور میری لے اور میری آوز اور لہجے میں ان کی آواز اور لے شامل ہو گئی ہے-----(۵)

مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں نے جہاں بر صغیر پاک و ہند کے لوگوں کے دلوں کو گداز کیا' وہاں نعت سنجی اور نعت فہمی کا ایسا ذوق پیدا کیا جس میں خواص کے ساتھ ساتھ عوام نے بھی فراواں حصہ حاصل کیا ڈاکٹر ریاض مجید کا یہ کہنا جا ہے کہ :

اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فرد واحد نے شعرائے نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتسم کئے ہوں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات ہے' انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود نعت میں وقیع شاعری کی' بلکہ اپنے ہم مسلک شاعروں' خلفا اور تلامذہ میں نعت گوئی کو ایک تحریک کی شکل دی-----(٦)

اردو میں نعت گوئی کا جو شرف مولانا کی گہری نظر' والہانہ عقیدت' شعری استعداد اور فنکارانہ ہنر مندی کے سبب میسر آیا اس کی وجہ سے اب نعتیہ شاعروں کی ایک کھیپ اور نعتیہ شاعری کے مجموعوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ دکھائی دیتا ہے مولانا کی صرف ایک نعت جس کا مطلع یہ ہے ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اس نعت کی زمین میں پچیس نعتوں اور تین حمدوں کا سراغ لگایا جاچکا ہے-----(۷)
جن شعراء نے اس زمین میں گلزار معرفت کھلایا ہے ان میں احمد ندیم قاسمی' احسان دانش' رند لکھنوی' مولانا حسن رضا خاں' سید نصیر الدین نصیر گولڑہ شریف' نظیر لدھیانوی' پروفیسر عارف عبدالمتین' خواجہ عابد نظامی' عزیز حاصل پوری' قمر جلالوی' ہلال جعفری اور عاصی کرنالی جیسے ممتاز شعراء شامل ہیں-----

عموماً شعراء نرم' ہموار اور پامال زمینوں کو منتخب کر کے ہی شعر کہتے دکھائی دیتے ہیں مگر مولانا شاہ احمد رضا خاں کی نعتیں ولی دکنی کے اس شعر کی معنوی صورت نظر آتی ہیں ۔

راہ مضمون تازہ' بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن

مولانا نے سنگلاخ زمینوں کو اپنی جودت طبع اور فکر رواں سے اس قدر ملائم کر دیا ہے اور اس میں دل نشیں لفظوں اور تراکیب سے ایسی تخم ریزی کی ہے کہ جدھر نظر اٹھایئے گلشن نبوت ہرا بھرا دکھائی دیتا ہے سخت کھردری اور پتھریلی زمینوں کو نرم ملائم اور گداز کر دینا اور انہیں ہر طبقہ عام وخاص میں قبول عام عطا کر دینا مولانا احمد رضا خان کا ایسا تخصص ہے' جس کی بلندی تک پہنچنے اور مصرعہ تر' کی صورت قائم کرنے کے لئے تن شاعروں کا سیروں لہو خشک ہوتا ہے مولانا نے یہ کمال جا جا دکھایا ہے دیکھئے ۔

تاب مرآت سحر' گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دودِ چراغان عرب
جوہوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست
تمہارے ذرے کے پرتو ستار ہائے فلک

تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک
پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

تاہم پتھر کو موم کرنے سے بھی دشوار مرحلہ چھوٹی بحروں میں جلیاں بھرنے اور سہل ممتنع کا انداز پیدا کرنے کا تھا اس میدان میں بھی نعت میں مولانا احمد رضا خان کا ہم پلہ کوئی دوسرا نظر نہیں آتا' چھوٹی بحروں میں ان کی ایک دو نہیں درجنوں نعتیں اور ان کے اشعار ایسے ہیں جو حدود مقام سے آگے گذر چکے ہیں۔ طویل بحروں اور سنگلاخ زمینوں میں لکھی گئی نعتوں کی کامیابی مولانا کو ایک قادر الکلام شاعر تو ثابت کرتی ہے' مگر ایک بڑے شاعر کی عظمت کا دارومدار ہمیشہ چھوٹی بحروں میں سموئی گئی بے ساختگی' معصومیت' لطافت' نازک خیالی' طرح داری' سحر آفرینی' نغمگی موسیقیت' سلاست و حلاوت' سوز وگداز' رعنائی خیال' کیف واثر اور تخلیقی حسن کی طرفگی پر ہوتا ہے' احمد رضا خاں بریلوی کے اشعار میں عشق ویقین سمیت ان تمام اوصافِ حسن نعت کا امتزاج ملتا ہے-----

پروفیسر وسیم بریلوی کے الفاظ میں :

یہاں میر کی دردمندی بھی ہے' غالب کا تفکر بھی' مومن کی شائستہ نظری بھی ہے' سودا کی اخلاقی ذھنی بھی' درد کی عارفانہ سادگی بھی ہے' ذوق کی زباں دانی بھی' اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے' حالی کی عاجزی وانکساری بھی' جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے' فانی کی فلسفیانہ نظری بھی' حسرت کی واقعیت بھی ہے اور اصغر کی معرفت پسندی بھی-----(۸)

آیئے دیکھتے ہیں :

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر
خدائے محمد برائے محمد

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد

غم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ تیرے نثار آقا

میں دور ہوں، تم تو ہو میرے پاس
سن لو میری پکار آقا

ہر حکایت ہر کنایت ہر ادا
ہر اشارت دلنشیں و دل نشاں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

سچی بات سکھاتے یہ ہیں
سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں

شافع، نافع، رافع، دافع
کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

خلق سے اولیا اولیا سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

غم زدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

مولانا احمد رضا خاں کا اسلوب شعری ایک الگ مضمون کا تقاضا کرتا ہے ان کے لفظوں کی تراش خراش ایسی ہے جس پر ایک لحہ کے لئے بھی آورد کا گمان نہیں ہوتا بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے لفظ ایک وجدانی ترتیب کے ساتھ اپنی نشست کے لئے بے کل ہوں حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ نے اپنی غزل میں ہر شعر میں ادھا مصرع ہندی اور آدھا فارسی میں کہہ

کر ایک نئے راگ کو لفظوں کے ذریعے سُر میں ڈھالا تھا' مگر حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے اپنی ایک نعت میں اردو' عربی' فارسی اور پوربی زباں کے الفاظ و تراکیب کو ہم آہنگ کر کے شاعری کا ایک نیا آہنگ دریافت کیا ہے' اس نعت میں لفظ و معنی اور صوت و غنا ایک ہی قالب میں ڈھل گئے ہیں چند اشعار ملاحظہ کیجئے :

لم یأت نظیرك فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر' سوہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا
یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی' مری شب نے نہ دن ہونا جانا
انا فی عطش و سخاك اتم' اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم' دو بوند ادھر بھی گرا جانا
الروح فداك فزد حرقا' یک شعلہ دگر بر زن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا' یہ جان بھی پیارے جلا جانا

اس نعت کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے درست لکھا ہے کہ :

"مولانا احمد رضا خاں کی مذکورہ نعت میں جو دل نشینی و دل آویزی اور لطافت ہے وہ اس بنا پر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے بے پناہ محبت کا صاف و شفاف چشمہ' اس کے تحت بہہ رہا ہے مستی اور والہانہ پن کا ایک آبشار ہے جس کی طراوت' خنکی اور مٹھاس سے اہل دل سیراب ہو رہے ہیں"----(۹)

دراصل مولانا کے الفاظ میں جذبے کی جو صداقت' شدت' گہرائی اور رچاؤ ہے وہ عشق رسول اور مدحت رسول کے سبب سے ہے اور یہ رشتہ اتنا مضبوط اور تعلق اتنا گہرا ہے کہ اس نعت نے تشنگان محبت کو اپنے گرویدہ بنا رکھا ہے یہی صورت مولانا کے نعتیہ سلام (مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام) میں دکھائی دیتی ہے جسے عالمگیر شہرت حاصل ہوئی ابھی حال ہی

میں مصر سے اس نعتیہ سلام کا منظوم عربی ترجمہ ایک سو پانچ صفحات کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ "المنظومة السلامية فی مدح خير البرية" کے عنوان سے دیدہ زیب کتاب کی صورت میں شائع ہوا ہے----

ڈیڑھ سو سے زائد اشعار پر مبنی یہ نعتیہ سلام ایسا ہے جو ایک طرف تو فن شعر کے کسی بھی معیار پر پورا اترتا ہے اور دوسری طرف اس میں جذب و کیف کا ایک ایسا عالم ہے کہ لوگ اسے پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں' یہ سلام نسل در نسل سینہ در سینہ منتقل ہو رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی مقبولیت اور اثر پذیری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے' ہر طبقے کے لوگ جب اسے سنتے ہیں تو ایک عالم وجد میں اسے خود بھی گنگنانے لگتے ہیں اور یوں عشق و یقین کے اجتماعی لہجے کی گونج پیدا ہوتی ہے دیکھیے:

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ۔۔۔ شمع بزم رسالت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشن درود ۔۔۔ گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم ۔۔۔ نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا ۔۔۔ اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں ۔۔۔ ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں ۔۔۔ اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا ۔۔۔ اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند ۔۔۔ اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اس نعتیہ سلام کے ساتھ اگر قصیدہ نوریہ اور قصیدہ معراجیہ بھی پڑھا جائے تو مولانا احمد رضا کے رواں دواں اسلوب اور ذوق نعت سنجی کے بارے میں کسی تشریح کی ضرورت نہیں رہتی----

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا ۔۔۔ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

(قصیدہ نوریہ)

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں' عرب کے مہماں کے لئے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں پر' رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے' ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے' دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمہ نعت کا سماں تھا' حرم کو خود وجد آ رہے تھے
جو تلووں کا ان کے دھوون' بنا وہ جنت کا رنگ روغن
جنھوں نے دولہا کی پائی اترن' وہ پھول گلزار نور کے تھے
براق کے نقش سم کے صدقے' وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن' ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
خرد سے کہ دو کہ سر جھکالے' گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے' کسے بتائے کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر' وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے' اسی سے اس کی طرف گئے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ' قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے ہیں

(قصیدہ معراجیہ)

مولانا احمد رضا کے شعری اسلوب کا سب سے نمایاں وصف ہی یہ ہے کہ شاعری کی ہوس اور پروا کے بغیر بھی ان کی ردیفیں اور ان کے قافیے رقص کرتی ہوئی بوندیں معلوم ہوتے

ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہو جاتا ہے اور ثنائے سرکار میں بلند ہونے والی دلکشا صدا بوندوں کی رم جھم سے مل کر جلترنگ کو جنم دیتی ہے' مولانا نے غزل کے حسن بیان' مثنوی کی روانی اور قصیدے کے شکوہ کو اپنی نعتوں میں اس طرح برتا ہے کہ لطف بیاں کی ایک نئی جہت وجود میں آگئی ہے' ان کی نعت میں اردو شاعری کے یہ تینوں مختلف اسالیب ہم آہنگ بھی ہیں اور الگ الگ قابل شناخت بھی-----

یوں ان کی نعت گوئی کے موثرات' ترغیبات اور تحریکات کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی کو اردو نعت گوئی کا امام بھی کہا جاسکتا ہے-----

حواشی

(۱) حوالہ مضمون' مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری' مطبوعہ نگار پاکستان' کراچی' اپریل ۱۹۹۶ء' صفحہ ۷۴

(۲) ایضاً' صفحہ ۷۴

(۳) احمد ندیم قاسمی' نظم "پتھر" کا ایک مصرعہ

(۴) مولانا شاہ احمد رضا خاں کا نعتیہ مجموعہ کلام

(۵) حوالہ "انتخاب حدائق بخشش" مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد' سرہند پبلی کیشنز' کراچی ۱۹۹۵' صفحہ ۳۱

(٦) حوالہ مضمون' امام احمد رضا خان کی اردو نعت گوئی' صفحہ ۱۱۴

(۷) ظفر عالم جاوید' ڈاکٹر' امام احمد رضا کی اردو نعت نگاری' صفحہ ۱۲۸' مطبوعہ معارف رضا' کراچی ۱۹۹٦ء

(۸) احمد رضا خاں' امام' انتخاب حدائق بخشش' صفحہ ۵۲-۵۳

(۹) حوالہ مضمون' مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری' صفحہ ۷۱

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

حمد صاحبِ جلال جل جلالہ

کعبے میں حاضری کو میں رب کی عطا کہوں
ہجرِ دیارِ خالقِ کل کو سزا کہوں
مکہ کو تو میں قریۂ خوفِ خدا کہوں
اور مسکنِ حضور ﷺ کو دارُالشفا کہوں
حق تو یہی ہے جب کہ ہوں میں بندۂ خدا
آوازۂ "اَلَسْتُ" پہ اب بھی "بَلٰی" کہوں
تبدیل مغفرت میں ہو تعزیری فیصلہ
میزاں کے سامنے جو میں "صَلِّ عَلٰی" کہوں
سر کو جھکاؤں مدحِ رسولِ کریم ﷺ پر
حمدِ خدا کا شعر سنوں "واہ وا" کہوں
اللہ کے حبیب ﷺ سے الفت کے باب میں
قربِ "دَنٰـــــا" کو گھٹا ہوا فاصلہ کہوں
ہوتا ہوں خوش ثنائے خدائے عزیز پر
حرفِ کلامِ رب کو میں تسکین زا کہوں
رکھوں کلامِ رب و پیمبر (جل جلالہ و ﷺ) کو سامنے
پھر جو ثنائے رب میں کہوں میں بجا کہوں
میں ملتزم کی دید کو سمجھوں نظر کا نور
زم زم کو پھر خلاصۂ آبِ بقا کہوں
جس راہِ حمد پر رہے سب اولیا رواں
اس راہ کو میں کیوں نہ رہِ اتقا کہوں
تحویلِ قبلہ پر تو یہی سوچتا ہوں میں
اس کو رضائے رب کہ نبی کی رضا کہوں
القا ہوا رشید مجھے حکمِ کبریا جل جلالہ
اس کے حبیبِ پاک ﷺ کی نعتیں سدا کہوں

نعت صاحبِ جمال ﷺ

"صَلِّ عَلَی النَّبی" جو زباں سے سدا کہوں
گویا میں حرفِ دافعِ رنج و بلا کہوں
یوں شہرِ مصطفٰی ﷺ کو حیات آشنا کہوں
آئے وہاں قضا بھی تو اس کو بقا کہوں
قرآں کی آیتوں کے تناظر میں آپ ﷺ کو
محبوبِ کبریا ﷺ نہ کہوں میں، تو کیا کہوں
سیکھا یہی ہے میں نے احادیثِ پاک سے
لوں نام ان کا، یا سنوں، "صَلِّ عَلٰی" کہوں
حمدِ خدا میں ٹانک دوں مدّاحِ نبی ﷺ
نعتِ رسولِ پاک ﷺ میں حق کی ثنا کہوں
محبوبِ کبریا ﷺ کی ہے لازم متابعت
اپنے کو میں غلام اگر آپ ﷺ کا کہوں
ناموسِ مصطفٰی ﷺ پہ جو جان اپنی وار دے
اس کے عمل کو سرورِ کل ﷺ سے وفا کہوں
دیکھوں نبی ﷺ کو منزلِ قوسین پر تو پھر
حق بھی، حق آشنا بھی کہوں، حق نما کہوں
نادم میں کیوں رہوں نہ اس تشبیہِ خام پر
خاکِ درِ حضور ﷺ کو گر کیمیا کہوں
ہوں بند ہونٹ اور نظر التجا کرے
ان کے حضور جو بھی کہوں، بے صدا کہوں
اپنی اَنا کو تج کے جو ذکرِ نبی ﷺ کرے
کیوں میں نہ ہر لحاظ سے اس کو بڑا کہوں
محمود ٹھان لی ہے یہ دل میں کہ تا ابد
مدحِ رسولِ پاک ﷺ ہو، لکھوں میں یا کہوں

راجا رشید محمود

جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں

فیروز الدین احمد فریدی

رسول کریم ﷺ آج جہاں آرام فرما ہیں، وہاں سوا چودہ صدیاں پہلے آپ ﷺ کی تیسری بیوی ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی تھی۔ اس کی لمبائی تقریباً ۱۶ ر فٹ اور چوڑائی ۱۲ ر فٹ تھی۔ آج کے کمروں کی لمبائی چوڑائی بھی یہی ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے گھروں میں ایسے کمرے ایک سے زیادہ ہوتے ہیں، جن کے ساتھ غسل خانے ہوتے ہیں، علاوہ ازیں باورچی خانہ اور بسا اوقات کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور مہمانوں کو بٹھانے کے لیے الگ جگہیں بھی ہوتی ہیں۔

مدینے کی اس جھونپڑی میں کوئی غسل خانہ تھا نہ باورچی خانہ، کھانے کے لیے کوئی الگ جگہ تھی نہ مہمانوں کے لیے، جو کچھ بھی تھا بس یہی دو سو مربع فٹ کا رقبہ تھا۔ ہمارے کمروں کی اونچائی اتنی رکھی جاتی ہے کہ اگر کوئی بالغ شخص فرش پر کھڑا ہو اور ہاتھ بلند کرے تو وہ چھت پر لگے برقی پنکھے سے نہ ٹکرا جائے، اس مقدس جھونپڑی کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، جو رسول کریم ﷺ کی بیوی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ کنیز کے بیٹے تھے، بتاتے ہیں کہ اپنے لڑکپن کے ابتدائی دور میں، وہ یہ جھونپڑی اور دوسری امہات المؤمنین کی جھونپڑیاں دیکھنے جایا کرتے تھے،

جب کھڑے ہوتے تو ان کا ہاتھ چھت سے لگتا تھا۔ حضرت حسن بصری ﷫، رسول کریم ﷺ کی وفات کے دس برس بعد پیدا ہوئے تھے۔

یہ تھی رسولِ کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی رہائش گاہوں کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی، ان کی دیواریں کچی اینٹوں اور چھتیں کھجور کے درخت کی لکڑی اور پتوں سے بنائی گئی تھیں۔ اللہ جانتا ہے کہ تیز بارش اور چلچلاتی دھوپ میں یہ چھتیں اپنے مکینوں کی کیسے حفاظت کرتی ہوں گی؟

جھونپڑیوں کے دروازوں پر جانوروں کے بالوں سے بنے موٹے جھوٹے کمبل ڈال دیے جاتے، ہر جھونپڑی کے ساتھ تقریباً اسی طول و عرض کا ایک چھوٹا سا عقبی صحن ہوتا، جس کے گرد کھجور کی لمبی ٹہنیوں سے باڑھ باندھنے کے بعد ان کی ٹہنیوں پر بھی ایسے ہی کمبل ڈال دیے جاتے تھے، تاکہ ٹہنیوں کے درمیانی شگافوں سے بے پردگی نہ ہو۔

اگلی سطور پڑھتے وقت یہ خیال رہے کہ مدینے میں قبلے کا رُخ جنوب کی جانب ہے۔ رسول کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جھونپڑی، آپ کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیوی حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جھونپڑی کے ساتھ، اس کے شمال کی سمت میں تھی۔ ان دونوں جھونپڑیوں کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے۔ اب یہ دونوں گنبد خضرا کے سائے تلے ہیں۔

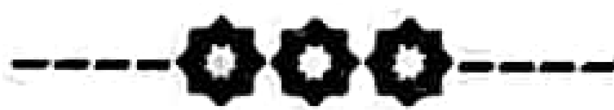
ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جھونپڑی کے مشرق اور اس سے متصل، رسولِ کریم ﷺ کی دوسری بیوی حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جھونپڑی تھی۔ مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہوتے ہی رسولِ کریم ﷺ نے ان دونوں جھونپڑیوں کو بیک وقت اور ایک ہی طرز پر تعمیر کرایا تھا۔ محلِ وقوع کو مزید سمجھنے کے لیے یاد رہے کہ مسجد نبوی کے مشرق میں جنت البقیع ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے جنوب، یعنی قبلے کی سمت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی سے گز بھر آگے، حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی تھی۔ پچھلے چودہ سو برسوں کے دوران جب اربوں کلمہ گو رسولِ کریم ﷺ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر، گداز دل اور تر آنکھوں سے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہے ہیں تو ان میں بیشتر کو یہ علم نہ ہوگا کہ وہ جہاں کھڑے ہیں، وہ جگہ چالیس برس سے زیادہ ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش گاہ کا ایک حصہ رہی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جھونپڑیوں کے درمیان

ایک انتہائی تنگ گلی تھی، جس میں ایک وقت ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی اپنی جھونپڑیوں میں بیٹھی ہوئی ایک دوسرے سے باتیں کرلیا کرتی تھیں۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے حضرت سیدہ سودہ، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے علاوہ صرف ایک اور جھونپڑی کا صحیح محلِ وقوع معلوم ہے۔ اس میں آپ ﷺ کی پانچویں بیوی حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف چند ماہ رہیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے بعد شمال کی جانب پانچ مزید جھونپڑیاں، تقریباً ایک قطار میں، وقتاً فوقتاً بنتی گئیں؛ جو رسولِ کریم ﷺ کی پانچ دیگر ازواج کی رہائش گاہیں تھیں۔



بالائی سطور سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ مسجد نبوی کے مشرق میں قبلے یا جنوب کی سمت سب سے پہلی جھونپڑی حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھی، اس کے نیچے یا شمال میں دو دو جھونپڑیوں کی دو قطاریں تھیں، پہلی قطار میں مغرب یا مسجد نبوی کی جانب پہلی جھونپڑی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھی، جو حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے تقریباً سامنے تھی، دوسری حضرت سودہ کی تھی، جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے متصل مشرق یعنی جنت البقیع کی جانب تھی۔ دوسری قطار میں مغرب یعنی مسجد نبوی کی جانب پہلی جھونپڑی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تھی، جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متصل تھی اور اس کا دروازہ بھی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کی طرح مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔ حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللّٰہ علٰی ابیہا و علیہا کی جھونپڑی کے ساتھ دوسری جھونپڑی حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھی، جو حضرت ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے نیچے مشرق یا جنت البقیع کی جانب تھی۔

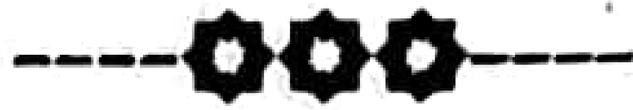
اب یہ واضح ہوگیا ہے کہ زمین کا وہ خوش نصیب ٹکڑا، جسے آج گنبد خضرا نے ڈھانپ رکھا ہے، سوا چودہ صدیاں پہلے حضرت سیدہ عائشہ، حضرت سیدہ سودہ، حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی جھونپڑیوں اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے ایک

حصہ کی جگہ تھی۔ حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے نیچے یا شمال کے رُخ اسی طرح کی پانچ اور جھونپڑیاں تھیں، جو دوسری ازواجِ مطہرات کی رہائش گاہیں تھیں۔ یہ تھیں دو دو سو مربع فٹ کی وہ نو جھونپڑیاں جن میں اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا آخری عشرہ گزارا اور یہ تھیں وہ اقامت گاہیں جن میں آپ ﷺ سوئے، اُٹھے، بیٹھے، محوِ گفتگو اور سجدہ ریز ہوئے۔ ان میں سے بعض میں آپ ﷺ پر وحی اتری اور ان میں سے ایک میں آپ ﷺ نے وفات پائی اور آج آرام فرما ہیں۔

جب کوئی زائر مسجد نبوی میں ریاض الجنہ کے قریب جنوب کی جانب جالیوں کی وسطی جالی میں نصب تین گول دائروں میں سے پہلے گول دائرے کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے تو اس کے اور رسولِ کریم ﷺ کے درمیان ظاہری طور پر صرف چند گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس جانب کی جالیوں کے پیچھے سب سے پہلے حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کا ایک حصہ ہے اور پھر گز بھر چوڑی وہ گلی جو کبھی حضرت سیدہ عائشہ اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جھونپڑیوں کے درمیان ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی ہے، جس میں جنوب مغرب یا قبلے اور ریاض الجنہ کی اطراف سے پہلی قبر رسولِ کریم ﷺ کی ہے، اس سے ذرا نیچے یا شمال کی جانب آپ ﷺ کے پہلے خسر اور خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد ذرا نیچے آپ ﷺ کے دوسرے خسر اور خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبریں ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ کا سر مغرب یعنی مسجد نبوی کی طرف، پاؤں مشرق یا جنت البقیع کی طرف اور چہرے کا رُخ قبلے یا جنوب کی طرف ہے۔ تدفین کے وقت یہی ترتیب آپ ﷺ کے ان دو اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رکھی گئی، جو زندگی میں بھی آپ ﷺ کے ساتھی تھے اور اب بھی آپ ﷺ کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

رسولِ کریم ﷺ کے سینے (اور بعض روایات کے مطابق کندھے) کے سامنے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر اور حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے (اور بعض روایات کے مطابق کندھے) کے سامنے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ یہ تینوں قبریں تقریباً مربع شکل کی ایک مہر بند چار دیواری میں ہیں، جو کبھی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی ہوتی تھی۔ اس چار دیواری کے گرد ایک ''پانچ دیواری'' ہے۔ اس پانچ دیواروں والے کمرے کو ہی آج کل ''حجرہ شریفہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ ''پانچ دیواری'' بھی مہر بند ہے اور اس کے اوپر سبز غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس ''پانچ دیواری'' کی

تفصیلات اگلی سطور میں دی گئی ہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ تین گول دائروں والی جالی کے اندر سے زائر کو جو نظر آتا ہے، وہ اس "پانچ دیواری" کا جنوبی یا قبلے کے رُخ والا حصہ ہے۔



رسول کریم ﷺ کی وفات کے تقریباً اسی برس بعد اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں خلیفہ نے مدینے کے گورنر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مسجد نبوی کی مزید توسیع کا حکم دیا۔ مسجد نبوی کا رقبہ، جس میں پہلی توسیع رسولِ کریم ﷺ، دوسری توسیع خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تیسری توسیع خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے کرائی تھی، اب اسلامی مملکت کے محیر العقول پھیلاؤ اور مسلمانوں کی آبادی میں کثرت کے باعث پھر چھوٹا پڑ گیا تھا۔ بات تقریباً ۹۰ھ (بمطابق ۷۱۰ء) کی ہو رہی ہے، اس وقت تک تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن وفات پا چکی تھیں۔ خلیفہ کی ہدایت پر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے علاوہ باقی تمام جھونپڑیاں گرا کر ان کی زمین مسجد نبوی کی توسیع کے لیے استعمال کی گئی۔

کہا جاتا ہے کہ جس روز یہ تقریباً سو سالہ پرانی جھونپڑیاں گرائی گئیں، اس دن مدینے میں ہر آنکھ اشک بار تھی۔ لوگ کہہ رہے تھے اور مدتوں کہتے رہے کہ یہ جھونپڑیاں جوں کی توں رہنی چاہییں تھیں، تا کہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہوتا کہ ان کے آقا اور مولا ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دس برس کس فقیرانہ شان سے گزارے۔ حالاں کہ فتحِ خیبر کے بعد اگر وہ چاہتے تو اپنے، اپنی بیٹی اور بیویوں کے لیے پختہ، وسیع اور آرام دہ مکان بنوا سکتے تھے۔

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کی چار دیواری کی از سرِ نو تعمیر کی اور اس کے بعد اس کے گرد تقریباً سات میٹر یا ساڑھے سات گز اونچی ایک بیرونی دیوار کا بھی اضافہ کیا۔ تعمیر نو اور توسیع کے دوران جب یہ پرانی جھونپڑیاں گرائی گئیں تو مدینے کی ایک بھیگی رات میں جو کچھ بیتی، وہ ایک معاصر عبداللہ بن محمد بن عقیل کی زبانی سنیے:

> "اس رات مدینے میں بارش ہو رہی تھی، میرا معمول تھا کہ رات کے آخری پہر مسجد نبوی میں حاضری دیتا۔ پہلے رسولِ کریم ﷺ پر درود بھیجتا اور پھر نمازِ فجر تک مسجد نبوی میں رہتا۔ اس رات میں بھی حسبِ معمول نکلا، ابھی مغیرہ بن شعبہ کے مکان تک پہنچا تھا (جو جنت البقیع کے بالکل پاس تھا) کہ اچانک ایسی خوش بو آئی جو میں نے کبھی محسوس

نہ کی تھی، مسجد نبوی پہنچا تو دیکھا کہ حضرت عائشہ کی کوٹھڑی کی ایک دیوار (مشرقی دیوار جو جنت البقیع کی جانب ہے) گری ہوئی ہے، میں اندر گیا اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں سلام و درود پیش کیا، ابھی وہیں تھا کہ مدینے کے گورنر عمر بن عبد العزیز آ گئے، ان کے حکم پر کوٹھری کو ایک بڑے کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا، علی الصبح مستری کو کوٹھڑی کے اندر جانے کے لیے کہا گیا، مستری نے کہا کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی چلے۔ عمر بن عبد العزیز اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ دو اور حضرات بھی تیار ہو گئے۔ عمر بن عبد العزیز نے یہ دیکھا تو کہا کہ ہمیں اس مقدس مقام کے مکینوں کے سکون میں خلل اندازی سے گریز کرنا چاہیے۔ انھوں نے صرف اپنے آزاد کردہ غلام مزاحم کو اندر جانے کے لیے کہا، جس نے بعد میں بتایا کہ پہلی قبر دوسری دو قبروں کے مقابلے میں تھوڑی سی نیچی تھی''۔۔۔

اس واقعے کے کم از کم ۳۵ ربرس قبل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک پوتے نے جب اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں یہ تینوں قبریں دیکھیں، تو وہ سطح زمین سے نہ بہت بلند تھیں اور نہ زمین کے ساتھ لگی تھیں۔ تینوں پر سرخ مٹی نظر آ رہی تھی۔

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے ایک اور ہم عصر کا بیان ہے کہ انھوں نے جب یہ تینوں قبریں دیکھیں تو وہ سطح زمین سے تقریباً چار انچ اوپر تھیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کے گرد جو چار دیواری کھنچوائی، اس میں سیاہ رنگ کے ویسے ہی پتھر استعمال کیے جیسے خانہ کعبہ کی دیواروں میں ہیں۔ اس کی تصدیق صدیوں بعد ان لوگوں نے کی، جنھیں مرمت کے دوران یہ مہر بند چوکور کمرہ دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ اس چار دیواری کے گرد ''پانچ دیواری'' بنوانے کا ایک مقصد یہ تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی آخری آرام گاہ کا طرزِ تعمیر اللہ کے گھر کے طرزِ تعمیر سے مختلف رہے، جو چار دیواروں پر مشتمل ہے۔

اس پانچ دیواری کا نقشہ کچھ یوں ہے کہ جب آپ تین گول دائروں والی جالی کے سامنے کھڑے ہوں تو جالیوں کے درمیان میں سے آپ کو جو نظر آتا ہے، وہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی بنوائی ہوئی بیرونی دیوار کا جنوبی حصہ ہے، جو ساڑھے آٹھ میٹر لمبا اور خط مستقیم میں ہے۔ جالیوں میں سے آپ کو عربی تحریر سے مزین جو سبز کپڑا اندر نظر آئے گا، وہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

کی بنوائی ہوئی بیرونی دیوار کے جنوبی حصے پر چڑھا ہوا ہے، نہ کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جھونپڑی کی دیوار پر۔

مشرق میں یا جنت البقیع کی جانب، بیرونی دیوار (جو ظاہر ہے کہ سبز جالیوں کے اندر ہے) خطِ مستقیم میں نہیں بلکہ دو حصوں میں ہے۔ جنوب (یا قبلے کی جانب) سے شمال کو جاتے ہوئے بیرونی دیوار کا ایک حصہ، جو تقریباً ۶ رمیٹر لمبا ہے، خطِ مستقیم میں ہے لیکن آگے جا کر اس دیوار کا دوسرا حصہ وتر کا زاویہ بناتا ہوا شمال مغرب کی سمت مڑ جاتا ہے۔ اس دوسرے حصے کی لمبائی تقریباً ۷ رمیٹر ہے۔

اسی طرح مغرب یا ریاض الجنۃ کی جانب بھی بیرونی دیوار اخطِ مستقیم میں نہیں۔ ریاض الجنۃ میں جنوب سے شمال کو جاتے ہوئے آپ کو سبز جالیوں میں تین ستونوں کے نام نظر آئیں گے، جو بالترتیب ''السریر''، ''الحرس'' اور ''الوفود'' ہیں۔ ''السریر'' سے ''الوفود'' کو جاتے ہوئے سبز جالیوں کے اندر بیرونی دیوار کا ایک حصہ، جو تقریباً ۸ رمیٹر لمبا ہے، خطِ مستقیم میں ہے لیکن آگے جا کر اسی دیوار کا دوسرا حصہ جس کی لمبائی ۶ رمیٹر ہے، وتر کا زاویہ بناتے ہوئے شمال مشرق کی طرف مڑ جاتا ہے اور پھر شمال میں اپنے بالمقابل دیوار سے مل جاتا ہے۔

اسی طرح بیرونی دیوار کی مجموعی لمبائی ساڑھے پینتیس میٹر ہے۔ قبلے یعنی جنوب کی جانب ساڑھے آٹھ میٹر لمبی دیوار خطِ مستقیم میں ہے، مشرق اور مغرب کی سمت یہ دیوار دو حصوں میں منقسم ہے۔ جنوب سے شمال کو جاتے ہوئے ان دیواروں کا ایک حصہ خطِ مستقیم میں اور دوسرا وتر کا زاویہ لیے ہوئے ہے۔ شمال کی سمت مشرقی اور مغربی دیواروں کا نقطۂ اتصال ہے اور کوئی دیوار نہیں۔

ان پانچ دیواروں کے گرد وہ چوگوشہ سبز جالی ہے، جو ہر زائر کی آنکھوں کو طراوت بخشتی ہے۔ اس کی لمبائی جنوب یا قبلے کی سمت سے شمال تک تقریباً سولہ (۱۶) میٹر اور مشرق سے مغرب (ریاض الجنۃ) تک تقریباً پندرہ (۱۵) میٹر ہے۔ اس جالی میں چار دروازے ہیں، جو شمال، جنوب، مشرق اور مغرب میں ہیں۔ مشرقی دروازے کے علاوہ باقی تینوں دروازے بند رکھے جاتے ہیں۔

مشرقی دروازہ بھی اسی وقت کھولا جاتا ہے جب کسی خصوصی مہمان یا وفد کو اندر لے جانا ہو۔ یہ خصوصی مہمان سبز جالی کے اندر تو داخل ہو جاتے ہیں لیکن اس مہر بند بیرونی ''پانچ دیواری'' کے اندر نہیں جا سکتے، جس کی اوّلین تعمیر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سوا تیرہ صدی قبل کرائی تھی اور ظاہر ہے کہ اس اندرونی مہر بند ''چار دیواری'' کے اندر جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جس میں رسولِ کریم ﷺ آرام فرما ہیں۔

اس مقدس اور قدیم چار دیواری کے اوپر ایک چھوٹا گنبد اور اس چھوٹے گنبد کے اوپر وہ بڑا سبز گنبد ہے، جو ۱۲۵۳ھ (بمطابق ۱۸۳۷ء) سے، اپنے رنگ کی نسبت سے دنیا بھر میں "سبز گنبد" کے نام سے مشہور ہے۔ ان دونوں گنبدوں میں قبلے یعنی جنوب کی جانب ایک دوسرے کے متوازی ایک ایک سوراخ اس طرح رکھا گیا ہے کہ جب سورج کی کرنیں گنبد خضرا کے سوراخ پر پڑتی ہیں تو وہ اندرونی گنبد کے متوازی سوراخ سے ہوتی ہوئیں روضۂ منورہ میں بھی پہنچتی ہیں اور جب تیز بارش ہوتی ہے تو وہ بھی اسی طرح روضے میں پہنچتی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جھونپڑی کے باہر شمال کی سمت میں واقع کھلی جگہ میں نمازِ تہجد ادا کی ہے، یہاں ایک محراب ہے، جو "محرابِ تہجد" کہلاتی ہے، لیکن سبز جالیوں سے نظر نہیں آتی، اس کے آگے آج ایک پتلا سا چبوترہ بنا ہوا ہے، جس کے سامنے پیتل کی ایک دیدہ زیب منقش جالی نصب ہے۔ چبوترے پر ایک لمبی اور اونچی الماری ہے، جس میں قرآن پاک کے سیکڑوں نسخے رکھے ہیں، اس پیتل کی جالی کے سامنے وہ گزرگاہ ہے، جو مشرق کی سمت بابِ جبریل اور مغرب کی سمت ریاض الجنۃ کی طرف جاتی ہے۔

اگر آپ بابِ جبریل سے مسجد نبوی میں داخل ہوں، جو ہر زائر کی ترجیح ہوتی ہے، تو چند گز بعد آپ کے بائیں جانب پیتل کی یہ منقش جالی اور دائیں جانب قالینوں سے مزین ایک بڑا سا چبوترہ ہے، جسے اکثر زائرین غلطی سے "اہلِ صفہ" کا چبوترہ سمجھ کر اس پر جگہ حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتے ہیں۔ اہلِ صفہ کے قیام کا وہ مقام جہاں دورِ رسالت میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ، ستر اصحاب رضی اللہ عنہم بیک وقت قیام کرتے تھے، یہ نہیں ہے۔ "اہلِ صفہ" کی جگہ موجودہ چبوترے سے خاصی آگے مغرب کی جانب تھی۔ اگر آپ "اسطوانۂ عائشہ" سے شمال کی سمت یعنی قبلے کے مخالف رخ چلیں تو پانچواں ستون آج جہاں ہے، وہاں ۷ھ سے پہلے اہلِ صفہ کا چبوترہ اور سائبان ہوتا تھا۔ ۷ھ سے قبل مسجد نبوی کی شمال مغربی حد بھی یہیں تک تھی، موجودہ چبوترہ رسولِ کریم ﷺ کے وصال کے تقریباً ساڑھے پانچ صدیوں بعد یا دوسرے الفاظ میں آج سے تقریباً ساڑھے آٹھ صدیاں قبل مصر اور شام کے حکمران سلطان نور الدین زنگی نے ۵۵۷ھ (بمطابق ۱۱۶۲ء) میں اس سنگین واقعے کے بعد بنوایا جس کا ذکر اگلی سطور میں ہے۔ یہ چبوترہ مسجد نبوی کے خادموں اور محافظوں کے بیٹھنے کے لیے بنوایا گیا تھا اور اب یہاں زائرین کی نشست ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا سنہ یعنی ۵۵۷ھ میں وہ رسوائے زمانہ سنگین واقعہ پیش آیا، جب مراکش کے

دو عیسائیوں نے رسولِ کریم ﷺ کے جسد مبارک کو نکالنے کی ناپاک اور ناکام کوشش کی۔ اس کا ذکر مدینے کی مشہور اور مختصر تاریخ ''وفاء الوفاء'' کے مصنف علامہ نور الدین ابوالحسن سمہودی (۱۴۴۰ء تا ۱۵۰۵ء/ بمطابق ۸۴۴ھ تا ۹۱۱ھ) نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک رات نمازِ تہجد کے بعد سلطان نور الدین زنگی نے خواب میں دیکھا کہ رسولِ کریم ﷺ دو سرخی مائل رنگت کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے سلطان سے کہہ رہے ہیں ''مجھے ان کے شر سے بچاؤ''۔ سلطان ہڑبڑا کر اُٹھا، وضو کیا، نفل ادا کیے، پھر اس کی آنکھ لگ گئی، دوبارہ وہی خواب دیکھا۔ وضو کیا، نفل پڑھے اور سو گیا، تیسری بار پھر وہی خواب دیکھا، اب اس کی نیند اُڑ گئی۔

اس نے رات کو ہی اپنے مشیر جمال الدین موصلی کو بلا کر پورا واقعہ سنایا۔ مشیر نے کہا:

''سلطان! یہ خواب تین بار دیکھنے کے بعد آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ اس کا اب کسی سے ذکر نہ کریں اور فوراً مدینے روانہ ہو جائیں''---

اگلے روز سلطان نے بیس مخصوص افراد اور بہت سے تحائف کے ساتھ مدینے کے لیے کوچ کیا اور سولھویں روز شام کے وقت وہاں پہنچ گیا۔

سلطان نے روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دی اور مسجد نبوی میں بیٹھ گیا۔ اعلان کیا گیا کہ اہالیانِ مدینہ، مسجد نبوی میں پہنچ جائیں، جہاں سلطان ان میں تحائف تقسیم کرے گا۔ لوگ آتے گئے اور سلطان ہر آنے والے کو باری باری تحفہ دیتا رہا۔ اس دوران وہ ہر شخص کو غور سے دیکھتا رہا، لیکن وہ دو چہرے نظر نہ آئے، جو اسے ایک رات میں تین بار خواب میں دکھائے گئے تھے۔ سلطان نے حاضرین سے پوچھا:

''کیا مدینے کا ہر شہری مجھے مل چکا ہے؟''---

جواب اثبات میں تھا۔ سلطان نے پھر پوچھا:

''کیا تمھیں یقین ہے کہ ہر شہری...... ہر شہری...... مجھ سے مل چکا ہے؟''---

اس بار حاضرین نے کہا: ''سوائے دو کے''---

راز تقریباً فاش ہو گیا تھا۔ سلطان نے پوچھا:

''وہ کون ہیں؟ اور اپنا تحفہ لینے کیوں نہیں آئے؟''---

بتایا گیا کہ یہ مراکش کے صوم وصلوٰۃ کے پابند دو متقی باشندے ہیں، دن رات

رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور ہر ہفتے مسجد قبا جاتے ہیں، فیاض اور مہمان نواز ہیں، کسی کا دیا نہیں لیتے"---

سلطان نے کہا: "سبحان اللہ!"---

اور حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی تحائف وصول کرنے کے لیے فوراً بلایا جائے۔

جب انھیں یہ خصوصی پیغام ملا۔ تو انھوں نے کہا:

"الحمد للہ! ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے اور ہمیں کسی تحفے تحائف یا خیر خیرات کی حاجت نہیں"---

جب یہ جواب سلطان تک پہنچایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً پیش کیا جائے۔ حکم کی فوری تعمیل ہوئی، ان کی ایک جھلک ان کی شناخت کے لیے کافی تھی، تاہم سلطان نے اپنا غصہ قابو میں رکھا اور پوچھا:

"تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟"---

انھوں نے کہا:

"ہم مراکشی ہیں، حج کے لیے آئے تھے اور اب روضہ رسول ﷺ کے سائے میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں"---

سلطان نے سختی سے کہا:

"کیا تم نے جھوٹ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے؟"---

اب وہ چپ رہے۔ سلطان نے حاضرین سے پوچھا:

"یہ کہاں رہ رہے ہیں؟"---

بتایا گیا کہ روضے کے بالکل نزدیک ایک مکان میں (جو مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں دیوار کے ساتھ تھا)۔ سلطان فوراً اٹھا اور انھیں ساتھ لے کر اس مکان میں داخل ہو گیا۔

سلطان مکان میں گھومتا پھرتا رہا، اچانک نئے اور قیمتی سامان سے بھرے ہوئے اس مکان میں، اس کی نظر فرش پر پڑی ہوئی ایک چٹائی پر پڑی۔ نظر پڑنی تھی کہ دونوں مراکشی باشندوں کی ہوائیاں اُڑ گئیں۔ سلطان نے چٹائی اٹھائی، اس کے نیچے ایک تازہ کھدی ہوئی سرنگ تھی۔ سلطان نے گرج کر کہا:

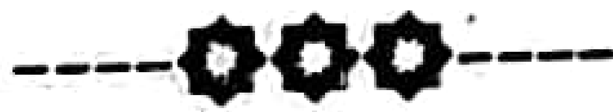
''کیا اب بھی سچ نہ بولو گے؟''---

ان کے پاس سچ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، انھوں نے اعتراف کیا کہ وہ عیسائی ہیں اوران کے حکمران نے انھیں بہت سا مال وزر اور ساز وسامان دے کر حاجیوں کے روپ میں مراکش سے اس منصوبے پر حجاز بھیجا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح رسول کریم ﷺ کا جسدِ اقدس روضۂ مبارک سے نکال کر لے آئیں۔

اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لیے انھوں نے حج کا بہانہ کیا اور اس کے بعد روضۂ رسول ﷺ سے نزدیک ترین جو مکان کرائے پر مل سکتا تھا، وہ لے کر اپنا مذموم کام شروع کر دیا۔ ہر رات وہ سرنگ کھودتے جس کا رخ روضۂ مبارک کی طرف تھا اور ہر صبح کھدی ہوئی مٹی چمڑے کے تھیلوں میں بھر کر جنت البقیع لے جاتے اور اسے قبروں پر بکھیر دیتے۔

انھوں نے بتایا کہ ان کی ناپاک مہم بالکل آخری مراحل میں تھی کہ ایک رات موسلا دھار بارش کے ساتھ ایسی گرج چمک ہوئی، جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور اب کہ ان کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا تھا، تو سلطان نہ جانے کیسے مدینے پہنچ گیا۔

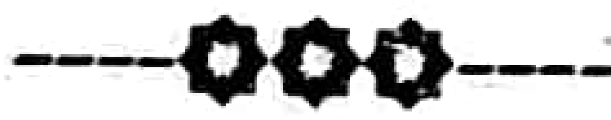
سلطان نے حکم دیا کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ روضۂ مبارک کے گرد ایک خندق کھودی جائے اور اسے پگھلے ہوئے سیسے سے پاٹ دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی بد بخت ایسی مذموم حرکت کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔



مذکورہ بالا واقعہ ۵۵۷ھ (بمطابق ۱۱۶۲ء) کا ہے، تین صدیوں بعد ۸۸۱ھ (بمطابق ۷۷-۱۴۷۶ء) میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوٹھڑی کی چار دیواری اور حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی بنوائی ہوئی ''پانچ دیواری'' دونوں کی از سرِ نو تعمیر کی ضرورت پڑ گئی۔ تاریخ مدینہ ''وفاء الوفاء'' کے مصنف علامہ نور الدین ابو الحسن سمہودی کو تعمیرِ نو کے اس کام میں رضا کارانہ طور پر حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:

''۱۴ر شعبان ۸۸۱ھ (بمطابق ۲ر دسمبر ۱۴۷۶ء) کو پانچ دیواری مکمل طور پر ڈھا دی گئی، دیکھا تو اندرونی چار دیواری میں بھی دراڑیں پڑی ہوئی تھیں، چناں چہ وہ بھی ڈھادی گئی، ہماری آنکھوں کے سامنے اب مقدس حجرہ تھا، مجھے داخلے کی سعادت ملی، میں پچھلی طرف (یعنی شمالی سمت سے، جو قبلے کے مخالف سمت ہے) سے داخل ہوا،

خوش بو کی ایسی لپٹ آئی جو زندگی میں کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی، میں نے رسولِ کریم ﷺ اور ان کے دونوں خلفاء کی خدمت میں ادب سے سلام پیش کیا، مقدس حجرہ مربع شکل کا تھا، اس کی چار دیواری سیاہ رنگ کے پتھروں سے بنی تھی، جیسے خانہ کعبہ کی دیواروں میں استعمال ہوئے ہیں، چار دیواری میں کوئی دروازہ نہ تھا، میری پوری توجہ تین قبروں پر مرکوز تھی، تینوں سطح زمین کے تقریباً برابر تھیں، صرف ایک جگہ ذرا سا ابھار تھا، یہ شاید حضرت عمر کی قبر تھی، قبروں پر عام سی مٹی پڑی تھی، میں تعمیر نو کے کام میں مشغول ہو گیا، جو (سات ہفتوں میں) ۷/ شوال ۸۸۱ھ (بمطابق ۲۳/ جنوری ۱۴۷۷ء) کو مکمل ہوا''---



اس بات کو پانچ صدیاں بیت چکی ہیں، جن کے دوران کوئی انسان ان مہر بند اور مستحکم دیواروں کے اندر داخل نہیں ہوا۔ آج کل بعض لوگ رسولِ کریم ﷺ کی قبر کی شبیہ دکھاتے ہیں یا اس کی طباعت، اشاعت اور تشہیر کرتے ہیں، ان تصویروں پر کچھ لکھا نہیں ہوتا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ پچھلی صدی میں لیا ہوا فوٹو ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ صدیوں قبل کے کسی مصور کی نقاشی کا شاہ کار ہے۔ بات افراد تک محدود نہیں بلکہ بعض اوقات اخبارات بھی پوری نیک نیتی سے یہ تصاویر چھاپ دیتے ہیں، عقیدت مند مسلمان یہ تصاویر احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، انھیں دیدہ زیب فریموں میں لگا کر کسی اونچی یا مرکزی جگہ پر رکھا یا لٹکایا جاتا ہے۔ بعض عقیدت مند جن میں بعض بہت تعلیم یافتہ اشخاص بھی شامل ہوتے ہیں، ان تصاویر کا عقیدت سے بوسہ لیتے ہیں، انھیں آنکھوں سے لگاتے اور سر پر رکھتے ہیں۔

اب تک یہ کام خاموشی سے اور محدود پیمانے پر ہوتا رہا، انٹرنیٹ کے بعد ان تصاویر کی تشہیر و اشاعت میں ناقابلِ یقین حد تک اضافہ ہو سکتا ہے اور اب اگر کوئی چاہے تو یہ کروڑوں گھروں میں ایک ساتھ ایک لمحے میں پہنچ سکتی ہیں۔ انٹرنیٹ زیادہ تر اس نوجوان نسل کے زیر استعمال ہے، جسے ان حقائق کا علم نہیں، جو اس مضمون میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نوجوان ان تصاویر پر آسانی سے یقین کر لیں گے۔

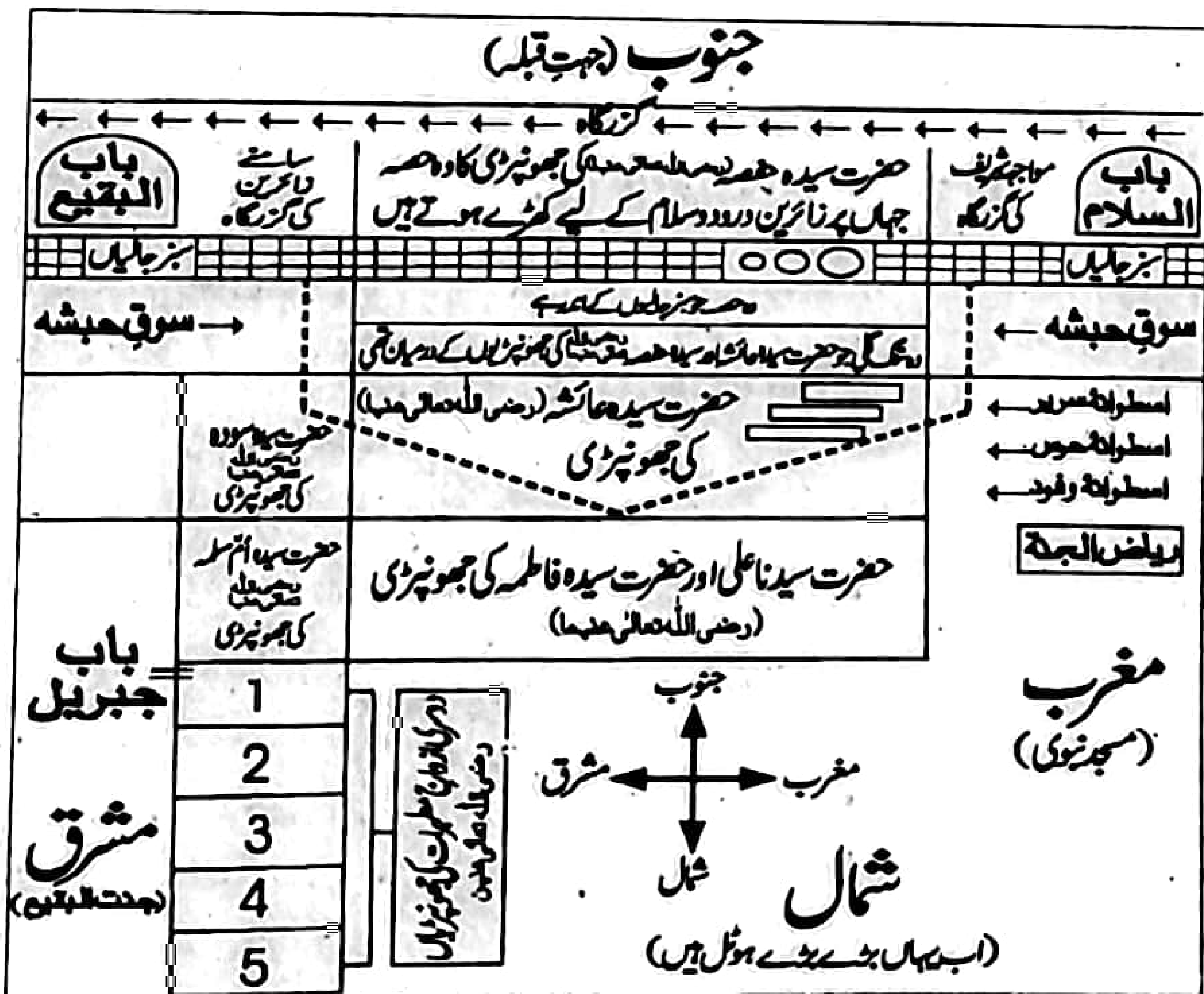
ان جعلی تصاویر کے شہ کاروں میں رسولِ کریم ﷺ کی قبر سطحِ زمین سے کافی اونچی دکھائی دیتی ہے، اس پر چادر تنی ہوئی ہے اور سرہانے عمامہ نظر آتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جن مہر بند دیواروں کے اندر کوئی انسان پانچ صدیوں سے داخل نہ ہوا ہو، وہاں کسی قبر کا فوٹو کیسے لیا جا سکتا ہے؟ علاوہ ازیں کیمرے کی ایجاد ۱۸۲۰ء سے ۱۸۳۰ء کے عشرے میں دو فرانسیسی موجدوں نے کی، گویا

کیمرہ ایجاد ہوئے ابھی پوری دو صدیاں بھی نہیں گزریں۔

جہاں تک مصوری کا تعلق ہے، تو اوّلاً نقاشی کے ان شہ کاروں پر نہ مصور کا نام درج ہوتا ہے اور نہ یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کی قبر کی شبیہ ہے، ثانیاً خواہ پہلی صدی ہجری ہو یا نویں صدی ہجری، ان قبروں کو جب بھی دیکھا گیا، وہ نہ سطحِ زمین سے بلند تھیں، نہ پکی تھیں، نہ ان کے گرد کوئی کٹہرا تھا، ان کے اوپر کوئی چادر تھی اور نہ ان کے سرہانے کوئی عمامہ تھا۔

اکیسویں صدی عیسوی میں جہاں ہر انسان کا یہ حق ہے کہ اُسے سچائی کا علم ہو، وہاں اس کا یہ فرض بھی بنتا ہے کہ وہ جھوٹ کو رڈ کرے۔ غلط فہمی دور کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے، جتنی غلط بیانی۔ اگر فہم یا بیان کی ان غلطیوں کا تعلق اللہ کے آخری رسول ﷺ کی ذات سے ہو تو ہر مسلمان کا انسان اور مسلمان ہونے کے ناطے یہ دہرا فرض بنتا ہے کہ وہ سچ کا بلا تاخیر اظہار کرے اور اس کی حسب توفیق تشہیر و اشاعت کرے۔

گزشتہ صفحات میں، جن مقدس مقامات کا نقشہ الفاظ میں کھینچا گیا تھا، ذیل میں وہ ایک نقشے کی شکل میں پیش ہیں:





نغمۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انسانیت کے قافلہ سالار آ گئے
نوعِ بشر کے سرور و سردار آ گئے
احسان مؤمنوں پہ، خدا نے جنھیں کہا
خوشیاں مناؤ، مؤمنو! سرکار آ گئے
ہاں جن کو اپنا نور، خدا نے کہا وہی
حق کے حبیب، دلبرِ غفار آ گئے
پہنے ہوئے لباسِ بشر، فرشیوں کے پاس
مہمانِ عرش، پیکرِ انوار آ گئے
جن کی مثال ازل سے ابد تک نہیں کوئی
جو قدرتِ خدا کے ہیں شہ کار، آ گئے
ویرانے کی طرح تھی زمانے میں زندگی
اس کو بنانے گلشن و گل زار آ گئے
ہر بے کس و حزیں کے وہ ہمدرد و خیر خواہ
ہر غم زدہ کے مشفق و غم خوار آ گئے
چوکھٹ پہ جن کی خم ہیں، زمانے کی گردنیں
جو جبرئیل (علیہ السلام) کے بھی ہیں، سردار آ گئے
اُن کے خدا نے اُن کو بہت کچھ عطا کیا
جنت ہے جن کی ملک، وہ مختار آ گئے
جن کی حیات، جن کا عمل، جن کی گفتگو
سب کے لیے ہے اُسوہ و معیار آ گئے
طارق نہیں ضلالت و ظلمت کا ڈر ہمیں
اَوجِ ہدیٰ کے نیّرِ ضَو بار آ گئے

طارق سلطان پوری



آیۂ صلوٰۃ کے مطالعاتی نکات

پروفیسر محمد شہباز قادری الازہری

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾---[۳۳:۵۶]

''بے شک اللہ تعالیٰ (ﷻ) اور اس کے فرشتے نبی کریم (ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود بھیجتے رہا کرو اور خوب سلام عرض کیا کرو''---

آیت صلوٰۃ کے الفاظ و مفردات، معانی و مضامین، اعجاز و بلاغت، اسلوبِ بیان اور حسن ترکیب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو جہاں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے کی فضیلت و عظمت اور اہمیت اجاگر ہوتی ہے، وہاں درود و سلام کے متعلق کیے جانے والے بے جا اعتراضات اور بے شمار سوالات کے جوابات بھی آشکار ہوتے ہیں۔ اس مختصر تحریر میں ہم اسی پہلو سے آیت صلوٰۃ کے مطالعہ سے چند نکات کا تجزیہ کریں گے۔

آیت کے پہلے حصے ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا (بھیجنا) سنت الٰہیہ ہے اور پھر تمام فرشتے بھی اسی سنت الٰہیہ پر عمل پیرا ہیں۔ آیت کریمہ کے دوسرے حصے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ میں مومنین کو بھی سنت الٰہیہ و ملائکہ پر عمل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

قرآنِ پاک احکام خداوندی کا مجموعہ ہے، کہیں نماز قائم کرنے کا حکم ہے تو کہیں زکوٰۃ

ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے، کہیں حج کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو کہیں روزے کے مسائل بتائے گئے ہیں، کہیں والدین کے حقوق کی تاکید کی گئی ہے، تو کہیں ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا گیا ہے، کہیں بارگاہِ نبوی میں حاضری کے آداب سکھائے گئے ہیں، تو کہیں اہل بیت کے ساتھ مودّت و شفقت کا درس دیا گیا ہے، کہیں اللہ تعالیٰ ﷻ کی عظمت و کبریائی بیان کی گئی ہے تو کہیں مؤمنین کو درجات عالیہ کی بشارت دی گئی ہے، لیکن آیت صلوٰۃ میں جس حسین انداز سے حضور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ اندازِ بیان کہیں اور نظر نہیں آتا۔ وہ یوں کہ اللہ رب العزت نے مؤمنین کو صلوٰۃ و سلام کا حکم دینے سے پہلے فرمایا یہ تو وہ کام ہے جسے میں بذات خود اپنی شان و عظمت کے مطابق اور میرے فرشتے بھی اپنی نورانیت و معصومیت کے ساتھ تسلسل سے کر رہے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس بابرکت فعل میں اسی طرح ہمارے شریک ہو جاؤ۔

آیت صلوٰۃ کے مطالعہ کے دوران دوسری بات جو ذہن میں سوال بن کر ابھرتی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک جو اپنی ذات، صفات، افعال اور اقوال میں یکتا و تنہا ہے، فرشتے اور مؤمنین حکمِ صلوٰۃ میں اس کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اس نکتے کو سمجھنے کے لیے ہم علم الصرف کی روشنی میں لفظ ''یُصَلُّوْنَ'' پر غور کریں گے۔ یہ لفظ ''صَلٰوۃٌ'' سے نکلا ہے۔ عربی لغت میں اس کا مادہ ''صلو'' (ص، ل، و) یا ''صلی'' (ص، ل، ی) ہے۔ قرآن و حدیث اور عربی زبان و ادب میں یہ لفظ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾---[۹:۱۰۳]

''تزکیہ اور تطہیر کی خاطر آپ ان کے مال میں سے (مساکین کے لیے) صدقہ قبول فرمائیں اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائیں، بے شک آپ کی دعاء ان کے لیے باعث سکونِ قلب ہے''---

میں صلوٰۃ بمعنی دعا استعمال ہوا ہے۔ صلوٰۃ کا ایک معنی اشاعت ذکر جمیل بھی ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت صلوٰۃ میں لفظ ''یُصَلُّوْنَ'' کا معنی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ﷻ ایسے انتظامات و اسباب پیدا فرماتا رہتا ہے جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی لازوال اور بے مثال شانوں اور عظمتوں کا شہرہ چہار دانگ

عالم میں پھیلتا رہتا ہے"---

تو اس طرح یہ ایک ہی لفظ مختلف مقامات پر مختلف معانی رکھتا ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم ہے کہ ایک لفظ ایک ہی آیت میں محض نسبتوں کے فرق سے مختلف معانی دے رہا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر "روح المعانی" میں اس آیت کریمہ کی تفسیر لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ عزوجل کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند کر کے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو غلبہ دے کر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو تا قیامت برقرار رکھ کر اس دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روز محشر امت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین و آخرین کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور پھر تمام مقربین پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبقت اور اولیت بخش کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو آشکار فرمائے گا"---

اور جب اس لفظ کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو "صلٰوۃ" کا معنی دعا ہوگا، یعنی ملائکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست بدعاء رہتے ہیں اور جب اس لفظ کی نسبت مؤمنین کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب ہے کہ مؤمنین، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت پر بے شمار احسانات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہدیۂ تبریک بصورتِ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں۔ یوں ہی جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف ہوگی تو معانی اور ہوں گے اور جب ملائکہ اور مؤمنین کی طرف نسبت ہوگی تو معانی مختلف ہوں گے، جن سے ذات الٰہی کے ساتھ شرک لازم نہیں آتا۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اذان کے شروع یا آخر میں درود و سلام پڑھنا بدعت ہے اور شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی اصل موجود نہ ہے۔ اس اعتراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے علم "اصول الفقہ" کی روشنی میں جب ہم آیت صلوٰۃ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت یوں واضح ہوتی ہے کہ یہ اعتراض بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام احکامات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) کو مختلف قیود کے ساتھ مقید کیا ہے، جب کہ صلوٰۃ و سلام کے حکم کو مطلق رکھا اور کسی بھی قسم کی قید سے مقید نہیں کیا۔ مثلاً نماز کے لیے مخصوص اوقات کا تعین فرما کر حکم دیا گیا:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾---[۴:۱۰۳]
''بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے''---

اب اوقاتِ نماز کا لحاظ کیے بغیر نماز کی ادائیگی ممکن نہ ہے۔ جب کہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے لیے کسی وقت کی قید نہیں، بلکہ کوئی مومن اذان سے پہلے یا بعد، دعا کی قبولیت کو متحقق کرنے کے لیے دعا سے پہلے اور بعد یا کسی بھی کام میں برکت کی غرض سے اول و آخر درود وسلام پیش کرے تو کوئی مضائقہ نہ ہے، بلکہ احادیث میں اس کی تاکید موجود ہے۔

ہاں! درود وسلام اذان کا حصہ نہیں ہے، اگر درود وسلام کے بغیر اذان دی جائے تو اذان مکمل ہے۔ اسی طرح حج کی ادائیگی کے لیے ماہ ذی الحج کے چند ایام کو مخصوص کیا گیا ہے۔ ان مخصوص ایام کے علاوہ حج کی ادائیگی ممکن نہ ہے، جب کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے۔ اگرچہ احادیث مبارکہ میں کہیں پیر کو (یوم میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں) زیادہ سے زیادہ درود وسلام پڑھنے کے فضائل بیان کیے گئے ہیں تو کہیں جمعۃ المبارک کو (سیّد الایام کہہ کر) کثرت سے بارگاہ نبوی ﷺ (علیہ افضل التحیۃ و الثناء) میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صیام کے لیے ماہ رمضان المبارک کو منتخب کیا گیا ہے، اب اگر کوئی شخص شوال یا شعبان میں روزے رکھ کر فرضیت صیام سے سبک دوش ہونا چاہے تو ممکن نہ ہے، کیوں کہ فرض روزے کی ادائیگی کے لیے ماہِ رمضان کا ہونا شرط ہے، جب کہ درود وسلام کا حکم کسی خاص مہینے کے ساتھ مقید نہ ہے، بلکہ سال کے تمام مہینوں، مہینوں کے تمام دنوں اور دنوں کے تمام اوقات میں جب بھی کوئی عاشق رسول بارگاہ محبوب ﷺ میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرے تو وہ شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

کچھ لوگ درود تاج، درود لکھی، درود خضری، درود مقدس، درود مستغاث اور مختلف صیغوں اور خاص طور پر (الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللّٰہ) کے الفاظ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درود ابراہیمی کے علاوہ باقی درود قرونِ اولیٰ میں نہ تھے، اس لیے وہ بدعت کے زمرے میں آتے ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ نماز کے اندر سورۃ فاتحہ کو پڑھنا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب [حدیث] کہ ''سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی'' کہہ کر واجب قرار دیا گیا ہے، اب اگر کوئی شخص سورۃ فاتحہ کے مخصوص الفاظ کے علاوہ پورا قرآن پاک بھی نماز میں

پڑھ لے تو ایک رکعت بھی ادا نہ ہو گی۔

اسی طرح مناسک حج میں تلبیہ لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک کے الفاظ کو مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی مرضی کے الفاظ کے ساتھ تلبیہ ادا کرنا چاہے تو ممکن نہ ہے، جب کہ درود و سلام کے لیے الفاظ مخصوص نہیں کیے گئے اور قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ قید نہیں لگائی گئی کہ درود ابراہیمی کے علاوہ دوسرے الفاظ کے ساتھ درود سلام پڑھنا منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اپنے انداز میں مختلف الفاظ کے ساتھ بارگاہ سرور کونین ﷺ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کیا ہے اور پھر ان مخصوص کے ساتھ عرض کیے گئے درود و سلام کا امت مسلمہ میں معمول بننا بارگاہ حق میں قبولیت کی علامت ہے۔ آج اگر ہر عاشق مصطفیٰ ﷺ درود تاج پڑھ کر اپنے دل میں راحت محسوس کرتا ہے تو یہی بات درود تاج کی بارگاہ نبوی ﷺ میں قبولیت کی سند ہے۔

اور پھر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کھڑے ہو کر درود سلام پڑھنا قرین قیاس نہ ہے اور قرآن و احادیث میں کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کا ذکر نہیں ملتا۔ معترضین اگر اس بات پر غور کریں کہ نماز کے اندر قیام، رکوع اور سجود کو فرض قرار دیا گیا ہے، بغیر کسی شرعی عذر کے اگر کوئی شخص قیام کیے بغیر نماز ادا کرنا چاہے تو نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح مناسک حج ادا کرنے کے لیے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا لازم ہے، اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے سعی ترک کر دے تو اس کا حج مکمل نہیں ہوتا، جب کہ درود سلام پڑھنے کے لیے کسی خاص حالت کو مقید نہیں کیا گیا تا کہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ ہر گھڑی، ہر حالت میں، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے جب چاہیں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے رہیں۔

علم النحو کی روشنی میں جب آیت صلوٰۃ کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بڑے لطیف اشارے کی طرف راہنمائی ملتی ہے کہ آیت صلوٰۃ میں درود و سلام پڑھنے کا حکم جس انداز سے دیا گیا ہے اس سے مقصود حق یہ ہے کہ ہر لحظہ، ہر گھڑی، ہر آن مختلف انداز و بیان اور عظمت و شان مصطفیٰ ﷺ کے شایانِ شان درود پیش کیا جائے۔ آیت صلوٰۃ کا آغاز جملہ اسمیہ سے ہو رہا ہے، جب کہ اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے۔ آیت کے شروع ﴿ان اللّٰہ و ملٓئکته یصلون علی النبی﴾ میں جملہ اسمیہ اور فعلیہ کا اشتراک بہت معنی خیز ہے۔ جملہ اسمیہ کے خواص میں سے ہے کہ اس کے اندر استمرار اور دوام کے معنی پائے جاتے ہیں، جب کہ جملہ فعلیہ

میں حدوث اور تجدد کے معنی مضمر ہوتے ہیں۔ ان نکات کی روشنی میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے ہر وقت (استمرار) بغیر کسی تعطل کے (بالدوام) مختلف انداز و بیان (حدوث) اور نئے اسلوب و کیفیت (تجدد) کے ساتھ حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس حکم میں شریک ہو جاؤ۔

اور پھر ﴿و رفعنا لک ذکرک﴾ [۴:۹۴] ﴿و للآخرۃ خیر لک من الاولٰی﴾ [۴:۹۳] کے مصداق عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ تو ہر لحظہ، ہر آن بلند سے بلند تر ہوتی رہتی ہے، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر آن، ہر لحظہ آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کے شایانِ شان ہدیۂ درود و سلام پیش کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ اللھم صل علٰی سیدنا محمد ''اے اللہ! تو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج'' کہہ کر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ہدیۂ درود و سلام عرض کرتے ہیں، اگرچہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم مؤمن کو دیا گیا ہے۔

علامہ ابن منظور (لسان العرب میں) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لفظ صلوٰۃ کا مفہوم یوں لکھتے ہیں کہ جب مؤمن بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے: اللھم صل علی سیدنا محمد...... الخ، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہم نہ تو شانِ رسالت کو کما حقہ جانتے ہیں اور نہ آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا حق ادا کر سکتے ہیں، اس لیے اعتراف عجز کرتے ہوئے ہم عرض گزار ہیں کہ اے مولا کریم! تو ہی اپنے محبوب ﷺ کی شان اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے، اس لیے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیج، جو آپ ﷺ کے شایان شان ہو۔

آیت کے شروع میں حرف (اِنَّ) سے پورے جملے میں تحقیق کے معنی پیدا ہو گئے ہیں کیوں کہ ''اِنَّ'' حروف مشبہ بالفعل میں سے ایسا حرف ہے کہ جب جملہ اسمیہ کے شروع میں آتا ہے تو اس میں تحقیق کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس مذکورہ نحوی اصول کی روشنی میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

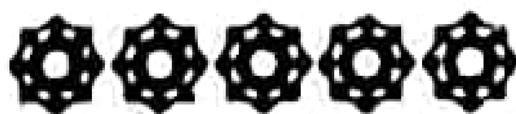
''کسی شک و شبہ اور تردد کے بغیر تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ ایمان والو! تم بھی کسی شک و شبہ اور تردد کے بغیر آپ ﷺ پر درود و سلام پیش کرتے رہا کرو''---

اور پھر آیت کے آخر میں (تسلیماً) مفعول مطلق ہے۔ مفعول مطلق سے مراد وہ مصدر ہے جو فعل کے بعد آئے اور اس کا مادہ فعل مذکورہ کا ہم معنی ہو۔ آیت صلوٰۃ میں ﴿و

سلموا ﴾فعل امر ہے اور پھر فعل کے متصل فعل کا ہم معنی مصدر ﴿تسلیماً﴾ مفعول مطلق کے طور پر آ کر جملہ میں تاکید کے معنی پیدا کر رہا ہے۔ مفعولِ مطلق ذکر کرنے سے مراد ہے کہ سلام پڑھنے کا حکم کوئی معمولی حکم نہیں، بلکہ فرمانے کے بعد تعمیل حکم کی تاکید کی جا رہی ہے۔ اس نحوی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے دور حاضر کے عظیم مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت کے اس حصہ ﴿و سلموا تسلیماً﴾ کا کیا خوب صورت ترجمہ کیا ہے ''اور خوب سلام عرض کیا کرو'' ---[تفسیر ضیاء القرآن] تو یوں آیت کے شروع میں حرف ﴿اِنَّ﴾ لا کر صلوٰۃ (درود) پڑھنے کو محقق کیا گیا اور آخر میں مصدر ﴿تسلیماً﴾ ذکر کر کے خوب سلام عرض کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اب ہم ایک اور اہم نکتے کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ جس طرح باقی احکام کو فرض قرار دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فعل امر (حکم) کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، اسی طرح مؤمن کے لیے درود و سلام بحضور خیر الانام ﷺ فرض قرار دیتے ہوئے فعل امر ہی کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً نماز اور زکوٰۃ کے لیے ﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰاکِعِیْن﴾ [۲:۴۳] کے الفاظ ہیں اور صیام کے لیے ﴿فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ﴾ [۲:۸۵] جب کہ حج اور عمرہ کو فرض قرار دیتے ہوئے یوں آیت نازل ہوئی ﴿وَ اَتِمُّوا الحَجَّ وَ الْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ﴾ [۲:۹۶] اسی طرح آیت صلوٰۃ میں درود کے لیے ﴿صلّوا﴾ اور سلام کے لیے ﴿و سلموا﴾ فعل امر ہی صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔ فعل امر سے مراد وہ حکم ہے جو حاکم اعلیٰ کی طرف سے رعایا کو بغیر کسی کمی بیشی کے پورا کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک دن میں پانچ نمازیں ادا کرنا فرض ہیں، اسی طرح درود و سلام پڑھنا بھی فرض عین ہے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوئی کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح اگر کوئی شخص درود و سلام کا قولاً یا فعلاً انکار کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، جب کہ کثرت سے درود و سلام پڑھنے کے فضائل سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں اور اولیاء اللہ اور ائمہ اطہار کے اقوال اس پر شاہد و عادل ہیں، جب کہ مؤمن کو کثرت سے درود و سلام عرض کرنے سے جو انوار و تجلیات عطا ہوتی ہیں ان کا شمار ممکن نہ ہے۔ مختلف علوم و فنون کی روشنی میں آیت صلوٰۃ کا مطالعہ کیا جائے تو معترضین کے سوالات و اعتراضات کے جوابات مستنبط ہوتے جاتے ہیں۔



آخری قسط

آداب درود

علامہ مولانا محمد علی نقشبندی

درود خوان کو چاہیے کہ بصد عجز و نیاز باادب ہو کر درود شریف زبان پر لائے، کیوں کہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو اِن شاء اللہ حصول رضا ورحمت جلد ہو گا:

- اوّل اپنے دِل کو روحانی امراض یعنی کبر و غرور، حسد و بغض وغیرہ سے پاک کیا جائے۔
- رِیا کاری، نفاق، تصنع اور دکھاوے سے دِل پاک ہو۔
- جسم ظاہری نجاست سے پاک ہو اور بدبودار چیز سے جسم آلودہ نہ ہو۔ اللہ کریم کی ذات پاک لطیف ہے اور حضور نبی کریم ﷺ خود لطیف ہیں، بدبودار چیز آپ ﷺ کو ناپسند تھی۔

اِس ضمن میں دو واقعات دُرِّ الثمین فی مبشرت الامین ﷺ سے درج کیے جاتے ہیں، جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے:

میرے والد حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں سے ایک دوست جو خود تو حقہ نہ پیتا تھا البتہ اس نے اپنے مہمانوں کے لیے حقہ رکھا ہوا تھا، اس نے ایک رات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا روئے مبارک پھیر لیا اور اس کے مکان سے باہر تشریف لے گئے۔ میرا دوست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھاگا اور عرض کرنے لگا۔

یارسول اللہ! مجھ سے کیا خطا ہو گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمھارے گھر میں حقہ ہے اور مجھے حقہ سے نفرت ہے۔

میرے والد محترم نے دو صالحین کا واقعہ بیان کیا ہے ایک تو ان میں سے عالم اور زاہد تھا اور دوسرا صرف زاہد تھا، دونوں ایک ہی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عابد کو تو مجلس پاک میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرما دی مگر زاہد و عالم کو اجازت نہ ملی، عالم نے بعض لوگوں سے معلوم کیا کہ مجھے اجازت کیوں نہ ملی، انھوں نے بتایا کہ تم حقہ پیتے ہو اور حقہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔ دوسرے دن زاہد اس عالم کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہا ہے اور اسے رات کی محرومی کا بہت افسوس تھا۔ اس نے حقہ سے توبہ کر لی، دوسری رات آتے ہی مجلس میں دونوں کو اجازت زیارت مل گئی۔

- لباس صاف ستھرا اور پاک ہو۔
- جس جگہ بیٹھ کر درود خوانی کی جائے، وہ جگہ پاک وصاف ہونی چاہیے۔
- اگرچہ درود شریف بے وضو پڑھنا جائز ہے لیکن محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ درود شریف باوضو پڑھا جائے۔
- جس جگہ بیٹھ کر درود شریف پڑھا جائے وہاں خوشبو کا اہتمام کیا جائے تو کیا کہنے۔
- درود خوانی قبلہ رو ہو کر کی جائے۔
- سراپا سپردگی کا عالم ہو محض اللہ تعالیٰ کے اِرشاد مبارک کی تعمیل اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفاعت کی نیت سے درود شریف پڑھا جائے، باقی دین و دنیا کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے:

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

- درود خوان درود شریف پڑھتے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال اور محاسن نبویہ کو دل میں مستحضر کریں اور یہ تصور کریں کہ امت کے والی شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

درود شریف پہنچ رہا ہے۔

- درود شریف پڑھتے وقت دنیا کی باتیں نہ کی جائیں۔
- درود شریف کے معانی ومطالب پر تدبر وغور کیا جائے۔
- غصہ کی حالت میں ہنسی اور لہو ولعب میں درود شریف نہ پڑھا جائے رقت قلب، خشوع و خضوع عجز و نیاز اور تضرع سے محبت کی منزل قریب آ جاتی ہے۔
- سنت مصطفیٰ ﷺ کی پیروی اور شریعت مطہرہ کی پابندی کی جائے، حرام اور مشتبہ کھانے سے پرہیز کیا جائے۔
- جب بھی سیّد المرسلین ﷺ کا اِسم گرامی کانوں میں پڑے تو ﷺ کہا جائے۔
- جہاں کہیں رحمت دو عالم ﷺ کا اِسم گرامی آئے تو لفظ سیّدنا کا اضافہ کیا جائے، اگرچہ کتاب میں نہ لکھا ہو، کیوں کہ نام مبارک سے پہلے لفظ سیّدنا بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔
- جب بھی امتی، امت کے غم خوار نبی مختار ﷺ کا اسم مبارک لکھے صلوٰۃ وسلام بھی لکھے یعنی ﷺ، اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، صرف "ص" یا صلعم پر اکتفا نہ کرے۔
- شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص صرف صلی اللہ علیہ پر اِکتفا کرتا تھا وسلم نہ لکھتا تھا، حضور انور ﷺ نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ تو اپنے آپ کو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا ہے، یعنی وسلم میں چار حروف ہیں، ہر حرف پر ایک نیکی اور ہر نیکی پر دس (۱۰) گنا ثواب، لہٰذا وسلم پر چالیس نیکیاں ہوئیں۔
- حضرت ابو سلیمان حرانی نے اپنا ایک قصہ نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابو سلیمان! جب تو حدیث میں میرا نام لیتا ہے اور اس پر درود بھی پڑھتا ہے تو پھر وسلم کیوں نہیں پڑھتا؟ یہ چار حروف ہیں اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، تو چالیس نیکیاں کیوں چھوڑ دیتا ہے۔
- ابراہیم نسفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے سے کچھ ناراض پایا۔ میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر نبی کریم ﷺ کے دست کرم کو بوسہ دیا اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں تو حدیث کے خدمت گاروں میں سے ہوں، اہل سنت سے ہوں، مسافر ہوں، حضور نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تو مجھ پر درود بھیجتا ہے تو سلام کیوں نہیں بھیجتا؟ اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ میں ﷺ لکھنے لگا۔ [قول بدیع]

- حضرت ابوز کریا عابدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، مجھے ایک دوست نے بتایا کہ بصرہ میں ایک آدمی حدیث شریف لکھا کرتا تھا اور بسبب بخل نام مبارک کے ساتھ درود شریف نہ لکھتا تھا، اس کے دائیں ہاتھ کو اِکلہ کی بیماری لگ گئی، یعنی اُس کا ہاتھ گل گیا۔
- شفاء الاسقام میں ہے کہ ایک کاتب کتابت کرتے وقت جہاں مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوتا تو اس کی جگہ صرف ''صلعم'' لکھتا، تو اس کا مرنے سے پہلے ہاتھ کٹ گیا۔ [سعادۃ الدارین]
- ایک شخص حضور سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صرف علیھم لکھا کرتا تھا، تو اس کے جسم کا ایک حصہ مارا گیا اور وہ مفلوج ہو کر مر گیا۔ [سعادۃ الدارین]
- اگر ایک مجلس میں کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ذکر کیا جائے تو طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر بار ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر مفتی کا فتویٰ یہ ہے کہ ایک بار پڑھنا واجب ہے اور پھر مستحب ہے۔
- جب درود پاک کا وظیفہ پڑھ لیا جائے تو اللہ کریم غفور و رحیم کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے درود شریف پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائی، کم از کم اتنا ضرور پڑھنا چاہیے۔

وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ٥ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥



الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کا ثبوت

محمد شریف گل

اِنَّ اللّٰـہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا---[القرآن]

"تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں نبی ﷺ پر، اے ایمان والو! تم بھی نبی ﷺ پر خوب صلوٰۃ وسلام بھیجو"---

۱ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام پیغام رسالت لائے تو سب درخت اور پتھریوں کہتے تھے:

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ---[مجمع الزوائد، جلد ۸، صفحہ ۲۶۰]

۲ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جہاں کہیں جاتے، سب درخت اور پہاڑ کہتے تھے:

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ---

۳ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میدانِ کربلا میں یوں پکارا:

یَا مُحَمَّدَاهُ یَا مُحَمَّدَاهُ صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰهُ وَ مَلَکُ السَّمَاهُ---[البدایہ والنہایہ، جلد۸، صفحہ۱۹۳]

۴ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (جگر گوشہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ) نے میدانِ کربلا سے یزید کی طرف روانگی کے وقت یوں فریاد کی:

یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْن

مَحْبُوْسَ اَیْدِی الظَّالِمِیْنَ فِی الْمَوْکَبِ وَ الْمُزْدَهِم

[سر الشہادتین، اردو، صفحہ۷۲]

5 حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رحلت سے قبل ۱۸ ہجری میں سخت قحط پڑا تو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نعرہ لگایا:

یَا مُحَمَّدَاهُ---[البدایہ والنہایہ، جلد۷، صفحہ۹۱]

۶ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ جب مسیلمہ کذّاب سے ہوا تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، جب یہ نازک حالت دیکھی تو:

نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ کَانَ شِعَارُهُمْ یَوْمَئِذٍ یَا مُحَمَّدَاهُ---

"پھر انہوں نے مسلمانوں کے شعار کے مطابق ندا کی اور اس دن مسلمانوں کا شعار یہ ندا تھی: یَا مُحَمَّدَاه"---

(یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے) یہ جنگ حضور ﷺ کی وفات شریف کے بعد ہوئی۔

[البدایہ والنہایہ، جلد۶، صفحہ۳۲۴]

۷ جنگ یرموک میں حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا نعرہ یہ تھا:

یَا مُحَمَّدُ یَا مَنْصُوْرُ اُمَّتِکَ---[ناسخ التواریخ وواقدی]

"اے محمد، اے فتح مند! اپنی امت کی خبر لیجیے"---

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نعرہ تھا: یَا مُحَمَّدَاه---[ناسخ التواریخ وواقدی]

۸ حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو "اوراد فتحیہ" پڑھے، اسے

ایک ہزار چار سو ولی کامل کی ولایت سے حصہ ملے گا۔ اور ادفتحیہ میں یہ درود شریف شامل ہے:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْن...... الخ---[انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ ۱۲۴]

۹ علامہ ابن قیم (امام وہابیہ و دیوبند) تحریر فرماتے ہیں، ابوبکر بن مجاہد نے خواب دیکھا کہ حضرت شبلی علیہ الرحمہ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے شبلی سے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اس لیے کہ شبلی ہر نماز کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھتا ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ.......... الخ---[القرآن]

اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ---[جلاء الافہام، ابن قیم، صفحہ ۳۶۰]

۱۰ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ (دیوبندیوں کے پیر و مرشد) فرماتے ہیں:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پڑھنے کے جواز میں شک نہیں---[امداد المشتاق، صفحہ ۵۹]

۱۱ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے ، اے حبیب کبریا ﷺ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل ، اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

[مناجات نالۂ امداد]

۱۲ شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا سہارن پوری (دیوبندی) فرماتے ہیں، بندہ کے خیال میں ہر جگہ درود و سلام اس طرح پڑھنا چاہیے:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ علیکَ یا رسُوْلَ اللّٰہ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ علیکَ یا نبیَّ اللّٰہ... الخ---[فضائل اعمال، درود شریف، صفحہ ۷۰۲]

۱۳ مولوی اشرف علی تھانوی (دیوبندی) لکھتے ہیں، آج یوں جی چاہتا ہے کہ دل کھول

کر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھوں، وہ بھی ان الفاظ سے:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ---

[شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ، صفحہ ۱۸]

۱۴ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب دربار رسالت میں پیش ہوتے تو یوں کہتے:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ---

[نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض، جلد ۳، صفحہ ۴۵۴]

۱۵ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر لے جانا اور یوں عرض کرنا:

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ یہ ابوبکر دروازہ پر حاضر ہیں---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا، دروازہ خود بخود کھلا اور قبر انور سے آواز آئی:

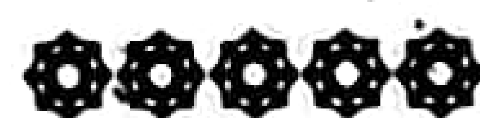
اُدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ---[تفسیر کبیر، جلد ۵، صفحہ ۴۷۵]

''حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ''---

۱۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ اطہر کے پاس سے گزرتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ بصیغہ خطاب کہا کرتے تھے---

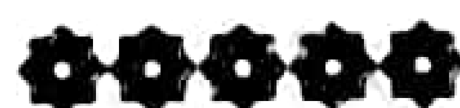
[مجالس شاہ عبدالقادر رائے پوری، بحوالہ ماہنامہ ملیہ، فیصل آباد، نومبر ۲۰۰۵ء]

۱۷ سب نمازی تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ بصیغہ خطاب پڑھتے ہیں۔



سرکار کی آمد پر جو جشن مناتے ہیں — ان کو تو میرے آقا طیبہ میں بلاتے ہیں
جس کا بھری دنیا میں غم خوار نہ ہو کوئی — محبوب خدا اس کو سینے سے لگاتے ہیں
اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس روز ہوئی آمد — ہر سال اسی دن کو ہم عید مناتے ہیں
اللہ کی رحمت میں رہتے ہیں ہمیشہ وہ — جو عشق محمد کو سینے میں بساتے ہیں
نازاں ہیں ملائک ان خوش بختوں کی قسمت پر — محمود جو آقا کا میلاد مناتے ہیں

مولانا حافظ محمود احمد نوری



دلائل الخیرات شریف

گلدستۂ درود وسلام

افتخار احمد حافظ قادری

دلائل الخیرات شریف مختلف صیغوں پر مشتمل گلدستہ درود وسلام اور دعاؤں کا مجموعہ ہے، جس کا مکمل نام مصنف نے خود کتاب کے مقدمے میں تحریر فرمایا ہے، وہ اس طرح ہے:

دَلَائِلُ الْخَيْرَاتِ وَ شَوَارِقُ الْاَنْوَارِ فِيْ ذِكْرِ الصَّلٰوةِ وَ السَّلَامِ عَلٰى نَبِيِّ الْمُخْتَارِ---

اس کی غرض وغایت بھی خود مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں بیان کردی ہے کہ:

فَالْغَرْضُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ ذِكْرُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ فَضَائِلِهَا---

''اس کتاب کو تحریر کرنے کی غرض وغایت حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک اور اس کی فضیلت کو بیان کرنا ہے''---

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فاس میں قیام پذیر تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ وضو فرمانے کے لیے کنویں پر تشریف لے گئے، لیکن اس وقت وہاں کوئی ایسی چیز میسر نہ تھی، جس کے ساتھ کنویں سے پانی نکالتے۔ آپ اس حالت میں تھے کہ اب کیا کریں کہ اچانک ایک لڑکی، جو ایک اونچی جگہ سے یہ منظر دیکھ رہی تھی، اس نے آپ کا نام پوچھا، جواب سن کر اس لڑکی نے کہا، آپ وہی شخصیت ہیں، جن کا ہر جگہ چرچا اور تعریف ہو رہی ہے اور صرف اس بات سے پریشان ہیں کہ کنویں سے پانی کس طرح نکالا جائے:

وَ بَصَقَتْ فِي الْبِئْرِ فَفَاضَ مَاءَ هَا حَتّٰى سَاحَ وَجْهَ الْاَرْضِ---

''تو اس لڑکی نے کنویں میں جیسے ہی اپنا لعاب ڈالا، تو پانی کنویں سے ابل کر باہر زمین پر آ گیا''---

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب وضو سے فارغ ہوئے، تو

اس لڑکی سے کہا:

''میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو مجھے بتا کہ تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟''---

جس کے جواب میں اس لڑکی نے کہا:

''یہ مقام مجھے اس شخصیتِ کبریٰ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے کہ جب آپ ﷺ جنگل میں سے گزرتے تو وحشی جانور تک آپ ﷺ کے دامنِ خیر و برکت سے لپٹ جاتے۔

فَحَلَفَ یَمِیْنًا اَنْ یُّؤَلِّفَ کِتَابًا فِی الصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ---

''آپ نے حلف اور قسم اٹھائی کہ وہ اب درود پاک پر ایک کتاب تحریر کریں گے''---

پھر آپ نے اس لڑکی سے وہ صیغۂ درود بھی حاصل کیا، جس کا وہ وِرد کیا کرتی تھی۔

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب ''دلائل الخیرات شریف'' بلادِ مغرب کے ایک شہر ''فاس''، جسے اولیاء کا شہر بھی کہا جاتا ہے، اس میں تحریر فرمائی۔ آپ نے کتاب مذکورہ کو تحریر کرتے وقت جامع قرویین کی لائبریری میں موجود کتب سے بھی استفادہ کیا۔ دلائل الخیرات شریف کی ساتویں حزب میں وہ درود پاک بھی موجود ہے، جس کو آپ نے اس لڑکی سے حاصل کیا تھا۔ اسے ''صلوٰۃ البئر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

شہر فاس کے مدرسہ الصفارین میں آج بھی آپ کا رہائشی حجرہ معروف و مشہور ہے، جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے اسی حجرہ مبارکہ میں دلائل الخیرات شریف تحریر فرمائی۔ بروز جمعرات، ۱۵؍نومبر، ۲۰۰۷ء، اس حجرۂ مبارکہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور تصاویر بھی بنائیں، جو بندہ کی کتاب ''زیاراتِ مراکش'' میں موجود ہیں۔ کنویں والا درود پاک یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً مَّقْبُوْلَةً تُؤَدِّیْ بِهَا عَنَّا حَقَّهُ الْعَظِیْمَ---

دلائل الخیرات شریف وہ عظیم کتاب ہے، جو دنیا کے کونے کونے میں پڑھی جاتی ہے۔ تمام معروف سلاسلِ طریقت کے شیوخ خود بھی اس کا وِرد کرتے ہیں اور اپنے مریدین کو بھی پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں اس وظیفہ کرود و سلام کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سرکارِ مدینہ ﷺ نے بعض خوش بختوں کو اس کتاب کی خود اجازت فرمائی۔ حضرت سیدی الصدیق الفلالی، اُمّی ولی اللہ ہو گزرے ہیں، آپ کو مکمل دلائل الخیرات حفظ تھی اور فرمایا کرتے تھے:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ عَلَّمَهٗ اِیَّاهُ مَنَامًا---

''رسول اللہ ﷺ نے انھیں خواب میں دلائل الخیرات شریف پڑھائی تھی''---

''کشف الظنون''میں دلائل الخیرات کے بارے میں یہ تحریر ہے:

وَ ھٰذَا الْکِتَابُ آیَةٌ مِّنْ آیَاتِ اللّٰہِ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ---

''یہ کتاب حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پاک کے متعلق ایسی کتاب ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے''---

یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کے ذریعے لوگوں کو برکت اور نور نصیب ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہ جو بھی دلائل الخیرات شریف کی پابندی سے قراءت کرے گا، ان شاء اللہ وہ جو حاجت بھی طلب کرے گا، اسے ضرور حاصل ہوگی۔

دلائل الخیرات شریف کے بے شمار فیوضات و برکات ہیں۔ بعض بزرگ اسے حل مشکلات کے لیے بھی مجرب قرار دیتے ہیں۔ حضرت شیخ ابی عبداللہ العربی علیہ الرحمہ کے ذاتی نسخۂ دلائل الخیرات کے آخر میں یہ عبارت تحریر تھی:

''دلائل الخیرات شریف کا ۴۰ مرتبہ پڑھنا، قضائے حاجات، حل مشکلات اور دفع غم کے لیے مجرب ہے۔ قاری کو چاہیے کہ وہ اس وظیفہ کو چالیس دن کے اندر اندر مکمل کرلے، تو ان شاء اللہ درودِ پاک کی برکت سے اس کی حاجت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، پوری ہوجائے گی''---

حضرت علامہ مہدی الفاسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کثرتِ درود شریف کی وجہ سے آپ کی قبرِ مبارک سے کستوری کی خوش بو آتی ہے۔ شہرِ مراکش کے قدیم حصے میں آپ کا مزارِ مبارک مشہور ومعروف ہے اور لوگ دور دور سے آپ کے مزارِ مبارک کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور مراکش کے سات مشہور واہم اولیاء کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے''---

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے ۷۷ سال بعد سعدین سلطانِ مراکش ابوالعباس سلطان احمد المعروف بہ الاعرج کے حکم سے جب آپ کے جسدِ اطہر کو قبر سے نکالا گیا تو اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود درود وسلام کی برکت سے اسی حالت میں تھا، جیسا وقتِ وصال اور مرورِ زمانہ کے قطعاً کوئی آثار نمایاں نہ تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک کے خط بھی بالکل تر وتازہ تھے۔ حاکم وقت یا اس کے کہنے پر کسی شخص نے جب آپ کے چہرۂ انور کو دبایا تو فوراً اس مقام سے خون ہٹ گیا اور جب اس نے انگلی اٹھائی تو خون پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آیا، جیسا کہ

زندہ آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کے جسدِ مبارک کو مراکش کے قدیم حصہ میں دفن کیا گیا اور اس پر ایک عمارت (روضہ) بھی تعمیر کی گئی۔

علامہ یفرنی فرماتے ہیں:

''سال ۱۱۳۴ھ میں خلیفہ مراکش نے آپ کے روضہ مبارک کو دوبارہ تعمیر کروایا اور سنگِ بنیاد کے موقع پر ایک محفل کا انعقاد بھی ہوا۔ اسی طرح سلاطین مولای اسماعیل اور محمد بن عبد اللہ کے دورِ حکومت میں مزارِ مبارک کی توسیع کے علاوہ بعض حصوں کو دوبارہ تعمیر کیا گیا''۔۔۔

دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ہمارے وطن عزیز پاکستان میں بھی ''دلائل الخیرات شریف'' کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔ یہ متبرک کتاب معروف سلاسل کے شیوخ کے اپنے وظائف میں بھی شامل ہوتی ہے اور مریدین کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ''دلائل الخیرات شریف'' کا انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی وِرد کیا جاتا ہے۔ یہ امر نہایت قابلِ ستائش و تحسین ہے کہ شہرِ کراچی میں اس نیک اور بابرکت کام کے لیے ایک مجلس بھی عرصہ سے قائم ہے، جس کا نام ''مجلس دلائل الخیرات شریف'' ہے، جس کے اہم اغراض و مقاصد میں ''دلائل الخیرات شریف'' کی قراءت، طباعت و اشاعت و بلا ہدیہ تقسیم و ترویج شامل ہے۔

دلائل الخیرات کی قراءت کے افتتاح کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے گھر کا انتخاب کیا گیا اور یہ عظیم سعادت کراچی کی مشہورِ زمانہ مسجد ''جامع مسجد آرام باغ'' کے حصہ میں آئی۔ بروز سوموار شریف، ۱۹ر صفر ۱۴۲۲ھ، بمطابق ۱۴ر مئی ۲۰۰۱ء، درود وسلام کی بابرکت مجلس کا افتتاح ہوا، جو بحمد اللہ تعالیٰ آج تک بغیر کسی ناغہ کے جاری وساری ہے اور ان شاء اللہ العزیز یہ بابرکت اور مقبول عمل جاری رہے گا۔ اس میں ہر طبقہ کے لوگ نہایت ذوق وشوق اور محبت سے شامل ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ درود وسلام پیش کر کے ثواب اور برکت کے ساتھ ساتھ سکونِ قلب کی عظیم دولت سے سرشار ہوتے ہیں۔ جامع مسجد آرام باغ کراچی میں ہر روز بعد نمازِ عصر بارگاہِ رب العالمین میں سیدی محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ایک عاجزانہ التجا پڑھی جاتی ہے، پھر تمام حاضرین مل کر اس دن کا حزب (منزل دلائل الخیرات شریف) پڑھتے اور سنتے ہیں اور مغرب کی اذان سے پہلے دعائے خیر و برکت کے ساتھ درود وسلام کی یہ بابرکت محفل اختتام پذیر ہوتی ہے۔

ہر قمری (چاند) ماہ کے پہلے اتوار کو قطبِ زمانہ صاحب دلائل الخیرات شریف حضرت سیدنا محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں بعد از نمازِ مغرب نعت خوانی ہوتی ہے، اس کے بعد تمام

حاضرین مل کر ایک مخصوص منقبت بارگاہِ سیدی الجزولی ﷫ میں پیش کرتے ہیں، پھر خطاب ہوتا ہے، جس کے اختتام پر دعا اور پھر لنگر شریف تقسیم کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ! اس بندۂ ناچیز کو کئی بلادِ عربیہ و اسلامیہ میں بزرگوں کے اعراس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن آج تک کسی ایسے عرس میں نہ تو شرکت کی اور نہ ہی سنا کہ کسی مقام پر صاحبِ دلائل الخیرات شریف کا سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔ یہ جان کر انتہائی دلی مسرت و راحت حاصل ہوئی کہ پاکستان کے شہر کراچی میں سیدی محمد بن سلیمان الجزولی ﷫ کا عرس منعقد ہوتا ہے۔ میری قلیل معلومات کے مطابق ایشیاء و بلادِ عربیہ میں صرف کراچی میں ہی مجلس دلائل الخیرات شریف کے زیرِ انتظام عرس منعقد ہوتا ہے۔ اب تک مجلس کے زیرِ انتظام چھ سالانہ عرسوں کی تقریبات منعقد ہو چکی ہیں۔ ان سالانہ عرسوں کی تقریبات کا آغاز ربیع الاوّل شریف ۱۴۲۳ھ، بمطابق ۲۰۰۲ء میں ہوا اور بحمد اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

سفر نامہ زیاراتِ مراکش، جو ۳۸ رنگین تصاویر سے مزین ہے، حاصل کرنے کے لیے فون نمبر 051-5510854 پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔



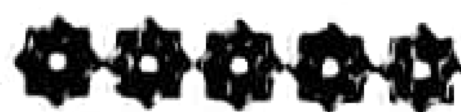
اعزاز

محترم ڈاکٹر محمد سلطان شاہ صدر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ جی سی یونی ورسٹی لاہور کی سیرت طیبہ کے موضوع پر انگریزی کتاب "Poverty alleviation in the light of the teachings of prophet MUHAMMAD (PBUH)" پر گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) خالد مقبول نے سیرتِ رسول ﷺ کانفرنس میں صوبائی سیرت ایوارڈ دیا۔ اسی کتاب پر قومی سیرت کانفرنس میں محمد میاں سومرو نگران وزیرِ اعظم پاکستان نے بین الاقوامی زبانوں میں اوّل آنے پر قومی سیرت ایوارڈ سے نوازا۔ ڈاکٹر صاحب کی اس سے قبل کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں، جن میں یوم ولادتِ مصطفیٰ ﷺ، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور عصری سائنسی تحقیق، راوی میں حمد و نعت، شاعرِ نعت، تحقیق / سرقہ، بھٹو اور قادیانی مسئلہ، ناموسِ رسول ﷺ کی اہمیت، "Pir Karam Al Azhari and his quranic exegcsis" شامل ہیں۔ وہ متعدد کانفرنسوں میں بھی اپنے مقالات پیش کر چکے ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے مقالات اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں ہیں۔

ان کا تعلق بھیرہ کے معروف مذہبی و روحانی خاندان سے ہے۔

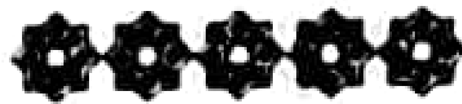
ادارہ نور الحبیب ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کو اس اعزاز پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔



نشید شھر المولد

رَحِّبُوْ یَا مُسْلِمِین — شَھْرَ خَتْمِ الْمُرْسَلِیْن
فِیْہِ وُلِدَ النَّبِی — رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن
یَفْرَحُوْنَ بِقُدُوْمِہٖ — اَھْلُ دِیْنٍ اَجْمَعِیْن
بُشْرٰی عَاجِلَۃً لِّلْمُؤْمِن — غَیْظٌ لِّلْمُنَافِقِیْن
اِثْنَا عَشَرَ مِنْ رَبِیْعِہٖ — یَوْمُ عِیْدِ الْمُؤْمِنِیْن
فِیْہِ نُوْرٌ وَّ سُرُوْرٌ — اَفْرِحُوْ یَا عَاشِقِیْن
رَبُّنَا مَنَّ عَلَیْنَا — بِشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْن
خُذْ بِلُطْفِکَ حَسَنِیًّا — یَا غِیَاثَ الْمُغْرِقِیْن

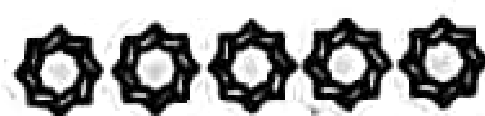
فقیر محمد اسماعیل حسنی



نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چھائی ہے خیالوں پہ ثنا لمحہ بہ لمحہ — چلتی ہے عطاؤں کی ہوا لمحہ بہ لمحہ
اس ہادیٔ انساں کو بہر گام بہر حال — مقصود ہے انساں کا بھلا لمحہ بہ لمحہ
سہتا ہے دل و جاں پہ ستم کفر کے ہاتھوں — وہ پھر بھی ہے مصروفِ دعا لمحہ بہ لمحہ
ہے شاملِ حال اس کا کرم لحظہ بہ لحظہ — امت کو ہے وہ دیکھ رہا لمحہ بہ لمحہ
تذکارِ شہنشاہِ دوعالم کی بدولت — سرشار ہے جاں صبح و مسا لمحہ بہ لمحہ
یہ بادِ مدینہ کی لطافت کا اثر ہے — رہتا ہے شجر دل کا ہرا لمحہ بہ لمحہ
صد شکر کہ آلام ڈرا پائے نہ مجھ کو — یوں نعت نے سرمست رکھا لمحہ بہ لمحہ
فیضان درود اور سلام اس پہ سدا بھیج — سانسوں میں یہی ورد پکا لمحہ بہ لمحہ

فیض الرسول فیضان



محمد رسول اللہ ﷺ کے معارف

مولانا محمد الیاس رضوی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ الفتح ر ۲۹)

ترجمہ: (روحِ عالم) محمد، اللہ کا رسول ہے-

(۱) اس کلام الٰہی میں تین کلمات مبارکہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کلمہ مبارکہ بے نقطہ ہے (ترجمہ بھی بے نقطہ کیا گیا ہے) اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے عیب ذاتِ مقدسہ نے محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات اور آپکی رسالت کو بے عیب بنایا ہے-

(۲) اس کلامِ الٰہی میں مندرجہ ذیل تین کلمات مبارکہ ہیں-

(۱) محمد (۲) رسول (۳) اللہ

پس جس سعادت مند نے اس کلامِ الٰہی کا زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اسکے تقاضہ پر اپنے عمل سے شہادت دی تو اس کیلئے (۱) عالمِ دنیا (۲) عالمِ برزخ (۳) عالمِ آخرت میں کامیابی وکامرانی، راحت وآسانی اور فوز وفلاح مقدر ہو گی-

(۳) اس کلامِ الٰہی کے ہر کلمہ مبارکہ کے عدد کو باہم جمع کیجئے تو 454 کا عدد حاصل ہو گا- ملاحظہ فرمایئے:

اللہ		رسول		محمد
454 = 66	+	296	+	92

لفظِ جنّٰت (باغات) کا عدد بھی 454 ہے پس وہ خوش نصیب جس نے اس کلامِ الٰہی کا زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اسکے تقاضہ پر اپنے عمل سے گواہی دی تو اس کیلئے باغاتِ اُخرویہ ہوں گے-

④ اس کلامِ الٰہی میں تین کلمات مبارکہ اور بارہ حروف مبارکہ ہیں، ان دونوں کو باہم جمع کیجئے تو 15 کا عدد حاصل ہوگا پس جس خوش قسمت نے اس کلامِ الٰہی کا زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اسکے تقاضہ پر عمل کیا تو امید واثق ہے کہ اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند اور اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے۔ (15=8+7)

⑤ اس کلامِ الٰہی میں تین کلمات مبارکہ اور بارہ حروف مبارکہ ہیں جیسا کہ تفسیر نعیمی میں مرقوم ہے اس میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ یہاں جس ذاتِ مبارکہ کی رسالت کا بیان ہے اسکی ولادت باسعادت سال کے تیسرے ماہ کی بارہویں تاریخ میں ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شہر ربیع الاول۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں پیر کے دن، ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ میں ہوئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سیرت ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۹، ضیاء النبی ج ۲ ص ۲۷)

⑥ اس کلامِ الٰہی میں سید الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ کی رسالت کا بیان ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

سبحان اللہ! اس میں پہلا کلمہ مبارکہ اسمِ رسالت **محمد**، دوسرا کلمہ مبارکہ **رسول** اور تیسرا کلمہ مبارکہ اسمِ جلالت **اللہ** ہے ان میں سے ہر ایک کلمہ مبارکہ کا عدد جو اس کے تحت لکھا ہوا ہے ذہن نشین کر لیجئے۔

اللہ	رسول	محمد
66	296	92

اب پہلے کلمہ کے اکائی اور دہائی، دوسرے کلمہ کے اکائی، دہائی اور سینکڑہ اور تیسرے کلمہ کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو 40 کا عدد حاصل ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے: 40=6+6+2+9+6+9+2

رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال ہی کی عمر مبارک میں اعلانِ رسالت فرمایا یہی صحیح قول ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

(۷) پنجوقتہ فرض نمازوں کی کل رکعات (17) ہیں اور (محمد رسول اللہ) کے کلمات مبارکہ قرآن حکیم کی سورۃ الفتح کی آیت نمبر (29) میں آئے ہیں، اس کلام الٰہی میں (3) کلمات اور (12) حروف ہیں اگر ان کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو (17) کا عدد حاصل ہوگا اور پنجوقتہ فرض نمازوں کی کل رکعات بھی (17) ہیں۔

	حروفِ مبارکہ		کلماتِ مبارکہ		آیتِ کریمہ
17 =	1+ 2	+	3	+	2 + 9

	عشاء		مغرب		عصر		ظہر		فجر
17 =	4	+	3	+	4	+	4	+	2

نیز اس کلام الٰہی میں پہلا کلمہ اسمِ رسالت **محمد** ہے اور اس میں (4) حروف مبارکہ ہیں اور ہر فرض نماز میں بھی اسمِ اقدس **محمد** (4) مرتبہ پڑھا جاتا ہے علاوہ ازیں ایمان کے بعد دین اسلام کے ارکان بھی (4) ہیں۔ اس کلام الٰہی میں دوسرا کلمہ مبارکہ **رسول** ہے اور اس کا عدد (296) ہے اس کے اکائی، دہائی اور سینکڑہ کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو (17) کا عدد حاصل ہوگا اور سرور دوعالم محمد ﷺ نے جب **رسول** ہونے یعنی اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو لوگ آپکے مخالف ہو گئے (حالانکہ اس سے قبل یہی لوگ آپکو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے) اور اسی بنیاد پر حق و باطل کے درمیان پہلا ہوا غزوہ ہوا جو غزوۂ بدر سے موسوم ہوا اور یہ غزوہ بھی ماہِ رمضان المبارک کی (17) تاریخ کو ہوا۔

(۸) اس کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی اسم مبارک **اللّٰہ** اور نبی کریم ﷺ کا ذاتی اسم کریم **محمد** کا ذکر ہے اسمِ جلالت **اللّٰہ** بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں اور اسمِ رسالت **محمد** کہتے ہیں تو دونوں لب مل جاتے ہیں کہ آپ ﷺ مخلوق کو خالق عزوجل سے ملانے ہی تو آئے ہیں اگر انکا واسطہ نہ ہو تو مخلوق، خالقِ کائنات کے قرب کے حصول سے بہت ہی دور ہو۔

(۹) اس کلام الٰہی میں پہلا کلمہ مبارکہ اسمِ رسالت **محمد** ہے اور اس میں چار

حروف ہیں نیز اسمِ رسالت **محمد** بھی قرآن حکیم میں چار ہی مقام پہ آیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر حرف کے عوض اسم رسالت **محمد** آیا ہے اور اس سے یہ لطیف اشارہ ملتا ہے کہ ذاتِ محمد ﷺ علی الاطلاق کامل واکمل حسن و کمال ہے نیز چار حروف سے چار مقام کی نفی کر دیں تو کچھ باقی نہ رہے گا، اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبین ہیں، آپکے بعد کوئی نبی اور کوئی رسول مبعوث نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱۰) کلامِ الٰہی (محمد رسو ل اللہ). محمد ﷺ کے "رسول اللہ" ہونے میں نصِ قطعی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف اعلانِ رسالت کے تئیس سال بعد ہوا اور (محمد رسو ل اللہ) کے کلمات مبارکہ، قرآن حکیم کی اڑتالیسویں سورت مبارکہ کی انتیسویں آیت کریمہ میں ہیں اب سورت کا نمبر جو 48 ہے اس کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو 12 کا عدد حاصل ہو گا اور آیت کا نمبر جو 29 ہے اس کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو بھی باہم جمع کیجئے تو 11 کا عدد حاصل ہو گا پھر ان دونوں حاصل شدہ عددوں کو باہم جمع کیجئے تو 23 کا عدد حاصل ہو گا اور اعلان رسالت کے بعد سے وصال شریف تک آپ ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ تئیس سال ہی ہے۔

(۱۱) " الفتح " جو قرآن حکیم کی اڑتالیسویں سورت مبارکہ ہے اس میں چار رکوع، انتیس آیات، پانچ سو اڑسٹھ کلمات اور دو ہزار پانچ سو انسٹھ حروف ہیں جیسا کہ تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔

مذکورہ بالا تمام اعداد کو باہم جمع کیجئے تو 3208 کا عدد حاصل ہو گا۔

ملاحظہ فرمایئے : 3208 = 2559+568+29+4+48

اب حاصل شدہ عدد کے اکائی (8) دہائی (0) سینکڑہ (2) اور ہزار (3) کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو 13 کا عدد حاصل ہو گا۔

ملاحظہ فرمایئے : 13 = 3+2+0+8

13 کے عدد سے اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ ظاہری حیات

مبارکہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اب اگر ہزار کا ہندسہ (3) چھوڑ کر باقی ہندسوں کو جمع کیجئے تو 10 کا عدد حاصل ہوگا، اس میں اعلانِ نبوت کے بعد مدینہ منورہ کی دس سالہ ظاہری حیات مبارکہ کی طرف اشارہ ہے اور اگر سینکڑہ کا ہندسہ بھی چھوڑ کر جمع کیجئے تو 8 کا عدد حاصل ہوگا اور صرف اکائی کا ہندسہ بھی 8 ہے اور کلامِ الٰہی (محمد رسول اللہ) کے ابتدائی دو کلمات **محمد** اور **رسول** کے حروف بھی آٹھ ہیں اور اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ پہلے ذکر کردہ مکی و مدنی حیات مبارکہ کا بیان اس ذاتِ بابرکات کا ہے جن کا اسم گرامی **محمد** ہے جو رسول مکرم ہیں۔

(۱۲) قرآنِ حکیم کی ان سورتوں اور آیتوں کے نمبر ذیل میں ملاحظہ فرماتے ہوئے ذہن نشین کر لیجئے جن میں اسمِ رسالت **محمد** آیا ہے۔

(۱) سورۃ آلِ عمران / 3، آیت / 144 (۲) سورۃ الاحزاب / 33، آیت / 40

(۳) سورۃ محمد / 47 آیت / 2 (۴) سورۃ الفتح / 48 آیت / 29

اب اولاً پہلی سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے عدد کے اکائی (4) دہائی (4) سینکڑہ (1) کے ہندسوں کو باہم جمع کیجئے تو 9 کا عدد حاصل ہوگا اسی طرح دوسری سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے ہندسوں کو جمع کیجئے تو 4 کا عدد حاصل ہوگا پھر ان دونوں حاصل شدہ عددوں کو باہم جمع کرنے پر 13 کا عدد حاصل ہوگا۔

ثانیاً تیسری سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے اکائی کے ہندسہ (2) کو چوتھی سورت مبارکہ کی آیت کریمہ کے اکائی (9) اور دہائی (2) کے ہندسوں میں جمع کیجئے تو اس صورت میں بھی 13 کا عدد حاصل ہوگا۔

پہلی صورت :

9 = 1+4+4

+4 = 4+0

13

دوسری صورت : 2 = 2

2+9 = 11 +

13

ان دونوں صورتوں میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے تیرہ سال گزارے اور ان میں آپ کو انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کی طرف 13 کے عدد کی تکرار سے اشارہ ملتا ہے اور اگر ذکر کردہ چاروں سورتوں کے نمبروں کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کی باہم نفی کرنے پر حاصل ہونیوالے اعداد کو باہم جمع کیجئے تو 10 کا عدد حاصل ہوگا، اس میں اعلان نبوت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سالہ ظاہری حیات مبارکہ کی طرف اشارہ ملتا ہے اور ان میں مکہ مکرمہ کے تیرہ سالوں کی مانند انتہائی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا لہذا یہاں 10 کے عدد کی تکرار بھی نہیں ہے نیز مدینہ منورہ کی دس سالہ ظاہری حیاتِ مبارکہ کے بعد آپ ﷺ ملأ اعلیٰ سے جا ملے چونکہ یہاں دنیا سے نکل کر ملأ اعلیٰ سے جا ملنا ہے سو یہاں پہلے نفی اور اسکے بعد جمع کو اختیار کیا گیا۔

پہلی سورت مبارکہ کا نمبر . 3 =

دوسری // // // // : 3-3 = 0

تیسری // // // // : 4-7 = 3

چوتھی // // // // : 4-8 = 4 +

10

(۱۳) اسم رسالت **محمد** کا عدد 92 ہے اور اس عدد میں اکائی کا ہندسہ (2) ہے اس میں اشارہ ہے کہ **محمد** ﷺ کی ذاتِ بابرکات دوسرے درجہ والی ہے۔ یعنی

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نیز 92 کے عدد میں دہائی کا ہندسہ (9) ہے اور اس ہندسہ کی یہ خصوصیت ہے کہ نوکا پہاڑا پڑھے تو ہر درجہ میں 9 کا ہندسہ ہی حاصل ہوگا۔ غور فرمائیے:

9 x 1 = 9------------9	9 x 6 = 54 (5 + 4) 9
9 x 2 = 18 (1 + 8) 9	9 x 7 = 63 (6 + 3) 9
9 x 3 = 27 (2 + 7) 9	9 x 8 = 72 (7 + 2) 9
9 x 4 = 36 (3 + 6) 9	9 x 9 = 81 (8 +1) 9
9 x 5 = 45 (4 + 5) 9	9 x 10 = 90 (9 +0) 9

اسی طرح نوکا پہاڑا پڑھتے جائیے اور جانتے جائیے کہ نوکا ہندسہ ہر درجہ میں باقی رہتا ہے، فنا نہیں ہوتا اب مزید چند مختلف مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

9 x 66 = 594 (5 +9+ 4) 18 (1 + 8) 9

9 x 92 = 828 (8 + 2 +8) 18 (1 + 8) 9

9 x 296= 2664 (2+6+6+4)18 (1 + 8) 9

اس میں اشارہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے نام اقدس کے عدد کو ایسی بقا ملی ہے تو آپکی ذاتِ مقدسہ کی بقا کا عالم کیا ہوگا؟

(۱۴) ارشاد باری تعالیٰ (محمد رسول اللہ) میں بارہ حروف مبارکہ ہیں اور کلامِ الٰہی (لا الہ الا اللہ) میں بھی بارہ حروف ہیں جیسا کہ تفسیرِ نعیمی میں ہے۔

(لا الہ الا اللہ) کے کلماتِ مبارکہ سورۂ "محمد" کی انیسویں آیت کریمہ میں ہیں اور یہ قرآنِ حکیم کی سینتالیسویں سورت مبارکہ ہے اب اس سورت مبارکہ اور آیت کریمہ کے عدد کو باہم جمع کیجئے تو 66 کا عدد حاصل ہوگا اور اسم جلالت اللہ کا عدد بھی 66 ہے اور (لا الہ الا اللہ) میں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان یہی ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ بمنزلہ دعویٰ کے ہے اور (محمد رسول اللہ) اسکی دلیل

ہے اور دعویٰ اور دلیل دونوں میں سے ہر ایک کے حروف بارہ ہیں، اس میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں کامل مطابقت ہے نیز جس ذاتِ بابرکات کو محمد کہا گیا ہے وہ عیب و نقص اور برائی و ذم سے پاک ہے اور مجسمہ حسن و کمال ہے۔ اس لئے کہ وہ دلیل ہے (لااله الا الله) کی اور (لا اله الا الله) کا دعویٰ بالکل بے عیب ہے اس لئے اسکی دلیل بھی بے عیب ہونی چاہئے لہذا اس بے عیب دلیل کا نام ہے (محمد رسول الله)

☆اسمِ جلالت اللہ اور اسمِ رسالت محمد☆
(کے حروف واعداد میں چند مناسبات)

پہلی مناسبت : اسمِ جلالت اللہ کے حروف (4) ہیں اور اسمِ رسالت محمد کے حروف بھی (4) ہیں۔

دوسری مناسبت : اسمِ جلالت اللہ کے چاروں حروف بے نقطہ ہیں اور اسمِ رسالت محمد کے چاروں حروف بھی بے نقطہ ہیں۔

تیسری مناسبت : اسمِ جلالت اللہ کے تیسرے حرف پر تشدید (ّ) ہے اور اسمِ رسالت محمد کے بھی تیسرے حرف پر تشدید ہے۔

چوتھی مناسبت : اسمِ جلالت اللہ کے دو حروف آحاد سے ہیں اور دو عشرات سے اور اسمِ رسالت محمد کے بھی دو حروف آحاد سے ہیں اور دو عشرات سے یعنی اسمِ جلالت کے دو حروف جو آحاد سے ہیں وہ (ہمزہ) اور (ھا) ہیں اور عشرات سے (لام) اور (لام) ہیں اور اسمِ رسالت کے دو حروف جو آحاد سے ہیں وہ (حا) اور (دال) ہیں اور عشرات سے (میم) اور (میم) ہیں، آحاد سے مراد ایک سے نو تک کی اکائیاں اور عشرات سے مراد دہائیاں ہیں چونکہ 'ہمزہ' کا عدد (1) اور 'ھا' کا عدد (5) اور 'حا' کا عدد (8) اور 'دال' کا عدد (4) ہے لہذا یہ حروف آحاد سے ہیں جبکہ 'لام' کا عدد (30) اور 'میم' کا عدد (40) ہے پس یہ حروف عشرات سے ہیں۔

پانچویں مناسبت : اسم جلالت اللّٰہ کے اعداد 66 کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم ضرب دے کر پھر حاصل ضرب کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو جمع کر لیجئے تو 9 کا عدد حاصل ہو گا ملاحظہ فرمائیے : 36 = 6 x 6 , 9 = 3 + 6

اسی طرح اسم رسالت محمد کے اعداد 92 کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو باہم ضرب دے کر پھر حاصل ضرب کے اکائی اور دہائی کے ہندسوں کو جمع کر لیجئے تو بھی 9 کا عدد حاصل ہو گا ملاحظہ فرمائیے : 18 = 9 x 2 , 9 = 1 + 8

☆ حروف کے اعداد کا جدول ☆

ز 7	و 6	ہ 5	د 4	ج 3	ب 2	ا 1
ن 50	م 40	ل 30	ك 20	ی 10	ط 9	ح 8
ش 300	ر 200	ق 100	ص 90	ف 80	ع 70	س 60
غ 1000	ظ 900	ض 800	ذ 700	خ 600	ث 500	ت 400

☆ کلمہ محمد کی تشریح ☆

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ كُلُّ جَامِعٍ بِصِفَاتِ الْخَيْرِ يُسَمّٰى مُحَمَّدًا۔

ترجمہ . اہل لغت کہتے ہیں کہ جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اسے محمد کہتے ہیں۔
(ضیاء النبی ج ۲ ص ۶۱)

امام محمد ابوزہرہ اسم **محمد** کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اِنَّ صِیْغَةَ التَّفْعِیْلِ تَدُلُّ عَلٰی تَجَدُّدِ الْفِعْلِ وَ حُدُوْثِهٖ وَقْتًا بَعْدَ اٰخَرَ بِشَكْلٍ مُّسْتَمِرٍّ مُّتَجَدِّدًا اٰنًا بَعْدَ اٰنٍ وَ عَلٰی ذٰلِكَ یَكُوْنُ مُحَمَّدٌ اَیْ یَتَجَدَّدُ حَمْدُهٗ اٰنًا بَعْدَ اٰنٍ بِشَكْلٍ مُّسْتَمِرٍّ حَتّٰی یَقْبِضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ۔ (خاتم النبیین ج/۱ص/۱۱۵)

ترجمہ: "تفعیل کا صیغہ، کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور لمحہ بہ لمحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر آن وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے اس تشریح کے مطابق **محمد** کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لمحہ ہر گھڑی نوبنو تعریف وثنا کی جاتی ہو۔" (ضیاء النبی ج/۲ص/۶۲)

علامہ سہیلی اس نام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَالْمُحَمَّدُ فِی اللُّغَةِ هُوَ الَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ۔

(الروض الانف ج/۱ص/۱۸۲)

ترجمہ: "یعنی لغت میں **محمد** اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔

(ضیاء النبی ج/۲ص/۶۲)

☆ رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک "محمد" کی تشریح ☆

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابی مالکی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء ہیں، اور نبی ﷺ کے بھی اتنے ہی اسماء ہیں، اور ساٹھ سے زیادہ اسماء کا انھوں نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

"محمد" حمد سے ماخوذ ہے اور مُفَعَّل کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بہت زیادہ حمد کیا ہوا، نبی ﷺ اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی

ایسی حمد کی ہے جو کسی اور کی نہیں کی، اور آپ کو وہ محامد عطا کئے ہیں جو کسی اور کو عطا نہیں کئے اور قیامت کے دن آپکو وہ چیزیں الہام کرے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کرے گا، جس شخص میں خصال محمودہ کامل ہوں اس کو محمد کہا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ باب، تکثیر کیلئے ہے یعنی جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے وہ محمد ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج/ ۶ ص/ ۱۴۳-۱۴۲ شرح صحیح مسلم ج/ ۶ ص/ ۸۱۲)

علامہ ابن قتیبہ نے کہا کہ آپ کی نبوت کی علامات میں سے یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام "محمد" نہیں رکھا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا "ان سے پہلے ہم نے یہ نام نہیں رکھا" البتہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے آپ کی ولادت کے زمانہ کے قریب آنے کی بشارت دی تو بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید ان میں سے کوئی وہ نبی ہو، لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس کو رسول بنانا ہے زیادہ مشہور یہ کہ پندرہ بچوں کا نام "محمد" رکھا گیا تھا۔

(جمع الوسائل ج/ ۲ ص/ ۲۲۷، شرح صحیح مسلم ج/ ۶ ص ۸۱۳)

مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

"حمد کسی حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور آپ علی الاطلاق محمد ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علی الاطلاق حسن اور کمال ہیں اگر آپ میں کسی وجہ یا کسی اعتبار سے کوئی نقص اور عیب ہوتا تو آپ علی الاطلاق محمد نہ ہوتے کیونکہ نقص اور عیب کی مذمت ہوتی ہے، حمد نہیں ہوتی اور آپکو کسی زید یا بکر نے محمد نہیں کہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے محمد کہا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی نقص یا عیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو مطلقاً محمد کہنا صحیح نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کلام غلط ہو سکتا ہے نہ آپ میں کوئی نقص اور عیب ہو سکتا ہے، یہ بات مشرکین عرب کو بھی معلوم تھی وہ آپ میں عیب نکالتے پھر آپ کو محمد کہتے انہیں خیال آیا کہ محمد کہہ دینے سے تو آپ سے ہر عیب کی نفی ہو جاتی ہے اس لیے وہ آپکو مُذَمَّم (مذمت کیا ہوا) کہنے لگے کہ مذمم میں یہ عیب ہے اور مذمم ایسا ہے، حضور علیہ السلام نے یہ سنا تو فرمایا وہ مجھ میں عیب

نہیں نکالتے کسی مذمم میں عیب نکالتے ہیں، میں مذمم نہیں، **محمد** ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش و لعنھم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۰۱، شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۱۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کے سب و شتم کو کس طرح دور کر دیا وہ مذمم کو برا کہتے ہیں اور مذمم کو لعنت کرتے ہیں اور میں **محمد** ہوں۔

ایک دفعہ میں(۱) نے تقریر میں آپ کے مطلقاً حسن اور کمال ہونے میں آپ کے **محمد** ہونے سے استدلال کیا اور کہا کہ آپ کا **محمد** ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہ ہو، اس پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ بتاؤ غیر کا محتاج ہونا حسن ہے یا عیب! اگر یہ حسن ہو تو تمام محاسن اور کمالات کا جامع اللہ تعالیٰ ہے پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے اور اگر یہ عیب ہو تو آپ میں یہ عیب ثابت ہو گیا کہ آپ اپنے غیر کے محتاج ہیں کیونکہ آپ بہر حال اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، میں نے کہا یہ آپ کے لیے کمال ہے اور اللہ کے لیے نقص ہے جیسے عبادت کمال ہے مگر یہ مخلوق کے لیے کمال ہے اللہ کے لئے عبادت کرنا نقص اور عیب ہے، بعض چیزیں حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہوتی اور بعض چیزیں قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہوتی ہیں، غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے اور حسن لغیرہ ہے کیونکہ بندہ کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اس لیے رسول اللہ ﷺ کا اپنے مولیٰ کا محتاج ہونا آپ کا حسن اور کمال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ ازلاً

---

(۱) مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مد ظلہ العالی۔رضوی

ابداً **محمد** ہیں، سراہے ہوئے اور تعریف کئے ہوئے ہیں اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر ہوتی ہے اس لیے آپ ہمیشہ سے حسن اور کمال ہیں بلکہ تمام محاسن اور کمالات کی اصل ہیں، حسن اور کمال وہی ہے جو آپ میں ہے اور جو چیز آپ میں نہیں ہے وہ حسن ہے نہ کمال۔باقی انبیاء اور رسل اپنی عظمت میں کسی خیر اور نیکی کے حصول کے تابع تھے یہاں معاملہ الٹ ہے ، یہاں خیر اور نیکی اپنے خیر اور نیکی ہونے میں آپ کی طرف نسبت کے تابع ہے جس کو آپ نے کر لیا وہ خوب ہے اور جس سے آپ نے منع کر دیا وہ ناخوب ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج/٦ص/ ٨١٥-٨١٤)

محمد نام رکھنے کے فضائل میں احادیث کثیرہ وارد ہیں ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ چند احادیث ☆

(۱) ابن عساکر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اسکا نام محمد رکھے وہ اور اسکا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔(بہار شریعت ح/ ١٦ص/ ١٣٠)

امام اہلسنت اعلحضرت علیہ الرحمہ اس حدیث کو حافظ ابن عساکر وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں :ھذا امثل حدیث ورد فی ھذا الباب واسنادہ حسن - جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔(النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ص/ ٨)

نیز علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی/ ١٢٥٢ھ نے بھی "ردالمحتار" میں حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو لکھ کر حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا اس حدیث کے بارے میں وہی کلام لکھا ہے جو اعلحضرت علیہ الرحمہ نے لکھا ہے حوالہ کے لئے "ردالمحتار علی ھامشہ الدر المختار ج/٥ ص/٢٩٦" دیکھئے۔

(۲) ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت نُبَیط بن شرِیط

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہو گا اسے عذاب نہ دوں گا۔ (بہارِ شریعت ج/۱۶ص/۱۳۰، جمع الوسائل ج/۲ص/۲۲۷، شرح صحیح مسلم ج/۶ص/۸۱۳)

(۳) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلا راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اسکے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

(۴) طبرانی کبیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسکے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے وہ ضرور جاہل ہے۔ (بہار شریعت ج/۱۶ص/۱۳۰، النور والضیاء ص/۱۰)

(۵) سیرت حلبی جلد اول صفحہ ۹۹ میں ہے "اور حدیث معضل میں ہے جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی ندا کریگا۔ اے محمد! کھڑے ہو کر جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ۔ تو ہر شخص کھڑا ہو جائیگا جس کا نام محمد ہے یہ خیال کر کے کہ یا اوا میرے لئے تھا پس محمد ﷺ کی بزرگی کے پیشِ نظر ان کو روکا نہ جائے گا۔"

یاد رہے کہ نام پاک محمد کے ساتھ تسمیہ (نام رکھنا۔ رضوی) فضائل اعمال سے ہے جن میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع معتبر ہے چہ جائیکہ معضل(۱)۔

(البشیر الکامل ص/۲-۳ از امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ رحمۃ الباری)

امام اہلسنت اعلحضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ما کان فی اھل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ۔ "جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔" بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ

---

(۱) حدیث ضعیف کی اقسام میں سے جو مشہور ہیں اور انکا معروف نام ہے وہ یہ ہیں: موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل۔ (علوم الحدیث ص/۳۸، شرح صحیح مسلم ج/۱ص/۱۱۲) حدیث معضل کا اصطلاحی معنی یہ ہے: جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔ (علوم الحدیث ص/۵۴، شرح صحیح مسلم ج/۱ص/۱۲۳)

اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا ان ہی اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔ (ص ر ۱۱)

☆ فائدہ ☆

امام اہلسنت اعلیحضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطاء (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما) سے روایت کی " من ارا دان یکو ن حمل زوجته ذکرا فلیضع یده علی بطنها ولیقل ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا فانه یکو ن ذکرا۔ "جو چاہے کہ اسکی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اِنْ كَانَ ذَكَرًا فَقَدْ سَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا -(اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا) ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔ (النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ص ر ۱۱)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جس شخص کے لڑکیاں ہی ہوتی ہوں بیٹا نہ ہو، وہ شروع زمانہ حمل اپنی بیوی کے پیٹ پر انگلی سے (یعنی بغیر روشنائی کے۔ رضوی) یہ عبارت لکھ دیا کرے: مَنْ كَانَ فِيْ هٰذَا الْبَطْنِ فَاسْمُهٗ مُحَمَّدٌ -(جو اس پیٹ میں ہے اسکا نام محمد ہے) ان شاء اللہ بیٹا ہوگا، اور زندگی والا ہوگا، یہ عمل مجرب ہے، مگر حمل کے چار ماہ کے اندر یہ عمل چالیس دن تک کرے۔
(تفسیر نعیمی ج ر ۴ ص ر ۲۴۳)

☆ چند فوائدِ جلیلہ ☆

(۱) حضرت علامہ ابو محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

بعض عارفین نے فرمایا کہ جو ماہ رمضان المبارک کے ہلال (پہلی رات کے چاند) کو

دیکھنے کے وقت تین مرتبہ "سورۃ الفتح" پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سال اس پڑھنے والے کے رزق میں کشادگی فرمائے گا۔ (الدر النظیم فی خواص القرآن العظیم ص/ ۱۲۲)

(۲) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی متوفی / ۹۱۱ھ علیہ الرحمہ جملہ بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ کسی طاہر برتن میں پاک روغن زیتون لے کر اس پر انتیس (۲۹) مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اسے آگ پر ابال لیں پھر سورۃ آل عمران کی آیت / ۱۵۴، اور سورۃ الفتح کی آیت / ۲۹ پڑھ کر اس پر دم کریں اور ٹھنڈا ہونے پر اس سے بیمار کی مالش کریں یا ان دونوں آیتوں کو لکھ کر پانی سے دھولیں اور اس پانی کو روغن زیتون میں ملا کر اس سے بیمار کی مالش کریں یا بیمار کو بار بار پلائیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو جائے۔

نیز فرماتے ہیں کہ یہ دونوں آیتیں تمام حروف معجم یعنی عربی کے کل اٹھائیس حروف تہجی پر مشتمل ہیں۔ (الرحمۃ فی الطب والحکمۃ ملخصاً ص/ ۹۱)

نیز لکھتے ہیں:

(۳) کسی پاک برتن میں سورۃ الفاتحہ، سورۃ آل عمران آیت / ۱۵۴، سورۃ الفتح آیت / ۲۹ لکھ کر روغن زیتون سے دھولیں اور اس سے مرگی کے مریض کی مالش کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ (عمل) اسے افاقہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بیماری اسکی طرف پھر کبھی نہیں لوٹے گی۔

(الرحمۃ فی الطب والحکمۃ ملخصاً ص/ ۱۹٤)

اللّٰھمّ لک الحمد علٰی کبریائک و لک الشکر علٰی ما اسبغت علیّ من نعمائک و اسئلک باسمائک الحسنٰی ان تصلّی و تسلّم علٰی سیّد الانبیآء و کھف الورٰی و علٰی اٰلہ و صحبہ اجمعین الی یوم الدین فاطر السمٰوات والارض انت ولیّ فی الدنیا والاٰخرۃ توفّنی مسلما واَلحقنی بالصّٰلحین،

اٰمین یا ربّ العٰلمین بجاہ سیّدِ المرسلین ٥

صحابۂ کرام کی ایمان افروز باتیں

مولانا محمد منشاء تابش قصوری

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے ایمان و ایقان اور اسلام کی پاکیزہ دولت سے براہ راست مستفیض ہونے والے خوش نصیب افراد کو صحابہ کرام کے عظیم وصف سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے معلم کائنات ﷺ سے علوم و عرفان اور تزکیہ و طہارت کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹے' حکمت و دانش کو جمع کیا اور پھر بلغوا عنی ولو آیۃ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے' تبلیغ حق و صداقت کے لئے زندگی بھر کمر بستہ رہے۔ ذیل میں ان کی چند باتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں' جن میں فیوض و برکات کا سمندر موجزن ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ انہیں ایک ایسے مصنف کے حوالے سے مزین کیا جائے گا' جس کا عقیدہ و نظریہ اپنی ہی تحریر کے برعکس ہے۔ وہ ہیں اہل حدیث مسلک کے مشہور عالم جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری' مؤلف کتاب "رحمۃ للعلمین ﷺ"۔

موصوف کی ایک تصنیف ہے "اصحاب بدر" اسی کتاب سے بعض بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایمان افروز' روح پرور اور بصیرت افروز باتوں کو

نہایت اختصار سے قلم بند کیا جاتا ہے۔ ہاں بعض کلمات فائدہ کے عنوان سے راقم السطور کی طرف سے درج ہوں گے تاکہ روحانی لطافت وچاشنی دو آتشہ ہو۔

لنگر پکانا

حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کا سلسلہ کعب بن لوی سے مل جاتا ہے۔ جنگ بدر میں وہ اس وجہ سے شامل نہ ہو سکے کہ آپ کو رسول کریم ﷺ نے سرحد شام میں حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیج دیا تھا لیکن حضور ﷺ نے انہیں ویسے ہی شمولیت کا تمغہ عطا فرمایا' جیسے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم غزوہ بدر میں شامل تھے' بناءعلیہ آپ بدری ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا:

"جو زندہ شہید کو دیکھنا پسند کرے' وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے"۔

بوقت شہادت آپ کی عمر باسٹھ سال تھی۔ آپ زندگی بھر ہر روز ایک ہزار دینار کے وزن کا لنگر پکایا کرتے تھے۔ (اصحاب بدر)

فائدہ

ایک تو آپ کو نبی کریم ﷺ نے شہادت کی بشارت دی' جو حضور ﷺ کے علم غیب پر دلالت ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاک وہند میں اولیاء کرام کے عرسوں میں جو لنگر پکایا جاتا ہے' اس کی اصل خیر القرون میں پائی جاتی تھی' جس کی مثال مذکور ہوئی۔

کستوری کی خوشبو

حضرت عبیداللہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسب میں عبد مناف پر جا کر شامل ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ آپ کی بڑی قدرو

منزلت فرماتے۔ اصحاب بدر میں سب سے زیادہ عمر والے آپ ہی تھے۔ حضور ﷺ کی پیدائش سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر میں دشمن کے مقابلہ میں آپ کا پاؤں کٹ گیا تھا' مقام بدر سے ایک منزل مدینہ طیبہ کی طرف واپسی پر آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے اور اسی جگہ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کا اسی راہ سے گزر ہوا' رفقاء نے عرض کیا کہ ادھر سے کستوری کی خوشبو آرہی ہے' حضور ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! کیوں نہ ہو' یہاں ابو معاویہ (حضرت) عبید بن حارث کی قبر بھی تو ہے"۔

آپ خوش اندام و خوب رو تھے' بوقت شہادت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (اصحاب بدر)

فائدہ بعد از وصال مزارت اولیاء کرام سے خوشبو کے ظہور پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد حجت ہے۔

حضور ﷺ نے پیشانی چوم لی

حضرت عثمان بن مظعون قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' صاحب ہجرتین ہیں' یعنی حبشہ اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا شرف پایا۔ غزوۂ بدر کے چار ماہ بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ مہاجرین میں یہ پہلے خوش بخت ہیں' جنہیں مدینہ طیبہ میں وصال کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی اور جنت البقیع میں سب سے پہلے یہی دفن ہوئے۔ غسل و کفن کے وقت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی پیشانی کو چوم لیا' ایک خاتون نے دیکھتے ہی کہا:

"عثمان کو جنت مبارک ہو"۔

نیز آپ کی قبر پر ایک پتھر بطور شناخت کھڑا کر دیا' جب حضور ﷺ نے وصال فرمایا

تو انہیں حضرت عثمان کے برابر دفنایا گیا۔ (اصحاب بدر)

فائدہ

مزارات پر پتھر لگانا سنت ٹھہرا' آج کل شناخت کے لئے پتھر میں آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کے ساتھ ساتھ صاحب مزار کا نام کندہ کرا دیتے ہیں۔ ان اعمال و افعال کا اثبات حضور ﷺ کے عمل شریف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے' نیز بعد از وصال جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مبارک کو چوم کر مشرف فرمایا تو پتہ چلا بزرگان دین کے ہاتھوں اور پیشانی کا قبل از وصال یا بعد بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز اس سے تو یہ بھی مستفاد ہے کہ لوح مزار کو چومنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حقیقتاً لوح مزار کو نہیں چوما جاتا' بلکہ صاحب مزار کی پیشانی کو چوم کر سنت مصطفیٰ ﷺ کے تصور کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

پیاروں سے ملاقات کا دن

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام میں ابتدائی ایام میں ہی داخل ہو گئے تھے۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیز حضرت سمیّہ بنت خیاط آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ یہ پہلی خاتون ہیں' جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا شرف پایا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام کے بعد بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کے ہم عمر تھے' نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے:

"عمار قدموں سے کانوں تک ایمان سے بھرپور ہیں"۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنَاهُ وَ جَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَّمْشِىْ بِهِ النَّاس کے مصداق' حضرت عمار ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک بار

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گئے' اندر آنے کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

مرحباً با لطیب المطیب

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل تھے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

عمار! لقتلک الفئۃ الباغیۃ۔ "تجھے باغی گروہ قتل کرے گا"۔

آپ صفین میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ پیش کر دیا' دودھ پی کر کہا:

الیوم القی الاحبۃ۔ "آج پیاروں دوستوں سے ملاقات کا دن ہے"۔

کیوں کہ رسولؐ کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

عمار! تمہاری آخری خوراک دودھ ہو گا' اسی دوران ایک اور عورت دودھ لے آئی' آپ نے وہ بھی پی لیا اور فرمایا:

الحمدللہ الجنۃ تحت الاسنۃ۔ "جنت تو نیزوں کے نیچے ہے"۔

آپ نے ربیع الآخر ۳۷ھ کو جنگ صفین میں شہادت پائی۔

فائدہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے خداداد علوم غیبیہ سے کئی سال قبل آپ کو شہادت کی خبر دی اور بوقت شہادت آپ کی خوراک تک سے آگاہ کر دیا' نیز باغی گروہ کی نشان دہی فرما دی۔ واضح رہے کہ ضروری نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکریوں نے شہید کیا ہو بلکہ دونوں لشکروں میں باغی موجود تھے' جنھوں نے اپنے مقصد کے لئے جنگ کی آگ کو مزید ہوا دی' انہی باغیوں کے ہاتھوں حضرت عمار رضی

اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور انہی باغیوں میں سے ابن ملجم تھا' جو بظاہر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف داری کرتا رہا مگر آخر کار اسی کے ہاتھوں حضرت علی المرتضیٰ کو کاری زخم لگا' جس کے باعث آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

ادب و احترام مصطفےٰ ﷺ کی خاطر جان کی قربانی

حضرت بشیر بن براء بن معرور انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'بنو مسیلمہ میں سے ہیں۔ بیعت عقبہ کا شرف حاصل کیا' بدر' احد' خندق میں شجاعانہ خدمات انجام دیں۔ بمقام خیبر یہ نبی کریم ﷺ کے دستر خوان پر تھے' جب یہودیہ نے مسموم (زہریلا) گوشت پیش کیا' انہوں نے اس سے لقمہ کھالیا اور زہر سے شہید ہو گئے (شہادت سے قبل) ان کا بیان ہے کہ لقمہ کا مزہ مجھے بھی خراب معلوم ہوا تھا مگر نبی کریم ﷺ کے سامنے لقمہ اگلنا ادب کے خلاف سمجھا' ان کو نبی کریم ﷺ نے بنو ساعدہ کا سردار مقرر فرمایا تھا۔ (اصحاب بدر)

فائدہ

ادب واحترام مصطفےٰ ﷺ کا اس سے بڑھ کر اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ جان دے دی مگر حضور ﷺ کے ادب کو آنچ تک نہ آنے دی' سچ فرمایا۔ ؎

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

قارئین کرام کی خدمت میں یہ چند باتیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے' اگر پسند آئیں تو آگاہ فرمایئے تاکہ اس سلسلے کو آگے بڑھایا جا سکے۔

کچھ
بیاں
اپنا

جذبۂ جہاد اور عقیدۂ ختم نبوت

قومی وملی زندگی میں بعض ایام ایسے بھی آتے ہیں، جنھیں ان کی تاریخی اور لازوال اہمیت کے پیش نظر ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے--- ماہ ستمبر کی دو تاریخیں بھی ایسے ہی ایام میں سے ہیں--- ایک ۶ر ستمبر ۱۹۶۵ء، جب پاک بھارت جنگ کا آغاز ہوا اور دوسری ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء، جب قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا تاریخ ساز اور دوررس اثرات کا حامل فیصلہ ہوا---

۱۹۶۵ء کی جنگ میں میرے بچپن کے دور کے بعض واقعات جو حاشیۂ خیال میں آتے ہیں اور جو کچھ بزرگوں سے سن یا پڑھ رکھا ہے، قوم کے اندر ایک مثالی جوش و جذبہ موج زن تھا--- یہ جذبۂ جہاد ہی مسلمانوں کے لیے فلاح وکامیابی کی کلید اور نجاتِ اخروی

کی نوید ہے---

۱۹۷۱ء میں بزدل حکمرانوں اور طالع آزما لیڈروں کے غیر دانش مندانہ اقدامات کی وجہ سے قوم میں بھی وہ پہلا سا جذبہ جہاد دکھائی نہیں دیتا تھا، نتیجۃً سقوطِ مشرقی پاکستان کا المناک اور عبرت ناک سانحہ پیش آیا--- مزید المیہ یہ کہ ۳۵ رسال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک اس سانحہ کے ذمہ دار کرداروں کا احتساب نہیں کیا گیا--- حکومت کو چاہیے کہ وہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی روشنی میں سول اور فوج سے تعلق رکھنے والے سانحۂ مشرقی پاکستان کے ذمہ داروں کا کڑا احتساب کرنے کا اہم قومی فریضہ ادا کرے---

اس وقت بھارت کے متعصبانہ کردار کے باعث پھر سے جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں، بھارت، امریکہ اور اسرائیل سے دفاعی معاہدوں کے بعد جدید ترین ایٹمی اسلحہ کا انبار لگا کر پاکستان کو زیر کرنے کے لیے گوناگوں سازشوں میں مصروف ہے--- ہنود و یہود و نصاریٰ کا یہ گٹھ جوڑ 'اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ' کا منظر پیش کر رہا ہے--- بھارت، پاکستان دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ چکا ہے کہ اس نے لبنان پر اسرائیلی حملوں کی طرز پر اپنا نیا جنگی ڈاکٹرائن تیار کر لیا ہے، جس کے تحت کشمیر میں کنٹرول لائن پر قائم پاکستانی چیک پوسٹوں پر حملے کیے جائیں گے---

ایسے نازک وقت میں ہمیں قومی و ملی سطح پر تحریک پاکستان اور ۱۹۶۵ء جیسے اتحاد و اتفاق اور جذبہ کی شدید ضرورت ہے، مگر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ نائن الیون کے بعد جہاد کے حوالے سے معذرت خواہانہ پالیسی اپنائی گئی اور ۶ ستمبر کی اہمیت کو طاقِ نسیاں کر دیا گیا--- اسی طرح ۲۳ مارچ کے قومی و تاریخی موقع پر اسلحہ کی نمائش کی تقریب کو بھی ترک کر دیا گیا، جب کہ دعویٰ یہ ہے کہ ہم کسی سے ڈکٹیشن نہیں لیتے--- قول و فعل کا ایسا تضاد بہرحال ختم ہونا چاہیے--- عسکری حکومت کو تو زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ایسی تقاریب منانے اور جذبہ جہاد کو اجاگر کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے--- گاہے ماہے صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ "کوئی ہمیں میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا"---

۷ ستمبر کا تاریخی دن جہاں ہمیں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کے واقعہ کی یاد دلاتا ہے، وہاں دعوتِ فکر و عمل بھی دیتا ہے کہ ربع صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود

اس آئینی فیصلے کے عملی تقاضے پورے ہوئے ہیں یا نہیں؟---اس پہلو سے دیکھا جائے تو بڑے افسوس اور دکھ سے اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ قادیانیوں نے قومی اسمبلی کی منظور کردہ متفقہ آئینی شق اور اجماعی فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا---قادیانی، حکومتی کلیدی مناصب پر بدستور مسلط ہیں---بلکہ موجودہ دورِ حکومت میں تو انھوں نے اپنی شرانگیز سرگرمیوں کو مزید تیز کر دیا ہے---یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہے کہ اعلیٰ ترین اداروں میں بعض قادیانی یا قادیانیت نواز عناصر اہم ترین مناصب پر موجود ہیں---وہ آئے دن، دین اور دینی شعائر کی اہمیت کو گھٹانے کے لیے ملک میں سیکولرازم کے نفاذ، میڈیا کے ذریعے فحاشی و عریانی کے فروغ اور یورپی کلچر کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں---C-۲۹۵ کو غیر مؤثر بنانے، حدود آرڈیننس میں بے جا ترامیم کے ذریعے اسے عملی طور پر ختم کرنے کی سازشیں اور دینی مدارس کے خلاف بیانات اور کارروائی کی دھمکیاں بھی اسی کا شاخسانہ ہے---

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی دین کے دشمن تو ہیں ہی، ملک و ملت کے بھی دشمن ہیں---یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ انگریزوں نے جھوٹی نبوت کا یہ پودا اپنی سیاسی ضرورت کے لیے کاشت کیا تھا اور اسے پروان چڑھانے کے لیے ہمہ نوع اور ہر ممکن سرپرستی کا اہتمام کیا---اب انگریز کے معنوی پیروکار اس ناپاک مشن کو تقویت پہنچانے کی شعوری یا غیر شعوری کوششوں میں مصروفِ عمل ہیں---

انگریزوں نے برصغیر میں قدم جمائے تو وہ مسلمانوں کی ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے گہری قلبی عقیدت و محبت اور جذبہ جہاد سے خائف تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک یہ جذبہ ماند نہ پڑے گا، تب تک مسلمانوں پر حکومت کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی---چنانچہ اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک طرف تحریکِ نجدیت کی متعدد صورتوں میں سرپرستی کی تو دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمانوں کی وحدتِ ملی کے پارہ پارہ کرنے کے لیے تیار کیا---مرزا قادیانی نے انگریز سے وفاداری اور ترکِ جہاد کا دوٹوک اعلان کرتے ہوئے کہا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

یوں ہی اپنی کتاب 'تریاق القلوب' میں لکھا:

"میں نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں"---

مرزا اگر دعوائے نبوت نہ بھی کرتا، فقط جہاد کا انکار ہی اس کے کفریہ عقیدہ پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے کافی تھا---اس ننگِ انسانیت شخص نے ۱۸۸۵ء میں مجددیت کا دعویٰ کیا، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور ۱۹۰۱ء میں مکمل نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی---

اس شیطانی فتنہ کی روک تھام کی اوّلین کوشش کا سہرا اہل سنت و جماعت کے اکابرین کے سر سجتا ہے---امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی (۱۸۵۹ء-۱۹۲۱ء) نے مسئلہ ختم نبوت اور ردّ مرزائیت کے موضوع پر 'جزاء اللّٰہ عدوّہ بابائہ ختم النبوۃ [۱]'، 'السوء العقاب علی المسیح الکذاب [۲]' اور 'قہر الدیان علی مرتد بقادیان [۳]' وغیرہ کتابیں تصنیف کیں---

مرزا نے جب حیاتِ مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے خود مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز، گولڑا شریف (۱۸۵۹ء-۱۹۳۷ء) نے 'شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح' نامی کتاب لکھ کر اس کا ردِّ بلیغ فرمایا---مرزا سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے ایک اشتہار کے ذریعے حضرت پیر صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا اور اس مناظرہ کے لیے عالم گیری (بادشاہی) مسجد لاہور میں ۲۵/اگست ۱۹۰۰ء کی تاریخ کا تعین کیا، جسے حضرت پیر صاحب نے قبول فرمالیا اور بذریعہ اشتہار اور تار مرزا قادیانی کو اطلاع دے دی---حضرت پیر صاحب قبلہ مقررہ وقت پر بادشاہی مسجد پہنچ گئے مگر مرزا نے راہِ فرار اختیار کی، اسے لاہور پہنچ کر مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہو سکی---بعد ازاں

۱......اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مرزا قادیانی کی موت سے گیارہ سال پہلے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوا---

۲......اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوا---

۳......اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوا---

حضرت پیر صاحب قبلہ نے تقریر و تحریر کے ذریعے مرزا کا اس کی زندگی میں اور اس کی موت (مئی ۱۹۰۸ء) کے بعد بھی خوب گرم تعاقب جاری رکھا---

قیام پاکستان کے بعد بھی فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنے کے لیے بالخصوص علماء و مشائخ اہل سنت کی بھرپور جدوجہد جاری رہی---۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جملہ مکاتبِ فکر کے علماء و مشائخ نے حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا--- اسی تحریک میں مولانا ابوالحسنات قادری، آپ کے صاحبزادے مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد قادری اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کو سزائے موت سنائی گئی، جو بعد ازاں عمر قید میں تبدیل ہوئی، بالآخر باعزت رہا کر دیے گئے---

۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک چلی، اس موقع پر پوری قوم کا جوش و خروش دیدنی تھا--- متحدہ کاوشیں رنگ لائیں اور قومی اسمبلی میں قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی پیش کردہ قرارداد کے نتیجے میں بالآخر ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی دن قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا متفقہ فیصلہ عمل میں آیا، مگر قادیانی اور قادیانیت نواز سیکولر طبقہ نے اس فیصلہ کو دل سے تسلیم نہ کیا، جس کی تازہ مثال مفکر پاکستان علامہ اقبال کے ناخلف فرزند (ر) جسٹس جاوید اقبال کا وہ بیان ہے جو روزنامہ خبریں میں بصورتِ انٹرویو شائع ہوا، جس میں وہ ایک آئینی اور دستوری مسلم ریاست میں کس دیدہ دلیری کے ساتھ کہہ رہے ہیں:

"ہم یہ کیوں کہتے ہیں کہ فلاں سکھ ہے، عیسائی ہے یا ہندو.......... میں تو کہتا ہوں کہ احمدیوں کو بھی کافر قرار نہیں دینا چاہیے تھا، احمدیوں کو کافر قرار دیا تو انتہا پسند طبقے کو شہ ملی کہ وہ مزید مضبوط ہو (ہوا)"---

[خبریں سنڈے میگزین، ۱۳/اگست ۲۰۰۶ء]

مسٹر جاوید اقبال نسبی طور پر تو 'پسر اقبال' ہیں، مگر اپنے عظیم والد گرامی کے نظریات کے منافی سیکولر فکر کے حامل اور فرنگی تہذیب کے دل دادہ 'دانش ور' ہیں--- علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ نے ان کی ذہنی سوچ کی بجا طور پر درست منظر کشی کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال کو جب کوئی فرزند اقبال کہتا ہے تو وہ فخر سے سر بلند ہو جانے کی بجائے اندر سے ٹوٹ جاتے ہیں، کیوں کہ ان کی قلبی آرزو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے والد کے توسط سے شناخت ہونے کی بجائے اپنے علمی وفکری مقام سے پہچانے جائیں، مگر یہ آرزو کرتے ہوئے وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اپنی نظر میں ایک عظیم شخصیت ہونے کے باوجود ابھی تک انھوں نے اپنی پوری گزشتہ (۸۰ سالہ) زندگی میں کوئی ایسا کارنامہ نہیں کیا، جو علمی وفکری طور پر انھیں علامہ اقبال پر فوقیت عطا کرتا..........

ڈاکٹر جاوید اقبال کا سارا زور، اسلام کے اپنے فکری چوکھٹے میں فٹ کرنے پر صرف ہو رہا ہے، جوان کے ایک ایسے غیر ضروری 'شوقِ اجتہادِ تازہ' نے ایجاد کیا، جو خود ان کے فکری اجتہادِ اسلامی کی علامت بن کر سامنے نہیں آسکا، وہ نئی فقہ کے لیے بھی بے تاب ہیں..........

آج کی محفل میں بھی کچھ شخصیات نے اپنے اختلافاتی موقف کا اظہار کیا، علامہ احمد علی قصوری نے تو ڈاکٹر جاوید اقبال کی تقریر کے دوران بار بار مداخلت کی اور ''پسر اقبال بمقابلہ فکر اقبال'' کی ترکیب بھی استعمال کی مگر ڈاکٹر جاوید اقبال اس قسم کی تراکیب کو اپنی ذات پر کوئی الزام تصور نہیں کرتے..........

بہر حال ڈاکٹر جاوید اقبال اسلام کی قطع وبرید کر کے اسے اپنے فکری چوکھٹے میں فٹ کرنے کی بجائے اسلام کے حقیقی، ابدی وسرمدی اصولوں کا مخلصانہ ابلاغ کرنے پر آجائیں تو ممکن ہے انہیں اپنی شخصیت کی شناخت کروانے کے لیے پسر اقبال کہلا کر متعارف ہوتے رہنے کے عذاب سے نجات مل جائے..........

بہر حال اس محفل میں جسٹس محبوب احمد نے بھی فرما دیا کہ مجھے ڈاکٹر جاوید اقبال کی سترفی صد باتوں سے اختلاف ہے''---

[روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۹/اگست ۲۰۰۶ء]

قرآن وسنت کی بالا دستی، ختم نبوت، جہاد اور دیگر اسلامی تعلیمات کے حوالے سے علامہ اقبال کے نظریات بڑے واضح اور دوٹوک ہیں---ختم نبوت کے بارے میں

'مشتے از خروارے' کے مصداق ان کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

لا نَبِیَّ بَعْدِیْ زِ احسانِ خدا است
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ ﷺ است
پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

مفہوم: حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ 'میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، دراصل اللہ تعالیٰ ﷻ کے خصوصی احسان کا مظہر ہے اور یہ دینِ مصطفیٰ ﷺ (اسلام) کے عزّ و وقار کا دفاعی حصار ہے---
یہ اعلان کرا کے گویا اللہ تعالیٰ ﷻ نے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا دیا اور ہمیں دینِ اسلام کی تکمیل کا انعام لازوال عطا فرما دیا"---

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کا حق نمک ادا کرتے ہوئے جہاد کے خلاف ژاژ خائی کی، تو اس وقت مسئلہ ختم نبوت کو جدید انداز میں پیش کرنے اور مرزا قادیانی کی ژولیدہ فکری کو بے نقاب کرنے کا شرف علامہ اقبال کو حاصل ہوا---ان کے نزدیک ایسی نبوت 'برگِ حشیش' کی مانند ہے، جس میں قوت و شوکت (جہاد) کا پیغام نہ ہو:

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام [ضربِ کلیم]

ایک اور موقع پر علامہ فرماتے ہیں:

"ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل ہے، مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا"---

[انوارِ اقبال، از بشیر احمد ڈار، بحوالہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر، دسمبر ۱۹۷۴ء]

ضربِ کلیم میں علامہ نے اسی جانب اشارہ کیا ہے:

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر

فکرِ اقبال کے مقابلہ میں پسرِ اقبال کے خیالات میں کس قدر کھلا تضاد و تصادم ہے اور یہی امر محبانِ اقبال کے لیے باعثِ صدمہ ہے---

پسرِ اقبال بالعموم ایوانِ پاکستان اور ایوان وقت کے پلیٹ فارم سے نظریاتِ اقبال کے منافی بیانات داغتے رہتے ہیں، جسے نوائے وقت بڑے اہتمام سے شائع کرتا ہے---
نظریۂ پاکستان کی محافظت کے علم بردار اخبار اور اس کے ایڈیٹر کے لیے بھی یہ لمحہ فکریہ ہے---
وہ سنجیدگی سے اس امر کا جائزہ لیں کہ کہیں وہ غیر شعوری طور پر جاوید اقبال کی سرپرستی میں پروگرام کروانے سے نظریاتِ اقبال وقائد کی نفی تو نہیں کر رہے؟---

الغرض جملہ محبان دین و وطن کے لیے یہ امر انتہائی تشویش کا باعث ہے کہ جاوید اقبال ایسے سیکولر ذہنیت رکھنے والے افراد اب بھی شعوری طور پر قادیانیوں کی سرپرستی کر رہے ہیں--- یہ الگ بات ہے کہ یہ ان کی منفی مساعی ان شاء اللہ العزیز بالآخر ناکام ہوں گی اور وہ خود بھی ناکام و نامراد رہیں گے---

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی بے محل نہ ہو گا کہ برصغیر میں جب بھی کوئی تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی، اس میں مذہبیت کا غالب عنصر کارفرما رہا--- تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک تحفظ ناموس رسالت، جب بھی علماء و مشائخ نے مشترکہ پلیٹ فارم پر جدوجہد کی، قوم نے ان کی آواز پر لبیک کہی اور کامیابی نے ان کے قدم چومے---

اس وقت مذہبی اور دینی جماعتوں بالخصوص 'قائدینِ اہلِ سنت' کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی باہمی چپقلش سے قومی سطح پر ان کا کردار محدود اور سیاسی معاملات میں ان کی گرفت کمزور پڑ چکی ہے--- ستم بالائے ستم یہ کہ شاید انہیں احساسِ زیاں بھی نہیں رہا--- اس وقت جب کہ امت مسلمہ کے خلاف عالم کفر، خصوصاً امریکہ کے خفیہ و علانیہ عزائم ڈھکے چھپے نہیں رہے، اندرون ملک سیکولر طبقہ کی ریشہ دوانیاں زوروں پر ہیں، جہاد اور جہادی قوتوں کو کمزور اور دینی مدارس کا کردار محدود کرنے کی سازشیں عروج پر ہیں، علماء و مشائخ خصوصاً دینی جماعتوں کے سربراہوں کو اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیتے ہوئے ازسرِنو منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ دین کے خلاف سازشوں کا قلع قمع کیا جا سکے---

غیر مسلم اقلیت قرار پانے کے باوجود قادیانی آج بھی سرگرم عمل ہیں، مذہبی حلقوں کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں پر کڑی نظر رکھیں اور تحفظ ختم نبوت کی خاطر متحد ہو کر اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تا کہ اس فتنے کا سدباب ہو سکے---اس موقع ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ نصاب تعلیم میں عقیدۂ ختم نبوت کو اجاگر کرنے کے لیے خصوصی ابواب شامل کیے جائیں، جو جید علمائے کرام کی نگرانی میں ترتیب پائیں---

قادیانی فرقہ ملمع سازی کے ذریعے غیر مسلم اقوام کے سامنے خود کو اسلام کا حقیقی نمائندہ اور مظلوم طبقہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، حکومت کا فرض ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا پر خصوصی پروگراموں کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت کی وضاحت اور منکرین ختم نبوت کے مکروہ عزائم کی نقاب کشائی کا اہتمام کرے---

محسن پاکستان کے لیے دعائے صحت

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی علالت پر ہر محب وطن کو سخت تشویش ہے--- امریکی ناروا پالیسی کی بنا پر وہ سخت دباؤ کا شکار ہیں---ڈاکٹر صاحب پاکستانی قوم ہی نہیں پوری امت مسلمہ کے ہیرو ہیں، حکومت کو چاہیے کہ وہ ان کی خطرناک بیماری کے پیش نظر انھیں فوری طور پر آزاد کر کے ان کی منشا کے مطابق اندرون ملک ہی ان کے بہترین علاج کو یقینی بنائے---

لمحہ فکریہ ہے کہ بھارت نے اپنے ایٹمی سائنس دان کو صدر بنا دیا اور ہم اپنے قابلِ فخر سپوت کا کیا حشر کر رہے ہیں؟---

اللہ تعالیٰ جل وعلا ڈاکٹر صاحب کو شفائے کاملہ عاجلہ سے نوازے---

اظہار تشکر

حجۃ الاسلام سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا سالانہ عرس مبارک اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کا سالانہ اجلاس دستارہائے فضیلت و تقسیم اسناد (منعقدہ ۱-۲/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ/ ۲۹-۳۰/جولائی ۲۰۰۶ء) اپنی نوعیت کا منفرد علمی، روحانی، نورانی اور وجدانی

پروگرام تھا---شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرس مبارک کی تقریبات منعقد ہوئیں، جس میں بلاشبہ دینی درد رکھنے والے ہزاروں اہلِ دل نے شمولیت فرمائی، جو حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی دینی وملی خدمات کے عنداللہ مقبول ہونے کی علامت ہے---

عوام اہل سنت کے شعروشاعری پر مبنی عمومی ذوق سماعت کو تبدیل کرتے ہوئے انھیں علمی وفکری مواد اور روحانی غذا مہیا کرنے کے لیے گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی مقررین کو خالص علمی واصلاحی موضوعات دیے گئے تھے، بحمداللہ تعالیٰ عوام وخواص نے اس انداز کو بے حد سراہا، دل چسپی سے مقررین کو سنا اور علماء نے بھی خوب تیاری کے ساتھ ابلاغ کی سعی فرمائی---ان شاءاللہ تعالیٰ آئندہ اس انداز کو مزید مؤثر بنانے کی کوشش کی جائے گی---

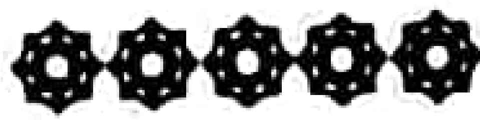
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور آستانہ عالیہ نوریہ کے خادم کی حیثیت سے ان دوروزہ تقریبات میں شمولیت کرنے والے مشائخ عظام، علماء کرام، قراء، نعت خوانان، وابستگان سلسلہ، معاونین اور جملہ خواص وعوام کا صمیم قلب سے سپاس گزار ہوں---

روزنامہ نوائے وقت اور دیگر اخبارات بالخصوص مذہبی رسائل وجرائد جنھوں نے حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر مضامین شائع کیے اور پروگرام کو کوریج دی، ہم ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں---اللہ تعالیٰ جملہ محبین ومعاونین کو اپنے خصوصی حفظ وامان میں رکھے اور برکات دارین سے نوازے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ و بارک و سلم علی سیدنا محمد و علی آلہ و اصحبہٖ اجمعین

بصیر پور شریف
مؤرخہ ۲۷/اگست ۲۰۰۶ء

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب



حمدِ ربِ جلیل

درِ مالک کے جو ذرّوں سے شناسائی ہے
ماہ و خورشید و کواکب نے ضیا پائی ہے

یہ جو محمودؔ مرا ذوقِ جبیں سائی ہے
رب کے الطاف و عنایت کا تمنائی ہے

حمد کہتے ہوئے کھلتے ہیں یہاں پر غنچے
باغ میں اس لیے اک ذوقِ خود آرائی ہے

ربِّ عالم کی عطا کردہ بنی آدم کو
حسِّ ادراک ہے اور قوتِ گویائی ہے

آنکھ پائی ہے مگر دیکھ نہ پائے رب کو
اس حوالے سے تو معدوم یہ بینائی ہے

کذب اور زُور کی دنیا سے کنارہ کر لے
حمد اور نعت کہا کر، کہ یہ سچائی ہے

نعت کے صدقے میں رب کی ہے عنایت مجھ پر
میری ہر سال جو مکے میں پذیرائی ہے

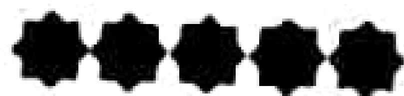
جن و انسان و ملک اور فلک کے اجرام
میرے رب! سب یہ تری انجمن آرائی ہے

تو نے محبوب ﷺ کو بھی پاس بلایا اک شب
ویسے ہر لحظہ مسلّم تری تنہائی ہے

اس کو جانا تو ہے دربارِ نبی ﷺ میں آخر
روح میری ترے دربار میں ستائی ہے

ہے تو لاہورؔ میں محمودؔ بظاہر لیکن
یہ حجازی ہے، یہ بطحائی ہے، طیبائی ہے

راجا رشید محمود



آپ ﷺ کی کیا بات ہے

سیدِ والا حسب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے
سرورِ عالی نسب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

بزمِ ہستی آپ ﷺ کی خاطر ہوئی آراستہ
محفلِ کن کا سبب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

مظہرِ نورِ خدا ہے جس کا نورانی وجود
آپ ہی وہ عبدِ رب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

دعوتِ معمارِ کعبہ ، آپ ﷺ عیسیٰ علیہ السلام کی نوید
نوح و آدم کی طلب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

آپ ﷺ کی تعریف میں رطب اللساں اہلِ عجم
آپ ممدوحِ عرب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

ناظرِ انوارِ وجہ اللہ ، بہ استقلالِ چشم
قرب یابِ ذاتِ رب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

علم دیتے ، دانش و حکمت عطا کرتے ہیں آپ ﷺ
اور پھر امی لقب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

ہر سخن ، ہر لفظ جامع ہے لبِ سرکار ﷺ کا
متفق اہلِ ادب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

آپ ﷺ کے در پر فقیروں ، بے نواؤں کے لیے
نعمتیں بیش از طلب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

دل نوازی کے نرالے آپ ﷺ کے انداز ہیں
رنگ بخشش کے عجب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

ایک طارق ہی نہیں ، حسان و اقبال و رضا
آپ کے مداح سب ہیں ، آپ ﷺ کی کیا بات ہے

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

﴿وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾

رہے گا یوں ہی ان (ﷺ) کا چرچا رہے گا

سیکنڈ لیفٹیننٹ محمد شعیب

دنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرۂ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے، جن میں جاوا، ساٹرا، بورنیو اور سیلبز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ ۱۸ ارکروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوعِ سحر سیلبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے، وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوعِ سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہوجاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کیا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ ساٹرا میں شروع ہوجاتا ہے اور ساٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔

ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے، وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

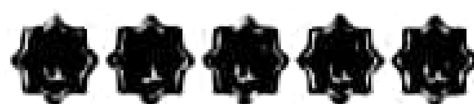
سری نگر اور سیال کوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیال کوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے، اس عرصے میں اذانیں حجازِ مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔

بغداد سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے، اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔

اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحراوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحراوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ میں بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلبو سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے، جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔



''کیا یہ حدیث نبوی ہے''؟

مولانا محمد شہزاد مجددی

علم حدیث کے ماہرین نے احادیث وروایات کی جانچ اور پرکھ کے کچھ اصول وضع کیے ہیں، کسی روایت کے قبول وعدم قبول کے لیے ان اصولوں اور ضابطوں کی پابندی اشد ضروری قرار دی گئی ہے اور اس پر علمائے امت ہمیشہ سے متفق چلے آ رہے ہیں۔ کسی روایت پر صحت اور ضعف کا حکم لگانے کے لیے جن قواعد وضوابط کی پابندی کی جاتی ہے، اصطلاح محدثین میں انہیں جرح و تعدیل کہا جاتا ہے۔ یعنی راوی کے اندر موجود نقائص اور خامیوں کا پتہ چلانے کے لیے جرح ہوتی ہے اور اس کی خوبی اور ثقاہت کا اظہار مقصود ہو تو (تعدیل) ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کے ساتھ ساتھ صاحب قرآن ﷺ کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا ہے۔ لہٰذا کلام نبوی کے تحفظ کے لیے اس امت میں ایسے رجال کار اور مردان خدا پیدا کیے گئے جن سے خدمت حدیث کا کام لیا گیا اور انہیں ایسی صلاحیتوں اور قابلیتوں سے بہرہ ور کیا گیا جو اس میدان میں گراں قدر کارنامے سرانجام دینے کے لیے ناگزیر تھیں۔

حدیث نبوی کا اپنی درست اور اصلی حالت میں امت مسلمہ اور نسل انسانی تک پہنچنا کس قدر ضروری اور اہم تھا، اس کا بیان محتاج وضاحت نہیں۔ اتنا کافی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس

کی ترغیب، بشارت و وعید دونوں لہجوں میں دلائی ہے، چنانچہ ابلاغ کی تحریک دیتے ہوئے فرمایا:

فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ---[متفق علیہ، بخاری، کتاب العلم]

''پس تم میں سے جو حاضر ہے، وہ غائب تک پہنچا دے''---

صحیح اور ٹھیک ٹھیک پہنچانے والے کو بشارت سے نوازتے ہوئے فرمایا:

نَضَرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَهٗ کَمَا سَمِعَ---[ترمذی، کتاب العلم]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا اور اسے ٹھیک ٹھیک آگے پہنچایا''---

اور کسی قول یا کلام کو آپ ﷺ کی طرف غلط منسوب کرنے والے کو وعید سنائی:

مَنْ یَّقُلْ عَلَیَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ---[بخاری، کتاب العلم، رقم:۱۰۶]

''جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی، تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا''---

اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ---[بخاری، کتاب العلم]

''جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا''---

حضرات صحابہ کرام ﷺ بھی روایت حدیث میں کمال احتیاط سے کام لیتے تھے، یہی حال تابعین اور تبع تابعین کا بھی رہا، بعد ازاں زمانہ خیر سے دوری کی وجہ سے برکات اٹھتی رہیں اور طبیعتیں نفاست و لطافت سے محروم ہوتی چلی گئیں، اس کے نتیجے میں کئی خرابیوں نے جنم لیا۔

ایسی ہی ایک خرابی وضع حدیث کا رجحان بھی ہے۔ اسلام دشمنوں نے بھی اس تحریک کو خوب تقویت دی اور خود بھی اس کا حصہ رہے۔ یہ ایک طویل بحث ہے جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے، لیکن توجہ دلانے کے لیے اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ واضعین حدیث میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو بظاہر اہل خیر میں سے تھا اور عوام الناس کی خیر خواہی کے جذبے سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ فیا للعجب!

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

آخر ائمہ محدثین میں سے ایسے باکمال لوگ اٹھے جنھوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے رکھ دیا۔ دیگر شعبہ جات کے علاوہ محدثین میں سے جرح و تعدیل کے ماہرین اور حفاظ نے

واضعین حدیث کا پورا تعاقب کیا اور اس فن کے حوالے سے مستقل تصانیف سامنے لائے اور امت کی کامل رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ علامہ ابن جوزی کی ''کتاب الموضوعات'' زرکشی کی ''اللآلی'' امام سخاوی کی ''المقاصد الحسنة'' العجلونی کی ''کشف الخفاء'' امام سیوطی کی ''اللآلی المصنوعة'' محمد بن طاہر پٹنی کی ''تذکرة الموضوعات'' اور ملا علی قاری کی موضوعات صغیر و کبیر، یعنی ''الاسرار المرفوعة'' اور ''المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع'' اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اہل علم نے اس موضوع پر متعدد گراں قدر تالیفات یادگار چھوڑیں ہیں۔

یہاں یہ بات اگر دہرا دی جائے تو بے محل نہیں ہوگا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف محدثین کے نزدیک قابل قبول ہے اور اس سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے لیکن یاد رہے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث ضعیف کی قبولیت مشروط ہے۔ چناں چہ امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بارہا سنا ہے:

شَرْطُ الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ ثَلَاثَةٌ، اَلْاَوَّلُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ الضُّعْفُ غَيْرَ شَدِيْدٍ، اَلثَّانِي: اَنْ يَّكُوْنَ مُنْدَرِجًا تَحْتَ اَصْلٍ عَامٍ، وَالثَّالِثُ: اَنْ لَا يُعْتَقَدُ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهٖ ثُبُوْتُهٗ لِئَلَّا يُنْسَبَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ---[القول البدیع، صفحہ ۱۹۵/ الاجوبۃ الفاضلۃ، صفحہ ۴۳]

''حدیث ضعیف پر عمل کی تین شرطیں ہیں، پہلی یہ کہ بہت شدید ضعیف نہ ہو (اس پر سب کا اتفاق ہے) دوسری یہ کہ عام شرعی اصول و قواعد کے مطابق ہو، تیسری یہ کہ اس پر عمل کرتے وقت اس کے قوی طور پر ثابت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی''---

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْحَافِظُ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِي، اِتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَحِلُّ رِوَايَةُ الْمَوْضُوْعِ فِيْ اَيِّ مَعْنًى كَانَ اِلَّا مَقْرُوْنًا بِبَيَانِ وَضْعِهٖ---[موضوعات الکبیر، صفحہ ۹]

''امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا ہے کہ ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موضوع (جعلی) روایت کا بیان کرنا حلال نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس کی

وضعیت کا اظہار مقصود ہو''---

آج کل تقریر وتحریر میں اس بے احتیاطی کی بھرمار ہے، واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین کا یہ عام وتیرہ ہے کہ وہ بغیر علم کے احادیث بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ محافل میلاد ونعت میں اسٹیج سیکرٹری اور نقیب قسم کے لوگ تو چل ہی اس قسم کی خرافات پر رہے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ---

''کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے کردے''---

ایک روایت میں ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا'' کے الفاظ ہیں۔

افراط تجاہل کی فضا میں ہم ائمہ محدثین کی رہنمائی میں ایسی روایات کی نشان دہی کا فریضہ سرانجام دینا ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے ارشادات نہیں اور انہیں احادیث کہہ کر سنا، سنایا اور لکھا پڑھا جاتا ہے۔ ان موضوع روایاات میں سے ایک مشہور قول ہے:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِهٖ اَفْتَخِرُ---

''فقر میرا فخر ہے اور میں اس کے ساتھ مفتخر ہوں''---

اس قول کی شہرت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اچھے اچھے اہل علم اپنی تصنیفات ومقالات میں اسے نقل کر کے اس سے استشہاد کرتے ہیں اور نعت گو شعراء اپنے کلام میں اس مضمون کو منظوم انداز میں پیش کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کا معروف مصرع ہے:

سماں ''الفقر فخری'' کا، رہا شان امارت میں

ایک معاصر نعت گو شاعر لکھتے ہیں:

ہیں امت اس کی ہم، ''الفقر فخری'' جس نے فرمایا
اترتے کیوں نہیں پھر حشمت ونخوت کے مرکب سے

سلسلہ سہروردیہ کے ایک فاضل صوفی بزرگ نے تصوف اور اہل تصوف کے دفاع میں ایک کتاب تالیف فرمائی، جس کا عنوان ہی ''الفقر فخری'' ہے۔ یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے، اس کے اندرونی ٹائٹل پیج پر ایک شعر یوں درج ہے:

کروں مال وزر کی میں کیوں ہوس، مجھے اپنے فقر پہ فخر بس
یہی حرز جان فقیر ہے، یہی ''قول شاہ حجاز'' ہے

الغرض کہ اس موضوع اور باطل روایت کو ایسے ایسے بزرگوں نے ''قول شاہ حجاز'' ہی سمجھا اور اپنی تحریر وتقریر میں اسے بالالتزام جگہ دی۔ آیئے ائمہ محدثین اور ماہرین اصول حدیث کے اقوال وآراء کی روشنی میں اس قول کا تنقیدی جائزہ لیں۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ، وَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ سُئِلَ عَنْہُ الْحَافِظُ ابْنُ تَیْمِیَّۃَ، فَقَالَ اِنَّہٗ کَذِبٌ لَا یُعْرَفُ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ کُتُبِ الْمُسْلِمِیْنَ الْمَرْوِیَّۃُ، وَ جَزَمَ الصَّغَانِیْ بِاَنَّہٗ مَوْضُوْعٌ---[تلخیص الحبیر ،جلد۳،صفحہ۱۰۹]

''اس حدیث ''الفقر فخری'' کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ جھوٹ ہے، مسلمانوں کے ذخیرۂ مرویات میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور امام الصغانی نے بھی اس کے موضوع (جعلی) ہونے کی تائید کی ہے''---

امام عسقلانی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ایک اور معروف روایت یہاں نقل کر کے وضاحت کی ہے کہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ''فقر ومسکنت'' کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ---

''اے اللہ! مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکنت میں موت دے اور مساکین کے ساتھ میرا حشر فرما''---

اس روایت کو امام ترمذی نے غریب کہا اور اس کی سند میں ضعف ہے۔ ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے اسے الگ الگ طرق سے روایت کیا ہے۔

وَ قَالَ الْبَیْھَقِیْ، وَ وَجْھُہٗ عِنْدِیْ اَنَّہٗ لَمْ یَسْأَلْ حَالَ الْمَسْکَنَۃِ الَّتِیْ یَرْجِعُ مَعْنَاھَا اِلَی الْقِلَّۃِ، وَ اِنَّمَا سَأَلَ الْمَسْکَنَۃَ الَّتِیْ یَرْجِعُ مَعْنَاھَا اِلَی الْاَخْبَارَاتِ وَ التَّوَاضُعِ---

[تلخیص الحبیر ،جلد۳،صفحہ۱۰۹/سنن الکبریٰ للبیہقی ،جلد۱۰،صفحہ۹۷]

''امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میرے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں اس مسکنت کا سوال نہیں فرمایا جس کا معنی قلت لیا جاتا ہے، بلکہ آپ ﷺ نے اس مسکنت کا سوال کیا ہے جس کا معنی انکسار اور عاجزی لیا جاتا ہے''---

ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ صحیح احادیث میں حضور ﷺ کا فقر سے استعاذہ اور پناہ مانگنا ثابت ہے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں فقر سے استعاذہ کے الفاظ یوں مروی ہیں:

اَللّٰهُمَّ أَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ---

[بخاری، الدعوات، رقم ۵۸۹۱/ مسلم فی الذکر والدعا، رقم ۴۸۷۷]

''اے اللہ! میں فقر کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں''---

سنن ابی داؤد میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کی روایت میں دعا یہ کلمات یوں ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَ الْفَقْرِ---[ابوداؤد، جلد۴، صفحہ ۳۲۴، رقم ۵۰۹۰]

''اے اللہ! میں کفر و فقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''---

یہاں کفر کے ساتھ فقر کا تذکرہ لائق عبرت بھی ہے اور محل تنبیہ بھی۔ صحیح ابن حبان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

فَقَالَ رَجُلٌ وَ یَعْتَدِلَانِ؟ قَالَ نَعَمْ---[الاحسان، جلد۳، رقم ۱۰۲۶]

''ایک شخص نے پوچھا، کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں''---

مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تَعَوَّذُوْا مِنَ الْفَقْرِ---[احمد، رقم ۱۰۷۴۳/ ابن حبان، جلد۱، صفحہ ۲۳۹، رقم ۹۷۹]

''فقر سے اللہ کی پناہ مانگو''---

سنن نسائی میں ہے:

تَعَوَّذُوْا مِنَ الْفَقْرِ وَ الْفَاقَةِ---[النسائی، رقم ۵۴۴۵]

''فقر وفاقہ سے اللہ کی پناہ مانگو''---

حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے سنن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

فَاِنَّ أَشْقَی الْاَشْقِیَاءِ مَنِ اجْتُمِعَ عَلَیْهِ فَقْرُ الدُّنْیَا وَ عَذَابُ الْآخِرَةِ---[سنن الکبریٰ، جلد۱۰، صفحہ ۹۸، رقم ۱۳۳۰۷/ مستدرک، جلد۴، صفحہ ۲۵۸، رقم ۷۹۸۳]

''بے شک سب سے بڑا بدبخت وہ ہے جس پر دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب جمع ہوں۔ یعنی جو ان دونوں میں مبتلا کیا جائے (نعوذ باللہ)''---

اسی طرح ایک ضعیف الاسناد روایت ان الفاظ سے معروف ہے:

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا ---[بیہقی فی الشعب، ابن عدی، مجمع الزوائد، جلد ۸، صفحہ ۷۸/ اللآلی المنثورۃ، صفحہ ۱۵۷/ضعیف الجامع، رقم ۴۱۴۸]

''قریب ہے کہ فقر کفر تک لے جائے''---

الغرض احادیث صحیحہ میں فقر سے پناہ ونجات اور برأت کے مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات کوملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے لیے موجود، مذکور اور منصوص فضائل کا اظہار بھی فخر سے نہیں فرمایا بلکہ ہر جگہ ''ولا فخر''''ولا فخر'' کی تکرار سے اپنے رب کی بارگاہ میں اظہار عبودیت اور تواضع فرمایا ہے۔امام شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ'' بَاطِلٌ مُّوْضُوْعٌ ---[مختصر القاصد الحسنہ، رقم ۲۹۲]

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ'' باطل اور گھڑی ہوئی روایت ہے''---

ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ'' قال العسقلانی ھو باطل موضع و قال ابن تیمیۃ ھو کذب---[موضعات کبیر، حرف فاء، صفحہ ۵۰]

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ ''عسقلانی نے اسے باطل اور موضوع کہا ہے اور ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ کذب ہے''---

شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ'' قال شیخنا ھو بَاطِلٌ مُّوْضُوْعٌ---

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ بِہٖ اَفْتَخِرُ'' ہمارے شیخ نے اسے باطل وموضوع کہا ہے''---

مزید لکھتے ہیں:

''اسے الصغانی نے بھی موضوع کہا ہے''---[تذکرۃ الموضوعات، صفحہ ۱۷۸]

شیخ العجلونی اس قول کونقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

قَالَ الْحَافِظُ بْنُ حَجَرٍ بَاطِلٌ مُّوْضُوْعٌ وَ قَالَ فِی التَّمْیِیْزِ کَالْمَقَاصِدِ وِ مِنَ الْوَاھِی فِی الْفَقْرِ مَا لِلطِّبْرَانِی عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَفَعَہٗ ''اَلْفَقْرُ اَزْیَنُ بِالْمُؤْمِنِ مِنَ الْعِذَارِ الْحَسَنِ عَلٰی خَدِّ الْفِرَاسِ'' وَ قَالَ بْنُ تَیْمِیَّۃَ کَذِبٌ وَ سَنَدُہٗ ضَعِیْفٌ وَ الْمَعْرُوْفُ اَنَّہٗ مِنْ کَلَامِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِیَادِ بْنِ اَنْعَمَ کَمَا رَوَاہُ بْنُ عَدِیٍّ فِیْ

کَامِلِہٖ ---[کشف الخفاء، تحت حرف الفاء، رقم ۱۸۳۵]

"حافظ ابن حجر نے اسے باطل و موضوع کہا ہے، تمیز میں مقاصد الحسنہ ہی کی طرح (صاحب تمیز) نے کہا کہ فقر کے بارے میں روایات واہیہ میں سے ایک وہ روایت ہے، جسے طبرانی نے شداد بن اوس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ فقر مومن کے لیے گھوڑے کے رخسار پر خوب صورت نشان سے زیادہ موزوں ہے، ابن تیمیہ نے اسے کذب کہا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے، جب کہ مشہور یہ ہے یہ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کا قول ہے، جیسا کہ ابن عدی نے اسے اپنی کامل میں روایت کیا ہے"---

شارح بخاری امام احمد القسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَ اَمَّا مَا یُرْوٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَبِهٖ اَفْتَخِرُ" فَقَالَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ وَ الْحَافِظُ بْنُ حَجَرٍ، هُوَ بَاطِلٌ مَّوْضُوْعٌ ---[المواہب اللدنیہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶]

"اور یہ جو روایت کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَبِهٖ اَفْتَخِرُ" تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر نے اسے باطل و موضوع کہا ہے"---

تائید مزید کے لیے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمایئے:

"حضور اقدس، قاسم نعم، مالک الارض و رقاب امم، معطی منعم، ولی والی، علی عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جمیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس و دیان العرب، علی الفضل، جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال ﷺ کی شان ارفع و اعلیٰ میں الفاظ مذکورہ (یتیم، غریب، مسکین، بے چارہ) کا اطلاق ناجائز و حرام ہے"---

خزانۃ الاکمل مقدسی و ردالمحتار و اخرشتی میں ہے:

وَ یَجِبُ ذِکْرُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَسْمَاءٍ مُّعَظَّمَةٍ فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ اَنَّهٗ فَقِیْرٌ غَرِیْبٌ مِّسْکِیْنٌ ---

"حضور ﷺ کا ذکر عزت و تکریم والے ناموں سے کرنا واجب ہے اور اس طرح کہنا جائز نہیں کہ آپ ﷺ فقیر، غریب اور مسکین تھے"---

نسیم الریاض، جلد رابع، صفحہ ۴۵۰ میں ہے:

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا یُوْصَفُوْنَ بِالْفَقْرِ وَ لَایَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْرٌ وَ قَوْلُھُمْ عَنْہُ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" لَا اَصْلَ لَہٗ کَمَا تَقَدَّمَ---

"انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو فقر سے موصوف نہ کیا جائے اور یہ جائز نہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو فقیر کہا جائے۔ رہا لوگوں کا "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" کو آپ سے مروی کہنا تو اس کی کوئی اصل نہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے"---

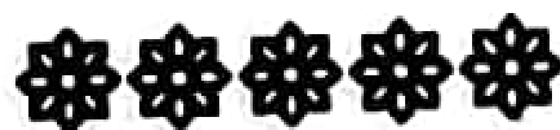
اسی کے صفحہ ۳۷۸ میں ہے:

قَالَ الزَّرْکَشِیُّ کَالسُّبْکِیِّ لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْرٌ اَوْ مِسْکِیْنٌ وَھُوَ اَغْنَی النَّاسِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی لَا سِیَمَا بَعْدَ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی". وَ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا" اَرَادَ بِہِ الْمَسْکَنَۃَ الْقَلْبِیَّۃَ بِالْخُشُوْعِ. وَ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَہٗ...... کَمَا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ عَسْقَلَانِیْ---[الفتاویٰ الرضویہ، جلد ششم، صفحہ ۱۲۶، مطبوعہ کراچی]

"امام بدرالدین زرکشی نے امام سبکی کی طرح کہا ہے کہ یہ جائز نہیں کہ آپ ﷺ کو فقیر یا مسکین کہا جائے، آپ ﷺ اللہ کے فضل سے لوگوں میں سب سے زیادہ بڑے غنی ہیں، خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ہم نے آپ کو حاجت مند پایا سو غنی کر دیا" کے نزول کے بعد، رہا آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ "اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ......الخ" تو اس سے مراد باطنی مسکنت کا خشوع کے ساتھ طلب کرنا ہے اور "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے"---

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "کتاب الشفاء" قاضی عیاض کے حوالے سے یہ صراحت کی ہے، سرکار دوعالم ﷺ کی ذات والا صفات کے لیے نازیبا اور غیر موزوں اسماء و صفات کا استعمال حکایۃً بھی ناجائز و ممنوع ہے۔ اسی طرح بارگاہ رسالت ﷺ میں گستاخی و بے ادبی اگرچہ سہواً یا جہالت و لاعلمی کے باعث ہی ہو لائق گرفت اور ناقابل معافی جرم ہے۔

لو سانس بھی آہستہ یہ دربار نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا



نعت ختم المرسلین ﷺ

لیے فیضانِ رحمت، رحمۃ للعالمیں آئے
خدا کی مہربانی سے شفیع المذنبیں آئے

نہ تھا ان کی طرح محبوب رب العالمیں کوئی
ہزاروں انبیاء آئے ہزاروں مرسلیں آئے

ہوئے آدم سے عیسیٰ تک جو سارے انبیاء ظاہر
کسی کو اور کب آنا تھا، ختم المرسلیں آئے

کیا اللہ نے تفویض ان کو اوج خدمت کا
لیے غار حرا میں حرف حق روح الامیں آئے

بھلا کیسے نہ آتے ان کی یہ خدمت مقدر تھی
ضرورت جب ہوئی محسوس جبریل امیں آئے

مسلّم ہی سہی شہرہ جہاں میں حسن یوسف کا
کہاں دنیا میں ان جیسے جمیل و مہ جبیں آئے

ورودِ انبیاء کا ہو گیا اتمام خود ان (ﷺ) پر
وہ جب تشریف لے آئے نہ دیگر مرسلیں آئے

انھیں امت کی بخشش کے لیے انعام لانا تھا
خدا سے عرش پر ملنے گئے واپس یہیں آئے

انھیں کے واسطے ہر زیب و زینت ان کے ذمے تھی
ازل آباد سارے انبیاء سوئے زمیں آئے

زمانے کے لیے یہ نور افضل ہی مقدر تھا
لیے نور ازل کے ساتھ وہ نور جبیں آئے

انھیں کے خوش خبر تھے مرسلیں آدم سے عیسیٰ تک
صداقت کے تفوق کے لیے وہ بالیقیں آئے

انھیں جس نے بھی دیکھا دیکھتا ہی رہ گیا ان کو
لیے بہر کرم شان تجمل آفریں آئے

سہارا تھی انھیں کی بیعت حق آدمیت کا
لیے توقیر آدم کے لیے دین مبیں آئے

یہی بس اک ذریعہ تھا شفیع المذنبیں کا
نفاذ دہر کی خاطر لیے شرع متیں آئے

یہ ساری نعمتیں مخصوص ہیں جنت نصیبوں سے
ہمارے واسطے ہی شیر و شہد و انگبیں آئے

اسی باعث انھیں کو سرور کونین گردانا
"پے کونین آرائی" بہ حسن دل نشیں آئے

ہے شہر علم آخر کون آقا کے سوا ثابت
کروڑوں نکتہ رس آئے کروڑوں نکتہ بیں آئے

میسر آ گئی نعمت خوشی کی ان کو طیبہ میں
یہاں جتنے پریشاں خاطر و اندوہ گیں آئے

بھلا ایمان سے محروم رہتے ان کی قربت میں؟
مسلماں ہو گئے کفار، جب ان کے قریں آئے

کوئی انگلی اٹھا سکتا نہ ان کی شان عظمت پر
ہزاروں کافر و مشرک بہ طبع نکتہ چیں آئے

پے توحید، عالم تھا سرور و کیف کا طاری
کہاں بزم رسالت میں شراب و انگبیں آئے

یہی اک اختصاص ناز ہی میرا مقدر ہے
جہاں بھی جاؤں میں ان کا تصور بھی وہیں آئے

بجز امی لقب، ہے کون محور علم و حکمت کا؟
خزائن عرش کے ہمراہ لے کر بہر دیں آئے

سید انوار الحق (انوار ظہوری)

آخری قسط

عباداتِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثنا) کی خصوصیات

پروفیسر خلیل احمد نوری

تصور عبادت میں وسعت

سید عالم ﷺ کی عبادات اور اس حوالے سے آپ کی تعلیمات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عبادت کے محدود تصور کو وسعت عطا فرمائی۔ حضور ﷺ نے اخلاصِ نیت کے ساتھ اظہارِ بندگی اور اطاعت الٰہی کی ہر صورت کو عبادت کا درجہ عطا فرمایا اور محض چند اعمال کے ساتھ نیکی کو مختص نہیں فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

''سورج طلوع ہوتے ہی انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دینا صدقہ ہے، کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کا سامان سواری پر رکھوا دینا صدقہ ہے، اچھی بات کہہ دینا صدقہ ہے، نماز کے لیے اٹھایا جانے والا ہر قدم صدقہ ہے اور تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا صدقہ ہے'' ---[بخاری، کتاب الجهاد، من اخذ بالرکاب و نحوه]

ایک اور روایت دیکھیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ ایسا آدمی اس شب بیدار کی طرح

ہے جو کبھی سستی نہیں کرتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو کبھی روزہ نہیں چھوڑتا''۔۔۔

[بخاری، کتاب الادب، الساعی علی الارملۃ]

ایک اور ارشاد پڑھیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک آدمی راستہ طے کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی، اس نے ایک کنواں دیکھا، اس نے کنوئیں میں اتر کر پانی پیا، باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور مارے پیاس کے مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس آدمی نے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی میری طرح پیاس لگی ہے، چنانچہ اس نے کنویں میں اتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور اس کتے کے منہ میں ڈال دیا، کتے نے پانی پیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرما لیا اور اس کی مغفرت کر دی۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے سے بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ فرمایا کہ ہر تر جگر والے جان دار کے ساتھ نیکی کرنے میں اجر ہے۔[بخاری، کتاب الادب، رحمۃ الناس و البھائم]

یہی واقعہ ایک اور جگہ بنی اسرائیل کی بدکار عورت کے حوالے سے مذکور ہے کہ اس نے اپنا موزہ اتار کر کتے کو پانی پلایا تو اس کی بخشش کر دی گئی۔[بخاری، کتاب الانبیاء، باب ۳۵۴]

ایک اور شخص کے متعلق فرمایا کہ اس نے راستے میں ایک کانٹے دار ٹہنی دیکھی تو اسے راستے سے ہٹا دیا کہ کہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر فرمائی اور اس کی بخشش کر دی۔[بخاری، کتاب الاذان باب فضل التھجیر الی الظھر / مسلم، کتاب البر، باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق]

رسول اللہ ﷺ نے باہمی جھگڑوں اور فساد ختم کرنے کو نفلی نمازوں، روزوں اور صدقے سے افضل قرار دیا اور فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو روزے، نماز اور صدقہ سے بڑھ کر نیکی کی چیز نہ بتاؤں؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا: وہ نیکی آپس کے تعلقات کو درست کرنا ہے۔[ابو داؤد، کتاب الادب، باب اصلاح ذات البین]

تصور عبادت میں وسعت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ دیگر مذاہب میں عبادات کے لیے مقامات مختص ہیں، ان کے پیروکاروں کی عبادت ان مخصوص جگہوں کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتی، لیکن نبی اکرم ﷺ نے عبادت کو کسی خاص مقام کے ساتھ مختص نہیں کیا، بلکہ فرمایا:

جعلت لی الارض مسجدا و طھوراً۔۔۔

[بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ عز و جل......]

''میرے لیے پوری روئے زمین سجدہ گاہ اور پاک بنادی گئی ہے''---

اس طرح کی اور بہت سی احادیث ہیں جس سے ہر شخص بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے مخصوص اعمال کو عبادت قرار نہیں دیا بلکہ عبادت کے مفہوم میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اخلاص وصدق نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جانے والے ہر عمل کو نیکی اور عبادت کا درجہ دیا۔ دراصل اس ضمن میں نیت کا خلوص بہت اہمیت رکھتا ہے۔ محض ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر کسی شخص پر عبادت گزار ہونے کا حکم صادر نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے جہاں بعض روزمرہ کاموں کو عبادت قرار دیا، وہاں ایسے لوگوں کی نشان دہی بھی فرمادی جو بظاہر بڑے اعلیٰ درجے کے عبادت گزار ہوں گے، لیکن ان کی نمازوں، روزوں اور تلاوت قرآن جیسے بظاہر نیک اعمال کو عبادت نہیں کہا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ بنوتمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ نامی آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیجیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''تیری ہلاکت ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا، اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام ونامراد ہوجاؤں''---

حضرت عمر ؓ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑادوں؟ فرمایا: جانے دو، کیوں کہ اس کے اور بھی ساتھی ہیں کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے، یہ قرآن بہت پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس پر شکار کے خون اور اس کے پیٹ کی گندگی وغیرہ کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ [بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام]

تصور عبادت کی اصلاح

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مختلف مذاہب میں اپنے آپ کو تکلیفوں میں مبتلا کرنے اور دنیاوی راحتوں سے دست بردار ہونے کا نام عبادت رکھ لیا گیا تھا، پھر اس کے لیے طرح طرح کے طریقے گھڑ لیے گئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سب کی نفی کر کے تصور عبادت کی اصلاح فرمائی اور واضح کیا کہ یہ کوئی نیکی کی بات نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے نفع نہ اٹھائے اور اپنے آپ کو تکلیفوں میں ڈالے رکھے۔

ایک مرتبہ آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک آدمی کو دیکھا جو دھوپ میں کھڑا تھا، آپ ﷺ

نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو عرض کیا گیا کہ اس کا نام ابواسرائیل ہے اور اس نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سایہ حاصل کرے گا اور نہ گفتگو کرے گا اور روزے سے رہے گا۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو کہ سایہ حاصل کرے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرلے۔[بخاری، کتاب الایمان و النذور، باب النذر فیما یملک و فی معصیۃ]

ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ اس نے اپنی جان کو عذاب میں ڈال رکھا ہے۔ ایک اور آدمی کو دیکھا کہ دوسرا آدمی اس کی ناک میں رسی ڈال کر اسے کھینچ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی رسی کو کاٹ دیا اور فرمایا کہ اسے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر چلو۔[حوالہ سابق]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک رسی بندھی ہوئی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسی ہے، جب وہ عبادت کرتے تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں تاکہ سستی دور ہو جائے۔ فرمایا:

> ''اس کو کھول دو، تم میں ہر شخص کو چاہیے کہ اس وقت تک نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے، جب سست پڑ جائے تو سو جائے''---

[بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ/
مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب امر من نعس فی صلوٰتہ]

عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم

رسول اللہ ﷺ کی عبادات کی یہ خصوصیت بھی تھی کہ آپ کو کثرت عبادت پسند تھی مگر اس میں میانہ روی اختیار فرماتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے۔ عبادات میں محو ہو کر اہل و عیال کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو جانا پسند نہ تھا اور نہ اپنے نفس کے حقوق سے بے اعتنائی برتنے کی اجازت عطا فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس گئے اور جا کر نبی اکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ جب انھیں تفصیل بتائی گئی تو انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا اور حضور ﷺ کا کیا مقابلہ؟ آپ کے سبب سے تو اللہ تعالیٰ نے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور کبھی ناغہ نہ

کروں گا، تیسرا بولا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ کنارہ کش ہو کر رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔
رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا کہ تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ پھر فرمایا کہ خبردار، اللہ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، (رات کو) نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (لہٰذا یہ سب کام میری سنت ہیں) اور جس نے میری سنت سے منہ موڑ لیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

[بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح/
مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح......]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرے متعلق نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ میں نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی قسم جب تک میں زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھا کروں گا اور رات کو قیام کیا کروں گا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ میں نے عرض کیا، ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ فرمایا، تم اس کی طاقت نہیں رکھو گے، اس لیے تم کبھی روزہ رکھو اور کبھی چھوڑ دو، اسی طرح رات کو قیام بھی کرو اور چھوڑ بھی دو۔ فرمایا کہ تم ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو، اس لیے کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے، لہٰذا تمہارا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی طرح ہو جائے گا (یعنی تین روزے تیس دنوں کے برابر ہوئے، اس طرح پورے مہینے کے روزے شمار ہو جائیں گے) میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور دو دن ناغہ کر لو۔ میں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، ایک دن روزہ رکھ لو اور ایک دن ناغہ کر لو، یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ روزوں میں سب سے موزوں اور معتدل طریقہ ہے۔

[بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم/
مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر]

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا، چنانچہ حضرت سلمان ایک دن حضرت ابوالدرداء کی ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے، انھوں نے دیکھا کہ ان کی اہلیہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے ہیں، انھوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ بولیں کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت ابوالدرداء بھی تشریف لے آئے، انھوں نے اپنے بھائی حضرت سلمان

کے لیے کھانا تیار کروایا اور ان سے کہا کہ تم کھاؤ، میرا تو روزہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں تو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ نہیں کھاؤ گے۔ چنانچہ انھوں نے (نفلی) روزہ توڑ کر کھانا شروع کر دیا، پھر جب رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداء نفل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت سلمان نے کہا کہ ابھی سو جائیں، چنانچہ وہ سو گئے، پھر تھوڑی دیر بعد نفل پڑھنے کے لیے اٹھے تو حضرت سلمان نے کہا کہ ابھی سو جائیں، جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمان نے کہا کہ اب اٹھ کر قیام کیجیے، چنانچہ دونوں نے نفل ادا کیے، پھر حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ یقیناً تمہارے رب کا تم پر حق ہے، مگر تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے ہر صاحب حق کا حق ادا کرو۔ بعد میں حضرت ابوالدرداء، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔

[بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علیٰ اخیه......]

امت پر شفقت کا خیال

حضور رحمت عالم ﷺ کو اگرچہ عبادت الٰہی مرغوب تھی، اس لیے تنہا عبادت ادا کرتے ہوئے ممکن حد تک زیادہ مشقت و محنت فرماتے، لیکن امت کی مشقت اور ان کی کمزوری کا پاس کرتے ہوئے جماعت میں اختصار فرماتے تاکہ لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہو۔ اسی طرح کئی اعمال خود اپنے لیے پسند فرمائے، لیکن امت پر بوجھ کے احساس سے یا تو انھیں ترک کر دیا یا علیحدگی میں ادا فرماتے تاکہ دوسروں کو خبر نہ ہو اور لوگ پیروی کرتے ہوئے مشکل میں نہ پڑیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جب نماز میں داخل ہوتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ اسے لمبا کروں مگر کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اسے مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو تکلیف ہو گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ میں نے کسی امام کے پیچھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہلکی نماز نہیں پڑھی۔

[کتاب الاذان، باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی]

رحیم و کریم آقا ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کے تکلیف میں پڑ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ [بخاری، کتاب الجمعة، باب السواک یوم الجمعة]

قیام لیل میں لوگوں کی شمولیت پسند خاطر تھی مگر لوگوں کی دل چسپی دیکھ کر خیال فرمایا کہ کہیں فرض ہو جانے سے امت کو تکلیف نہ ہو، اس لیے اس کی جماعت کو ترک فرما دیا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں نماز

پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، لوگوں نے صبح کو اسے بیان کیا تو دوسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ آ گئے اور لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، تیسری رات ہوئی تو لوگ اور زیادہ جمع ہو گئے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، جب چوتھی رات آئی تو مسجد میں جگہ نہ رہی، یہاں تک کہ آپ صبح کی نماز کے وقت ہی باہر تشریف لائے، جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ مسنونہ پڑھ کر فرمایا کہ تمہاری یہاں موجودگی ہم سے پوشیدہ نہیں تھی، لیکن مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اسے ادا نہ کر سکو گے۔[بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ......]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں فجر کی جماعت سے اس لیے رہ جاتا ہوں کہ فلاں شخص اسے بہت لمبا کر دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو نصیحت فرماتے وقت اس قدر برافروختہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا کہ اس روز۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کچھ لوگ نفرت دلاتے ہیں، لہٰذا تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے، کیوں کہ مقتدیوں میں ضعیف، سن رسیدہ اور کام کاج والے لوگ ہوتے ہیں۔[بخاری، کتاب الاذان، باب تخفیف الامام فی القیام......]

اطاعت کے بغیر عبادت کا اعتبار نہیں

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نام لیواؤں کو عبادت کا جو تصور دیا ہے اس میں یہ بات بھی اہم ہے کہ انسان کی عبادت کی تاثیر اس کی زندگی کے تمام شعبوں میں دکھائی دینی چاہیے، خصوصاً پنج وقتہ نماز تو اس بات کی بار بار یاد دہانی کا نام ہے کہ تم خالق و مالک حقیقی کے بندے ہو نہ کہ نفس و شیطان کے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ عبادت گزار انسان کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق بسر ہو نہ کہ شیطان کی اتباع میں۔ اگر یہ نہ ہو تو عبادت گزاری فائدہ مند نہیں ہو سکے گی، کیوں کہ محض سجود و قیام مطلوب نہیں ہیں، بلکہ خشیت الٰہی میں ڈوبا ہوا دل اور اطاعت گزار انسان مقصود ہے۔ یہ درست نہیں کہ انسان نماز پڑھ چکنے کے بعد اسی طرح کا فریب کار اور ظالم انسان بن جائے جیسا کہ نماز سے پہلے تھا۔ روزہ بھی رکھے اور نفس و شیطان کا بندہ بھی بنا رہے، حج کے مناسک بڑے اہتمام سے ادا کرے مگر گھر لوٹ آنے پر فریب کاری، دھوکہ دہی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ستانے کا عمل برابر جاری رکھے، عبادت گزار بھی ہو اور عہد شکن بھی، جھوٹا اور خائن بھی، رشوت خور اور سود خور بھی، ایسا نہیں ہو سکتا کہ تہجد گزاری اور چوری چکاری ساتھ ساتھ چلتی رہے، اوراد و وظائف اور اذکار مسنونہ کا شغل اختیار کر لینے کے بعد اس بات کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ ایسا شخص دیدہ دانستہ

حقوق العباد ضائع کرنے کے لیے کمربستہ رہے یا اپنی زندگی کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں کو اپنی مرضی سے استوار کرنے کی غلطی کا مرتکب ہو۔ قرآن کریم میں نماز کی تاثیر کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

''بے شک نماز بے حیائیوں اور برائی سے روکتی ہے''---[العنکبوت:۴۵]

اللہ تعالیٰ کے حضور میں جانوروں کی قربانی پیش کرنا بہت مبارک عمل اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرما دیا ہے کہ اسے ان قربانیوں کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں، بلکہ اصل چیز کی اہمیت قربانی پیش کرنے والے کا وہ دل ہے جو خشیت الٰہی سے لرزتا ہو اور تقویٰ سے لبریز ہو۔[الحج:؟؟؟]

ایک مرتبہ کسی شخص کے بارے میں حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح کو چوری کرتا ہے۔ فرمایا کہ بہت جلد اسے نماز اس سے روک دے گی۔ چنانچہ واقعی کچھ عرصہ بعد اس پر نماز کا اثر ہوا اور وہ ان کاموں سے باز آ گیا۔

[بیھقی، شعب الایمان، باب فی الصلوٰۃ، تحسین الصلوٰۃ، جلد۳، صفحہ۱۷۴]

جو لوگ ساری عمر نمازیں پڑھتے رہیں مگر شیطان کی پیروی سے نہ رکیں اور اپنی پوری زندگی کو اطاعت گزاری کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش نہ کریں، ان کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

جو شخص نماز تو پڑھے مگر اس کی نماز نہ تو اسے نیکی کی طرف بلائے اور نہ اسے برائی سے باز رکھے، اس کی نماز اسے اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کا ہی سبب بنتی ہے۔[حوالہ سابق]

حضرت ابو خالد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عرض کیا گیا، فلاں شخص بڑے طویل رکوع و سجود کرتا ہے، فرمایا: نماز صرف اسے فائدہ دیتی ہے جو اس نماز کے مطابق اطاعت الٰہی بجالائے۔[حوالہ سابق]

روزے کا مقصد یہ ہے کہ روزہ دار آدمی تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرے۔ اگر روزہ اپنے اس مقصد کو پورا نہ کرے تو وہ روزہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس آدمی نے دروغ گوئی اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے''---

[بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ]

عبادات میں رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت کا اظہار

حضور ﷺ جس طرح دین کے دیگر تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریعی حیثیت

کے حامل تھے اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اختیار کے باعث آپ کی زبان اقدس قانون و شریعت کا درجہ رکھتی تھی، اسی طرح عبادات میں بھی آپ کو تشریعی اختیار عطا فرمائے گئے تھے، اسی لیے نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے تمام پہلوؤں کی توضیح و تشریح آپ کے فرمان اقدس سے ہوئی۔ نماز کی رکعتوں کا تعین ہو یا زکوٰۃ کے نصاب اور اس کی شرح کی تفصیل، یہ تمام امور زبانِ حق ترجمان کے ذریعے امت کو عطا ہوئے۔ نماز کے متعلق فرمایا کہ تم نماز یوں پڑھو جیسا کہ مجھے پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔ [بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر......]

اسی طرح حج کی فرضیت کے متعلق حضرت اقرع بن حابس تمیمی نے سوال کیا کہ آیا حج ہر سال فرض ہے تو آپ خاموش رہے۔ دوسری مرتبہ سوال ہوا تو فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا مگر تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔

[ترمذی، ابواب الحج ما جاء کم فرض الحج/
نسائی، کتاب مناسک الحج، باب وجوب الحج]

قربانی کے موقع پر ایک شخص کو چھ ماہ کا جانور ذبح کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ یہ صرف تمہارے لیے ہے، کسی اور کے لیے جائز نہیں ہوگا۔

[ترمذی، ابواب الاضاحی، ما جاء فی الذبح بعد الصلوٰة]

روزہ توڑنے والے شخص کو کھجوروں کا ایک ٹوکرہ دے کر اسے اجازت دی کہ وہ خود کھالے اور اپنے اہل وعیال کو کھلا دے، اس کی جانب سے یہی کفارہ شمار کرلیا جائے گا۔

[بخاری، کتاب الصوم، باب اذا جامع رمضان......]

قرآن مجید میں ہے کہ نماز اہل ایمان پر ان کے مقررہ وقت میں فرض کی گئی ہے [النساء:١٠٣] لیکن حضور ﷺ نے نماز ظہر اور عصر کو عرفات میں ملا کر پڑھا اور نماز مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں ملا کر ادا فرمایا [بخاری، کتاب المناسک، باب الجمع بین الصلوٰتین بعرفة و باب الجمع بین الصلوٰتین بالمزدلفة] اور یہی امت کے لیے شرعی قانون بن گیا۔



استدراک

ماہ نامہ نور الحبیب بصیر پور شریف (شمارہ ستمبر ۲۰۰۵ء) کے صفحہ ۶۵، سطر ۴ میں مدارج کو معارج اور صفحہ ۶۶، سطر ۱۱ میں نعت گو کو تاریخ گو پڑھا جائے۔۔۔[ادارہ]

کچھ
بیاں
اپنا

نئی حکومت کی ذمہ داری

۱۸ر فروری کے انتخابات نے نام نہاد روشن خیالی کا جنازہ نکال دیا ہے، عوامی ''مکا'' نے مشرف کو ناک آؤٹ کر کے ثابت کیا ہے کہ قوم امریکہ نواز حکومت اور اس کی پالیسیوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں---

ملک پاکستان کی نظریاتی اساس کی توڑ پھوڑ، عقیدہ و ایمان پر حملے، بے حیائی، بے غیرتی اور مادر پدر آزادی کا فروغ، لاقانونیت، بدامنی اور کمر توڑ مہنگائی ۸ سالہ پرویزی دور حکومت کے مکروہ ''تحفے'' ہیں---

مرکز میں نئی حکومت کا قیام عمل میں آچکا ہے، جب کہ صوبوں میں حکومت سازی کے مراحل مکمل ہوا چاہتے ہیں--- ہم نئے حکمرانوں کے لیے دعا گو ہیں اور ان سے امید کرتے ہیں کہ وہ ماضی کے حکمرانوں کی غلطیوں سے سبق سیکھیں گے اور عوامی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے

امریکہ کی ہاں میں ہاں ملانے کے بجائے قومی اور نظریاتی پالیسیاں وضع کریں گے--- حالات کا تقاضا ہے کہ عدل وانصاف کے فروغ، ججوں کی بحالی، معیشت کے استحکام، قیام امن اور مہنگائی کے خاتمہ کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں---

وزیراعظم مخدوم سید یوسف رضا گیلانی نے پہلے سو (۱۰۰) دنوں کی ترجیحات کا اعلان کیا ہے، جن میں بہت سے امور عوامی امنگوں کے ترجمان ہیں، تاہم غیرت ایمانی کا تقاضا تھا کہ مخدوم صاحب وزارت عظمیٰ کے منصب پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلی قرارداد اپنے نانا جان رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کی ناموس کے تحفظ پر پیش کر کے سعادت دارین حاصل کرتے---

حکومت کو چاہیے کہ وہ غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے اس مسئلہ کو اوّلین ترجیح دے اور ناموس رسالت کے حوالے سے دوٹوک انداز میں پالیسی بیان جاری کرے، تاکہ ڈنمارک اور دیگر مغربی ممالک کو واضح پیغام پہنچے کہ حرمت رسول کے مسئلہ پر پوری قوم متحد ہے اور بچہ بچہ ناموس رسالت کی خاطر کٹ مرنے کو اپنا اعزاز سمجھتا ہے---

حکومت بلا تاخیر ڈنمارک اور دیگر گستاخ ملکوں سے اقتصادی وسفارتی تعلقات منقطع کرے، نیز مسئلہ کے مستقل حل کے طور پر دیگر مسلم ممالک کے ساتھ مشترکہ حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اقوام متحدہ، ہیومن رائٹس کمیشن، یورپی یونین اور بین الاقوامی اداروں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ حقوق انسانی کے چارٹر کا از سر نو جائزہ لے کر حضور ختمی مرتبت ﷺ اور دیگر انبیاء ورسل (علیہم السلام) کی ناموس کے تحفظ کو یقینی بنائے اور ان کی توہین پر سزاؤں کا تعین کرے---

عوام کی مسترد کردہ حکومت اور موجودہ حکومت میں واضح فرق نظر آنا چاہیے---

چاند پر نقش نعل مصطفیٰ کی جلوہ گری

باعث تکوین عالم، وجہ تخلیق آدم وبنی آدم، نبی مکرم، رسول معظم ﷺ کے ذکر کو اللہ رب العزت ﷻ نے بلند کر کے آپ کی عظمت ورفعت کو عالم آشکار کر دیا--- چند کور باطن اگر اپنی ژولیدہ فکری،

خبث باطنی، دریدہ دہنی اور انتہائی گھٹیا پن کا ثبوت دیتے ہوئے اہانت آمیز خاکے تیار کریں تو اس سے عظمت وشان مصطفیٰ میں کچھ فرق نہیں پڑتا، بلکہ ان کی یہ مذموم کارروائیاں آپ کے ذکر اور عظمت کے اظہار میں مزید اضافہ کا سبب بن جاتی ہیں---مفاد پرست اور مصلحت کے شکار حکمرانوں کے علاوہ پوری امت مسلمہ حرمت وناموس رسالت کے لیے کٹ مرنے کا جذبہ رکھتی ہے---میلاد النبی ﷺ کے روح پرور اجتماعات اور محافل میں ذکر مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ قدرت الٰہیہ کے کرشمے بھی نمودار ہوتے رہتے ہیں: ع

کان جدھر لگایئے ان (ﷺ) ہی کی داستان ہے

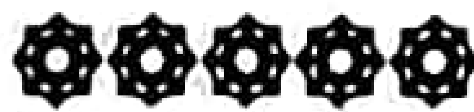
گزشتہ سال بارہ ربیع الاوّل کی مبارک رات آسمان پر اسم محمد (ﷺ) نمایاں ہوا تھا تو اس بار آٹھ ربیع الاوّل کی شب چاند پر نعل مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا نقش ابھرتا اور چمکتا دکھائی دیا---اس میں جہاں عظمت ورفعت حبیب کا اعلان ہے، وہیں یہ پیغام بھی ملتا ہے کہ امت مسلمہ اگر رفعت آشنا ہونا چاہتی ہے تو اسے رسول اکرم ﷺ کے نقش قدم کو رہنما بناتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا---

اللہ تعالیٰ ﷻ حضور ﷺ کی کامل محبت سے بہرہ یاب فرمائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری — بصیر پور شریف

مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب — ۴/اپریل ۲۰۰۸ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جمیع برادرانِ اسلام---السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اپنا ادارہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وعنایت اور حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی باطنی توجہات سے علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مصروف عمل ہے---اس وقت بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سیکڑوں زیر تعلیم طلبہ وطالبات، قدیم وجدید علوم سے مستفیض ہو رہے ہیں--- جن کی خوراک، رہائش، علاج، تعلیم، اساتذہ وعملہ کے مشاہرات اور دیگر ضروری لوازمات پر نہایت کفایت شعاری کے باوجود (تعمیراتی اخراجات کے علاوہ) تقریباً نصف کروڑ روپے سالانہ سے زائد خرچ ہو رہے ہیں---

عالمی طاغوتی قوتیں دین اور دینی مدارس کے خلاف جن سازشوں میں مصروف عمل ہیں، آپ کی نگاہِ بصیرت سے مخفی نہیں---اندریں حالات دارالعلوم کو آپ ایسے مخلص، جاں نثار اور اہل درد کی توجہ اور دینی جذبہ رکھنے والے مخیر حضرات کے مالی تعاون کی بے حد ضرورت ہے--- خصوصاً اس وقت جب کہ طلبہ کی خوراک کے لیے پندرہ سو من گندم کی خریداری کا مرحلہ درپیش ہے، جس کے لیے فوری طور پر نو لاکھ پچاس ہزار (950000/=) روپے درکار ہیں---

سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے قدیمی تعلق وعقیدت اور علوم اسلامیہ سے محبت کے پیش نظر آپ کی اخلاقی ودینی ذمہ داری ہے کہ فصل کے موقع پر خصوصی دلچسپی سے اپنے اس مدرسہ کی بھرپور معاونت فرما کر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مہمانانِ گرامی، طلبہ وطالبات کی کفالت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کریں---آپ کے عطیات یقیناً آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے، ان شاء المولیٰ تعالیٰ---

براہ کرم اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرماتے ہوئے اپنے دینی مرکز دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑا) کے ساتھ زیادہ سے زیادہ عملی تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں---

والسلام

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

فون نمبر: 044-4771014 موبائل نمبر: 0300-4321088

اکاؤنٹ نمبر: PLS 11911-2، نیشنل بنک بصیر پور برانچ نمبر 0310

مختار نبی ﷺ کی شانِ محبوبی

شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد امین

تمھید ۱

خلیفہ کا معنی ہے نائب، جو کہ حاکم کی نیابت میں اس حاکم کے احکامات نافذ کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً---

اے فرشتو! میں زمین پر اپنا ایک نائب بھیجنے والا ہوں، جو میری نیابت میں یعنی میرا نائب ہو کر میرے حکم نافذ کرے گا۔

چناں چہ تفسیر جلالین میں ہے:

انی جاعل فی الارض خلیفۃ یخلفنی فی تنفیذ احکامی فیھا---

اے فرشتو! میں زمین میں اپنا نائب بھیجنے والا ہوں جو کہ میرے احکام میری زمین میں نافذ کرے گا۔

اور تفسیر مدارک میں ہے:

فھو من یخلف غیرہ---

خلیفہ وہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے کا نائب ہو۔

اور خلیفہ، یعنی اللہ تعالیٰ کا نائب کون ہے؟ وہ عالم اجساد کے اعتبار سے سیدنا آدم علیہ السلام ہیں اور ارواح میں (روحانی خلیفہ) وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔

چناں چہ تفسیر صاوی میں ہے:

خلیفة یخلفنی فی تنفیذ احکامی فیھا فھو آدم علیه السلام ای فھو ابوالبشر و الخلیفة الاوّل باعتبار عالم الاجساد و اما باعتبار عالم الارواح فھو سیدنا محمد ﷺ---

یعنی اے فرشتو! میں زمین میں اپنا نائب بھیجنے والا ہوں جو کہ زمین میں میرے احکام نافذ کرے گا اور وہ کون ہیں، وہ عالم اجساد کے اعتبار سے آدم علیہ السلام ہیں ولیکن عالم ارواح کے اعتبار سے زمین میں خلیفہ محمد رسول اللہ ہیں ﷺ---

اور تفسیر روح المعانی میں ہے:

فھو صلی اللّٰه علیه و سلم علی الحقیقة الخلیفة الاعظم و لولاہ ما خلق آدم علیه السلام---

یعنی حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ حقیقت میں خلیفہ اعظم (نائب اکبر) ہیں، کیوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام پیدا ہی نہ کیے جاتے۔ الحاصل وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ اللہ تعالیٰ کی زمین میں خلیفہ اعظم اور نائب اکبر بن کر تشریف لائے ہیں۔

تمھید ۲

معاملات یعنی بیع وشراء، نکاح وطلاق میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر روایت میں بڑی سخت چھان بین کرنا ہوگی لیکن فضائل میں زیادہ چھان بین کی ضرورت نہیں، جیسے کہ سیدنا امام احمد بن حنبل ودیگر ائمہ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیشان ہے۔ چناں چہ سیرت حلبیہ میں ہے:

و قد قال الامام احمد بن حنبل و غیرہ من الائمة اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا و اذا روینا فی الفضائل تساھلنا---[السیرة الحلبیة]

یعنی سیدنا امام احمد بن حنبل ودیگر ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب ہم حلال وحرام کے معاملہ میں روایت کرتے ہیں تو خوب چھان بین کرتے ہیں اور جب ہم فضائل میں بیان کرتے ہیں تو سہولت سے کام لیتے ہیں (زیادہ چھان بین نہیں کرتے)۔

الحمد للہ رب العالمین جب یہ تسلیم ہوگیا کہ ہمارے آقا سید العالمین ﷺ، اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم اور نائب اکبر ہیں، تو مندرجہ ذیل مضمون کو محبت کی نظر سے پڑھیں، ان شاء المولیٰ تعالیٰ دل ایمان کی دولت سے منور ودرخشاں ہوجائے گا اور پھر ایمان پر اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا، پھر شیطان ایمان چھین نہیں سکتا۔ اقول و باللّٰہ التوفیق

تمہید ۳

جہان بھر میں اوّلین و آخرین میں سے ولیوں، غوثوں، قطبوں، نبیوں، رسولوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی مشکل حل کر سکے یا کسی کو رزق دے سکے یا کوئی تصرف کر سکے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب باعث ایجادِ عالم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر نہ کچھ کر سکتے ہیں، نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں۔ یہ ذاتی شانیں، ذاتی عطا، تصرف وغیرہ یہ صرف اور صرف اُس ذات وحدہ لاشریک کے لیے ہے، جس کا نام پاک ہے اللہ ﷻ، اور وہ جسے چاہے جتنا چاہے جو کچھ چاہے عطا کر دے، کوئی روک نہیں سکتا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ---

"اے محبوب! آپ کہہ دیں یا اللہ تو ہی سارے ملکوں کا مالک ہے، تو جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک لے لے، یا اللہ! تو جسے چاہے عزت عطا کرے (جس کو چاہے غوث اعظم بنا دے، جس کو چاہے داتا گنج بخش بنا دے، جس کو چاہے غریب نواز بنا دے، جس کو چاہے گنج شکر بنا دے، تو جس کو چاہے مجدد الف ثانی بنا دے) یا اللہ! تو جس کو چاہے ذلت دے دے، تیرے دست قدرت میں خیر ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے"---

اور جو کچھ ولیوں، غوثوں، قطبوں، نبیوں، رسولوں کے پاس ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کے جتنے معجزات و تصرفات و اختیارات ہیں، سب اللہ تعالیٰ رب العالمین ﷻ کی عطا سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی کوئی شان عطائی نہیں ہو سکتی اور مخلوق کی ہر شان عطائی ہے، ذاتی ہو ہی نہیں سکتی۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اللہ تعالیٰ سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا کرے اور صحیح بات کو مان لینے کی توفیق عطا کرے۔

شان محبوبی

اے میرے مسلمان بھائی، اے میرے آقا حبیب خدا ﷺ کے امتی! یقین جان کہ اللہ رب العالمین ﷻ نے اپنے حبیب، باعث عالم، فخر آدم و بنی آدم ﷺ کو وہ شان محبوبی عطا فرمائی ہے کہ جہاں تک کسی ولی، غوث، کسی قطب، کسی صحابی، کسی نبی، کسی رسول کی رسائی نہیں۔

صلوات اللہ و سلامه علیه و علیهم الیٰ یوم الدین

جب کہ خود سید العالمین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی ---

''یعنی اے میرے یار غار ابو بکر! میری حقیقت کو میرے رب تعالیٰ کے سوا کسی نے جانا ہی نہیں'' --- [بحوالہ تجلی الیقین]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن صحابہ کرام اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے آپس میں گفتگو شروع کر دی، ان میں سے ایک صحابی بولے، دیکھو جی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست، اپنا خلیل بنا لیا ہے (کتنا اونچا مقام ہے)۔ دوسرے صحابی بولے مرتبہ و مقام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا کلیم چن لیا ہے۔ تیسرے صحابی بولے، دیکھو دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کا مقام عطا کیا ہے۔ ایک صحابی بولے، ذرا آدم علیہ السلام کے مقام کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صفی اللہ کا مقام عطا فرمایا ہے۔

اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

میں نے تمہارا کلام بھی سنا اور تمہارا تعجب بھی دیکھا ہے، سنو بے شک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اس میں شک نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں یہ امر بھی مسلم ہے اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں، یہ امر بھی مسلم ہے، لیکن کان کھول کر سن لو:

الا و انا حبیب اللّٰہ و لا فخر ---

''کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں'' ---

(کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے) اور یہ بھی سن لو قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سے لے کر سارے نبی، رسول اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ بھی فخر نہیں (کیوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی طرف سے انعام ہے) نیز سن لو قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ بھی فخر نہیں (کیوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے) نیز فرمایا کہ میں ہی قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھولے گا اور مجھے ہی سب سے پہلے جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ ایمان والے فقرا ہوں گے اور یہ بھی فخر نہیں اور میں ہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں اوّلین، آخرین، پہلوں اور پچھلوں میں سے سب سے عزت و اکرام والا ہوں اور یہ بھی فخر نہیں --- [ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ]

الحمد للہ رب العالمین اس حدیث پاک میں شان محبوبی اور مقام حبیب کا واضح طور پر بیان ہے کہ مقام حبیب سب سے اونچا ہے، ہر جگہ اور ہر شعبہ میں سرکار تاجدار مدینہ ﷺ ہی سب سے آگے ہیں اور یہ شان محبوبی ہے۔

اختیار مصطفےٰ ﷺ از قرآن مجید

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ---[سورہ نحل]

''یعنی اے محبوب! ہم نے قرآن مجید آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں سے بیان کریں کہ کیا حکم نازل ہوا ہے''---

اللہ رب العالمین جَلَّ جَلَالُہٗ نے جو اپنے حبیب ﷺ کو اونچے مقامات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن مجید کی توضیح وتشریح کا حق اپنے حبیب، باعث ایجاد عالم ﷺ کو تفویض کر دیا ہے، مثلاً ہم عرض کریں، یا اللہ! تو نے ہمیں حکم دیا ہے اقیموا الصلوۃ اے بندو! نماز قائم کرو۔ ہم عرض کریں، یا اللہ! ہم روزانہ کتنی نمازیں اور کتنی رکعتیں پڑھیں تو قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق جواب یہ ہے کہ اے بندو! یہ میرے حبیب سے پوچھو، جس کو میں نے قرآن مجید کی توضیح وتشریح کا حق دیا ہوا ہے، وہ بتائیں گے کہ کتنی رکعتیں پڑھنا ہیں، کس کس وقت میں پڑھنا ہیں اور کس طرح پڑھنا ہیں۔ پھر ہم عرض کریں یا اللہ! تو نے ہمیں حکم دیا ہے و آتوا الزکوۃ اے بندو! زکوۃ ادا کرو، یا اللہ! ہم کتنی زکوۃ دیں، کس کس کو دیں، کس کس کو نہ دیں اور کتنے عرصے کے بعد دیں، تو فرمان جاری ہوگا، اے بندو! یہ بھی میرے حبیب سے پوچھو، جس کو میں نے قرآن کے بیان کرنے کا حق دیا ہوا ہے۔

پھر ہم عرض کریں، یا اللہ! تو نے ہمیں حکم دیا ہے کتب علیکم الصیام اے بندو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں، ہم عرض کریں، یا اللہ! تو نے ہمیں روزے رکھنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا ہمیں فرمایا جائے کہ ہم کس طرح روزے رکھیں؟ تو فرمان جاری ہوگا، اے بندو! یہ میرے حبیب سے پوچھو، جس کو میں نے قرآن کی توضیح وتشریح کا حق تفویض کیا ہے۔

پھر ہم عرض کریں، یا اللہ! تو نے ہم پر حج فرض کر دیا ہے و للّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا---

یا اللہ! ہمیں فرمایا جائے کہ ہم حج کس طرح کریں اور کہاں کہاں جائیں اور کتنے عرصے کے بعد کریں، زندگی میں کتنی بار حج کریں، تو فرمان جاری ہوگا، اے بندو! یہ میرے حبیب سے پوچھو، جس کو میں نے قرآن کی توضیح وتشریح کا اختیار دیا ہے۔

اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے احکام بیان کرنے کا حق

اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی توضیح وتشریح میں بیان کروں گا، اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے اختیار دیا ہوا ہے، چناں چہ جب یہ آیت مبارکہ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی اہل استطاعت پر حج فرض کر دیا گیا ہے، نازل ہوئی تو ایک صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا أَكُلَّ عامٍ یا رسول اللّٰہ یعنی یارسول اللہ! ایک سال کے لیے فرض ہوا ہے یا ہر سال فرض ہے۔ یہ سن کر تاجدار مدینہ رحمت کائنات ﷺ خاموش رہے، اس صحابی نے پھر یہی سوال کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو قلت نعم لَوَجَبَت وَ لَمَا استطعتم ---[احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ]

یعنی (اے میرے صحابی! بار بار مت پوچھا کرو، سن تیرے بار بار پوچھنے سے) اگر میری زبان پر نعم یعنی ہاں ہر سال فرض ہے جاری ہو جاتا تو تم پر ہر سال ہی حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم کر نہ سکتے۔

الحمد للہ رب العٰلمین اس حدیث پاک سے بھی روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہوا کہ قرآن پاک کی توضیح وتشریح کا حق اللہ تعالیٰ ﷻ نے صرف اپنے حبیب ﷺ کو عطا کیا ہوا ہے اور جو لفظ ان کی زبان مبارک سے نکلا وہ شرعی قانون بن گیا۔

مقام فکر

نیز غور وفکر کا مقام ہے کہ مثلاً نماز ظہر کے چار فرض ہیں، پھر نماز عصر کے بھی چار فرض ہیں، پھر نماز عشاء کے بھی چار فرض ہیں، لیکن درمیان میں نماز مغرب کے تین فرض ہیں، تو اگر کوئی احمق عقل مند سوچے کہ دیکھو جی نماز ظہر کے بھی چار فرض ہیں، عصر وعشاء کے بھی چار فرض ہیں اور درمیان میں مغرب کے تین فرض کیوں ہیں۔ اور نماز ہے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت، لہٰذا ہم نماز مغرب میں کم نہیں کرتے بلکہ ایک رکعت کا اضافہ کر لیتے ہیں، کیوں کہ یہ عبادت ہے اور ہم مغرب کے فرض بھی چار کر لیتے ہیں، تو غور کریں کہ اب کوئی مغرب کے فرض چار کر سکتا ہے؟ بے شک سارے کے سارے علماء کرام، سارے محدثین عظام، سارے ائمہ کرام اور سارے مشائخ ذو احترام اور سارے لیڈران بے لگام اکٹھے ہو جائیں تو مغرب کے فرض چار نہیں کر سکتے، بلکہ اب تا قیامت مغرب کے فرض تین ہی رہیں گے، کیوں کہ یہ اس مختار نبی ﷺ کے مقرر کردہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی توضیح وتشریح کا اختیار دیا ہوا ہے:

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ---

"اے محبوب! ہم نے قرآن آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے

بیان کریں کہ کیا حکم نازل ہوا ہے"---

دربار الٰہی میں مصطفیٰ ﷺ کا رفیع تر مقام

اگر کوئی نمازی نماز پڑھ رہا ہو، اس کے ساتھ کوئی بندہ خطاب کرے، اسے بلائے، وہ نمازی اس کے ساتھ کلام کرے تو نماز ٹوٹ جائے گی، مثلاً ایک آدمی پڑھ رہا ہو اور اس کا بھائی یا باپ یا اس کا استاذ یا پیر و مرشد یا کوئی ولی یا غوث یا قطب یا کوئی امام یا کوئی صحابی گفتگو کرے، اسے بلائے خواہ اتنا ہی پوچھے کہ کیا تو نے فلاں جگہ جانا ہے یا نہیں، تو وہ جواب میں ہاں یا نہیں کہہ دے، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ٹوٹ جائے گی۔ لیکن اگر کسی بھی نمازی کو حبیب خدا سید انبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ بلائیں اور وہ نمازی سرکار کی بات کا جواب دے یا چل کر حاضر ہو جائے، تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی، بلکہ جب سرکار اجازت عطا فرمائیں وہ وہیں سے نماز پوری کرے گا، جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔ مثلاً ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور وہ دوسری رکعت میں تھا کہ اسے تاجدار مدینہ سید العالمین ﷺ نے بلا لیا، اس پر واجب ہے کہ وہ وہیں نماز چھوڑ کر حاضر ہو جائے اور جو کام سرکار اسے فرمائیں وہ کرے اور پھر جب حبیب خدا رحمت کائنات ﷺ اسے اجازت دیں تو وہ وہیں سے نماز پوری کرے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا، اس کی نماز ٹوٹی نہیں، فاسد نہیں ہوئی۔ چناں چہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ مر علی ابی بن کعب و ھو یصلی فدعاہ فعجل ابی فی الصلوۃ ثم جاء فقال رسول اللہ ﷺ ما منعك ان تجیبنی اذا دعوتك قال کنت فی الصلوۃ قال ألیس اللہ تعالٰی یقول یآیھا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم فقال لا جرم یا رسول اللہ لا تدعونی الا اجبتك و ان کنت مصلیا---

[رواہ الترمذی والنسائی، تفسیر مظہری، سورہ انفال]

"یعنی سیدنا ابی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ پاس سے گزرے اور اسے بلایا، صحابی رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اور اس نے نماز مختصر کر دی، پھر فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے صحابی! جب میں نے تجھے بلایا تھا تو تو حاضر کیوں نہیں ہوا؟ صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ سن کر حبیب خدا ﷺ نے فرمایا، کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ نہیں فرمایا:

"اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بلائیں تو فرمان پورا کرو"---

یہ سن کر صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آئندہ جب آپ یاد فرمایا کریں گے میں حاضر ہو جایا کروں گا، خواہ میں نماز پڑھ رہا ہوں گا"---

اس حدیث پاک سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرنا، اس سے نماز ٹوٹتی نہیں۔

قیل اجابة الرسول لا یقطع الصلوٰة---[تفسیر مظہری]

"یعنی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنے سے نماز ٹوٹے گی نہیں"---

اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے، فقہاء کرام نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اسے بلائیں تو وہ حاضر خدمت ہو جائے، اس کی نماز ٹوٹے گی نہیں۔

اجابة الرسول لا یقطع الصلوٰة---

کفارہ یا انعام مصطفیٰ

اگر کوئی مسلمان رمضان المبارک کا روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر روزے کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے اور کفارہ یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کرے، اگر غلام آزاد نہیں کر سکتا تو وہ دو ماہ یعنی ساٹھ روزے پے در پے (لگاتار) رکھے کہ اگر درمیان میں ایک روزہ بھی رہ گیا تو نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھے گا اور اگر روزے نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، کفارہ اتنا ہی ہے، کوئی چوتھی چیز نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم نائب اکبر رحمت والے نبی ﷺ کا اختیار دیکھیں، ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا ہوں، میں تباہ ہو گیا ہوں، سرکار نے پوچھا کیا ہوا، تو عرض کیا میں رمضان المبارک کا روزہ توڑ بیٹھا ہوں۔

یہ سن کر امت کے والی شاہ کونین اور مختار نبی ﷺ نے فرمایا تو غلام آزاد کر، اس نے عرض کیا میرے پاس اس کی استطاعت نہیں ہے، میں غلام آزاد نہیں کر سکتا، اس پر رحمت والے نبی ﷺ نے فرمایا، دو مہینے لگاتار روزے رکھ، عرض کیا، یا رسول اللہ! میں روزے نہیں رکھ سکتا۔ فرمایا، تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا، یہ سن کر اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھ میں استطاعت نہیں کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤں (کفارہ یہیں تک تھا)۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے کھجوریں دربار رسالت میں حاضر کیں، تو رحمت والے نبی ﷺ نے اس روزہ توڑنے والے کو فرمایا، یہ کھجوریں لے جا اور ان کو مدینہ پاک کے مسکینوں پر خیرات کر دے۔ یہ دیکھ کر وہ مچل گیا اور عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ! مدینہ منورہ میں مجھ سے کوئی زیادہ محتاج اور مسکین ہے ہی نہیں:

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ --- [صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، دار قطنی، منیۃ اللبیب]

یعنی یہ سن کر کہ مجھ سے زیادہ غریب مدینہ منورہ میں کوئی ہے ہی نہیں، سرکار ہنسے، حتیٰ کہ اس رحمت والے نبی ﷺ کے دانت مبارک بھی ظاہر ہو گئے اور فرمایا، چل جا تو یہ کھجوریں لے جا اور اپنے بال بچوں کو کھلا دے، اہل و عیال کو کھلا دے، تیرا کفارہ ادا ہو گیا۔

فبدت نواجذہ و قال اذھب فاطعمه اھلك---

[صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن دارمی، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، منقول از فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰]

دار قطنی میں ہے:

کله انت و عیالك فقد کفر اللّٰہ عنك---

یعنی اس روزہ توڑنے والے (رحمت والے مختار نبی کی رحمت پر مچلنے والے) کو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، یہ کھجوریں لے جا اور تو اور تیرے بال بچے کھائیں، اللہ تعالیٰ نے تیرا کفارہ قبول فرما لیا ہے۔

اور فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ شریف میں ہے:

کل انت و عیالك تجزئك و لا تجزئ احدا بعدك---

"اے روزہ توڑنے والے! لے جا، تو اور تیرے بچے کھائیں، یہ تیرا کفارہ ادا ہو گیا لیکن تیرے بعد کسی کے لیے یوں جائز نہیں ہے"---

اور سنن ابوداؤد میں ہے:

إِنَّمَا كَانَ هٰذَا رُخْصَةً لَّهٗ خَاصَّةً وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيْرِ --- [بحوالہ منیۃ اللبیب]

یعنی کفارہ بصورت انعام یہ صرف اسی کے لیے خاص تھا، لہٰذا اب اگر کوئی بھی مسلمان ایسا کرے گا تو شرعی کفارہ ادا کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔

ڈر تھا کہ جرموں کی سزا اب ہو گی یا روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت خذیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی

رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، لیکن وہ اعرابی سودا کرنے کے بعد مکر گیا

اور پھر اس نے انکار کے بعد گواہ مانگا کہ کس کے سامنے یہ سودا ہوا ہے؟ زاں بعد جو مسلمان بھی آتا اس اعرابی کو جھڑک دیتا اور کہتا، ارے تیرے لیے خرابی ہو تو کیسا انسان ہے مگر گواہی کوئی نہ دیتا کیوں کہ کسی کے سامنے یہ سودا نہیں ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت خذیمہ صحابی آ گئے اور ماجرا سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ سرکار نے تجھ سے گھوڑا خریدا ہے:

اشھد انك قد بايعته---

یہ سن کر اس مختار نبی ﷺ نے فرمایا، اے خذیمہ! تو تو وہاں موجود نہیں تھا جہاں یہ سودا ہوا، تو پھر تو نے گواہی کیسے دے دی؟ حضرت خذیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

صَدَّقْتُكَ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَ عَلِمْتُ اَنَّكَ لَا تَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا---

''یارسول اللہ! جب ہم نے ہر اس امر میں آپ کی تصدیق کی جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ آپ جو فرما رہے ہیں وہ حق اور سچ ہوگا''---

ایک روایت میں ہے:

انا اصدقك على خبر السماء و الارض الا اصدقك على الاعرابی---[منية اللبيب]

''یارسول اللہ! ہم جب آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی خبروں پر سچا مانتے ہیں تو ایک اعرابی پر آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں''---

اس پر حضرت خذیمہ رضی اللہ عنہ صحابی کو یہ انعام ملا کہ فرمان مصطفیٰ جاری ہو گیا:

من شهد له خذيمة او شهد عليه فهو حسبه---[المعجم الكبير، منية اللبيب]

یعنی جس کے حق میں یا جس کے خلاف خذیمہ گواہی دے دے وہ کافی ہے (دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں) حالاں کہ قرآن مجید کا اٹل فیصلہ ہے:

وَ اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ---''تم میں سے دو عادل گواہ گواہی دیں''---

لہٰذا ہر معاملہ میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، اس کے سوا کوئی معاملہ ثابت نہیں ہو سکتا لیکن اس اللہ تعالیٰ کے مختار نبی ﷺ نے اس حکم سے سیدنا خذیمہ صحابی کو مستثنیٰ قرار دے دیا اور فرمایا کہ جس کے حق میں یا جس کے خلاف خذیمہ گواہی دے دے وہ ثابت ہو جائے گا۔

سارے احکام حضور ﷺ کے سپرد

حبیب خدا سید انبیاء ﷺ نے عمرہ کے دوران فرمان جاری کیا کہ حرم مکہ میں نہ تو کوئی شکار کیا جائے، نہ کوئی درخت کاٹا جائے، نہ کوئی بوٹی اکھاڑی جائے۔ یہ سنتے ہی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اِلَّا الْاِذْخِرَ---یعنی یارسول اللہ! اذخر بوٹی جو ہمارے سناروں اور قبروں میں کام آتی ہے،

اس کو مستثنیٰ فرما دیجیے۔ یہ سنتے ہی اس اللہ تعالیٰ کے مختار نبی ﷺ نے فرمایا، الا الاذخـــر--- میں نے اس حکم سے اذخر بوٹی کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔[صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ از منية اللبيب]

اس پرا کابرامت کے ارشادات سن کر ایمان کو منور و درخشندہ کیجیے۔ سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ العزیز کا قول مبارک میزان الشريعة الكبرىٰ میں ہے:

كان الحق تعالىٰ جعل له ﷺ ان يشرع من قبل نفسه ما شاء كما في تحريم شجر مكة فان عمه العباس رضی اللہ عنہ لما قال له يا رسول الله الّا الاذخر فقال ﷺ الا الاذخر و لو ان الله لم يجعل له ان يشرع من قبل نفسه لم يجرء ﷺ ان ليستثنى شيئاً مما حرمه الله تعالىٰ---[منية اللبيب]

یعنی سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے حبیب رحمت کائنات ﷺ کو یہ اختیار دیا ہوا ہے کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرما دیں، جیسے کہ حرم مکہ کی بوٹیوں کے متعلق جب سید العالمین ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرم مکہ ہے، اس میں نہ تو کوئی درخت کاٹے جائیں نہ خودرو بوٹیاں کاٹی جائیں، تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فوراً عرض کر دیا الا الاذخـــر یارسول اللہ! اس اذخر بوٹی کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیں کیوں کہ یہ سناروں کے کام آتی ہے نیز ہم اس کو مرنے والوں کی قبروں میں بچھاتے ہیں۔ یہ عرض سنتے ہی اللہ تعالیٰ کے مختار نبی ﷺ نے فرمایا الا الاذخـر، میں اس حکم سے اذخر بوٹی کو مستثنیٰ قرار دیتا ہوں، اس کے کاٹنے (اکھیڑنے کی اجازت ہے)۔

فرمایا امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مرتبہ یہ مقام (اختیار) نہ دیا ہوتا تو سرکار ﷺ ایسی جرأت ہرگز نہ فرماتے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی، اس سے کچھ مستثنیٰ فرمائیں۔

اے میرے مسلمان بھائی، اے ایمان دار! تیرا دل باغ باغ ہوا یا کہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ کو دین کے کاموں میں مختار بنایا ہے اور یہ حدیث پاک صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابن ماجہ میں مذکور ہے۔

نیز شیخ المحدثین شاہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ نے اشعة اللمعات میں فرمایا:

آنحضرت را مے رسد کہ تخصیص کند بعض احکام را بہ بعض اشخاص و احکام مفوض بود بوے بر قول صحیح---

یعنی رسول اکرم ﷺ کو اس بات کا اختیار ہے کہ بعض احکام کو بعض لوگوں کے ساتھ

خاص فرمادیں۔

نیز شیخ المحدثین شاہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

مذہب مختار آنست کہ احکام مفوض است بحضرت رسالت ﷺ بہ ہر کہ دبہ ہر چہ خواہد حکم کند یک فعل بر یکے حرام کند و بر دیگرے مباح گرداند وایں را امثلہ بسیار است کما لا یخفٰی علی المتبع حق جل وعلا پیدا کردہ و شریعتی نہادہ و ہمہ بر حبیب سپردہ است ﷺ---

یعنی صحیح اور مختار مذہب یہی ہے کہ سارے حکم رسول اکرم ﷺ کے سپرد ہیں جس کو چاہیں جو چاہیں حکم فرمادیں، ایک ہی کام کسی پر حرام قرار دے دیں اور وہی کام دوسرے کے لیے جائز قرار دے دیں اور اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جیسے کہ اتباع کرنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو پیدا کر کے شریعت بنا کر ساری کی ساری ان کے سپرد کردی۔ [مدارج النبوۃ]

ایک صحابی ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے وقت سے پہلے قربانی کرلی، پھر ان کو پتہ چلا کہ وقت سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے، اگر کسی نے وقت سے پہلے قربانی کر لی تو دوسری قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ پھر جب ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ یہ قربانی چوں کہ وقت سے پہلے ہوگئی ہے، یہ قربانی نہیں ہوئی۔ وہ فوراً دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ! میں وقت سے پہلے قربانی کر چکا ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمان جاری ہوا کہ دوسری قربانی دے۔ عرض کیا، یارسول اللہ! میرے پاس ایک شش ماہا یعنی چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے (اور شریعت میں قربانی کے لیے بکرے کی عمر ایک سال ہے، اس سے ایک دن بھی کم ہو تو قربانی جائز نہیں) حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی عرض سن کر اس مختار نبی ﷺ نے فرمایا، جا تو اسی بکری کے چھ ماہا بچے کی قربانی کر دے اور یہ تیرے لیے جائز ہے کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے---[صحیح بخاری از منیۃ اللبیب]

اسی لیے ائمہ کرام، فقہاء عظام نے باب باندھ کر اس اختیار مصطفیٰ ﷺ کو بیان فرمایا ہے۔

چناں چہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

باب اختصاصہ ﷺ بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام---

[خصائص کبریٰ، فتاویٰ رضویہ]

باب اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مختار نبی بنایا ہے اور ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دین کے کاموں میں جسے جو چاہیں خاص کر دیں۔

اور ارشاد الساری شرح بخاری میں ہے:

اذا کان له ﷺ ان یخص من شاء من الاحکام ---[فتاویٰ رضویہ]

یعنی حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ دین کے احکام میں سے جسے جو چاہیں خاص کر دیں۔

نیز اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے میں حبیب خدا سید انبیاء ﷺ شریعت مطہرہ اور دین کے کاموں میں مختار نبی ہیں، اگر صحابہ کرام کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو جب حضرت سیدنا عباس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا، الا الاذخــــر ، یارسول اللہ! اذخر بوٹی کو مستثنیٰ کر دیجیے، تو دوسرے صحابہ کرام فوراً کہتے، اے عباس! جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے رب تعالیٰ کا فرمان سنا دیا ہے تو آپ نے اذخر بوٹی کے کاٹنے کے جواز کا کیوں سوال کیا ہے؟ بلکہ جب کسی صحابی نے انکار نہیں کیا تو ثابت ہو گیا کہ اس مسئلہ میں سب کا اجماع سکوتی ہو گیا۔

تنبیہ

حبیب خدا ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، ان میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ جنتی گروہ کون سا ہے؟ تو سرکار نے فرمایا:

ما انا علیه و اصحابی ---

یعنی جنتی گروہ وہ جو میرے اور میرے صحابہ کرام کے طریقے پر ہوگا۔

اور مذکورہ بالا واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ صحابہ کرام کی طرح حبیب خدا سید انبیاء کو مختار ماننے والا گروہ ہی جنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد و نظریات کے مطابق عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

دنیاوی اختیارات

الحمد للہ رب العلمین تمام تعریفیں اس ذات وحدہ لاشریک کے لیے ہیں جس نے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ کو دین و دنیا میں اپنا خلیفہ اعظم اور نائب اکبر بنا کر دین و دنیا کے اختیارات عطا فرمائے۔ دین کے معاملات میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اختیارات عطا فرمائے ہیں، ان میں سے کچھ ذکر کیے گئے ہیں۔

اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رحمۃ اللعالمین ﷺ کو دنیاوی اختیارات عطا فرمائے ہیں، بے شمار ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اہل ایمان قبر و حشر کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ مشکل کشا اور حاجت روا تو اللہ ہی ہے اور وہ اس بات کو جاننے کے باوجود ہر مشکل، ہر مصیبت، ہر پریشانی میں

ان کے دربار حاضر ہو جاتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب اکبر اور خلیفہ اعظم بنا کر بھیجا ہے۔

ان ہدایت کے ستاروں کو اگر سردی لگی تو دربار مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہو کر شکایت کی، ان کی سردی گرمی دور ہو گئی۔ قربان جائیں، مانگی تھی ایک چیز مل گئیں دو۔

پھر اگر کسی کا بازو جنگ کے دوران کٹ گیا تو وہ اپنے بازو کو تھامے اس سرکار کی خدمت میں حاضر ہو گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ اعظم اور نائب اکبر بنا کر بھیجا ہے اور پھر اس نائب اکبر نے اس بازو کو جسم کے ساتھ لگا دیا تو فوراً اسی وقت بالکل ٹھیک ہو گیا اور اگر کسی کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو اس کے ساتھی اسے اٹھا کر اسی دربار میں لے آئے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم اور مختار نبی ہیں۔ سرکار ﷺ نے پنڈلی پر ہاتھ پھیرا تو وہ ایسی ہو گئی جیسے ٹوٹی ہی نہ تھی۔

پھر اگر کسی چشمہ کا پانی کڑوا تھا، جو پینے کے لائق ہی نہیں تو اس خلیفہ اعظم اور نائب اکبر نے پوچھا، اس چشمہ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا گیا، اس کا نام بیسان ہے تو اللہ تعالیٰ کے مختار نبی ﷺ نے فرمایا، اس کا نام نعمان ہے، تو صرف نام بدلنے سے وہ چشمہ ہمیشہ کے لیے میٹھا ہو گیا۔

پھر اگر کسی بچے کے جسم پر گرم گرم ہنڈیا الٹ گئی اور اس بچے کا جسم جھلس گیا تو اس کی ماں اسے لے کر اس ذات والا صفات کی خدمت میں حاضر ہو گئی جو کہ اللہ تعالیٰ کے مختار نبی اور خلیفہ اعظم ہیں، سرکار نے آبِ دہن مبارک لگا دیا تو وہ بچہ اسی وقت بالکل ٹھیک ہو گیا۔

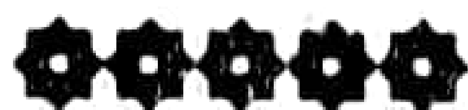
پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم کسی درخت کو بلاتے تو وہ زمین چیرتا ہوا حاضر خدمت ہو جاتا۔

پھر اگر وہ مختار نبی کسی کو فرما دیں تو سفینہ ہے تو وہ ایسا سفینہ (جہاز) بنا کہ اگر وہ سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا لیتا تو کوئی بوجھ محسوس نہ ہوتا۔

پھر اگر کسی کے سر پر قرضہ ہو جاتا تو وہ بھی اس دربار میں حاضر ہو جاتا جس کو اس بالذات مشکل کشا نے مشکل کشا بنا کر بھیجا ہے، تو وہ اس صحابی کے ہاں چلے گئے اور کھجوروں کے ڈھیر پر جلوہ نشین ہو گئے، تو سارے قرضے اتر جانے کے باوجود ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

اور وہ خلیفہ اعظم کسی ایسی بکری جس نے ابھی دودھ دیا ہی نہ تھا، اس کا دودھ دوہنے لگے تو دودھ سے گاگریں ہی بھر گئیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نائب اکبر چاند کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نائب اکبر نبی ﷺ نے سفر کے دوران مشکیزہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، تو چالیس آدمیوں نے سیر ہو کر پانی پیا، لیکن اس مشکیزہ سے ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا۔



انوار القرآن

شانِ محبوبیت

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ---[آل عمران:۲۶]

قرآن پاک کا اصول ہے جب کوئی اہم چیز بیان کرنی ہو تو بلا واسطہ ذکر نہیں کرتا بلکہ سرور دو عالم ﷺ کے واسطہ سے کرتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی زبان سے اپنی قدرت کاملہ کا خطبہ بیان کروا رہا ہے۔ یہ خطبہ کتنا زوردار ہے کہ اللّٰھم کے لفظ سے شروع ہو رہا ہے۔ اللہ کے ننانوے نام ہیں، ان میں ایک ذاتی ہے، وہ اللہ ہے، باقی تمام صفاتی ہیں، جیسے رحمٰن، غفار، ستار، رحیم وغیرہ۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں، جب اللہ کے نام کے ساتھ میم لگا ہو تو باقی صفاتی نام بھی اس میم کی گھنڈی میں آجاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے میرے پروردگار! میں تیرا ذاتی اور تمام صفاتی نام لے کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ تو مالک ہے تمام جہانوں کا۔ یہ بحر و بر، یہ ارض و سما، یہ چاند اور تارے، سب تیرے قبضہ قدرت میں ہیں، ان میں سے کوئی بھی چیز تیری مرضی کے بغیر دم نہیں مار سکتی۔

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ---

”تو چاہے تو کسی کو حکومت عطا فرمادے اور اگر چاہے تو اس سے چھین لے“---

تو چاہے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کردے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کردے اور چاہے تو فرعون کو دریا میں غرق کردے اور نمرود کو مچھروں سے مروادے۔ یہ سب تیری ہی قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام طاقتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ اپنی قدرت سے جو چیز کسی کو عطا کرتا ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے، جس طرح چاہے اس کو استعمال میں لائے۔ مثال کے طور پر اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کار عطا فرماتا ہے، تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ اب وہ اس کو جس طرح چاہے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کو زمین کا ٹکڑا عطا فرماتا ہے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ اس پر مکان بنائے یا فصلیں اگائے، کوئی اس سے پوچھ گچھ نہیں کرسکتا کہ تو ایسا کیوں کررہا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرمانے والا ہے اور جو کچھ کسی کو عطا کرتا ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اور جس طرح چاہے اس کو استعمال میں لاسکتا ہے، تو کیا اس نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی کوئی چیز عطا کی ہے؟ تو کیا آپ ﷺ اس میں سے کسی کو کچھ دے بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں ان الفاظ میں دیتا ہے:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○---

”اے محبوب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی“---

اب کوثر کس کو کہتے ہیں؟ کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے، جو فوعل کے وزن پر آتا ہے۔ یعنی کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جاسکے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو، اسے کوثر کہتے ہیں۔ کسی چیز کی کثرت و فراوانی بیان کرنے کے لیے عربی زبان میں اس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں آیا۔ یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے، قاعدہ یہ ہے صفت بغیر موصوف کے نہیں پائی جاتی، مثلاً تیز صفت ہے تو اس وقت تک یہ صفت نہیں پائی جاتی جب تک موصوف نہ ہو، جیسے گھوڑا تیز ہے۔ یہاں گھوڑا جو موصوف ہے، اس کا ذکر آیا ہے، تب اس کی صفت تیز پائی گئی۔ لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے لیکن اس کا موصوف ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ اگر ایک چیز

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہوتی تو اس کا ذکر کر دیا جاتا، اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کا بیان ہوتا۔ یہاں تو حالت یہ ہے جو عطا فرمایا بے حد وحساب فرمایا۔ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کیا جائے، اس لیے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے حبیب! میں نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ بے حد وحساب ہیں۔ علم، حسن، جود وکرم، شجاعت، عفو، درگزر، الغرض جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ حبیب ﷺ کو سرفراز فرمایا، وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے، جن کی حد کوئی نہیں پا سکتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن چودھویں کا چاند اپنے جوبن پر تھا۔ حضور ﷺ اپنے صحابہ کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں کبھی آپ ﷺ کے چہرۂ انوار کو دیکھتا کبھی چاند کی طرف۔ خدا کی قسم! جو حسن وجمال آپ کے چہرۂ مبارک پر تھا، چاند کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

ایک دن سرور دوعالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے، آپ کی غلام زادی کی شادی کرنی ہے، میری خواہش ہے آپ مجھے کوئی ایسی چیز بطور تحفہ عنایت فرمائیں جس سے اس کے دونوں جہان منور ہو جائیں۔ اس وقت آپ کو پسینہ آیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا، جاؤ ایک شیشی لے آؤ۔ جب شیشی لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے پسینے کے چند قطرے نچوڑ کر شیشی میں ڈال دیے اور فرمایا، جس وقت اس کو خوشبو لگانے کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں سے لگا لیا کرے، اسے زعفران اور کستوری کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ انہوں نے وہ شیشی اپنی بیٹی کو دے دی۔ جب کبھی وہ کھولتی صرف وہی نہیں بلکہ مدینہ منورہ کی گلیاں بھی معطر ہو جایا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کے گھر کا نام خوشبو والا پڑ گیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا، میرے ماہی کے پسینے سے کستوری اور زعفران کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں پانی کے جتنے کنوئیں تھے ان پر کفار کا قبضہ تھا، جب مسلمان عورتیں پانی بھرنے کے لیے جاتیں وہ مذاق کرتے، آوازیں کستے اور پریشان کرتے۔ صحابہ کے لیے یہ چیز ناقابل برداشت تھی۔ انہوں نے مل کر کنواں کھودنے کا فیصلہ کیا۔ جب کنواں کافی گہرا ہو گیا اور اس سے پانی نکلا تو وہ کڑوا تھا۔ صحابہ بہت پریشان ہوئے، ساری خوشی ختم ہو گئی، تمام امیدوں پر پانی پھر گیا، لیکن انہیں علم تھا، جہاں اور امیدیں ختم ہو جائیں وہاں ایک امید ایسی ہے جہاں سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ فرمانے لگے، آؤ اپنے محبوب کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، یہاں پر تمام کنویں کفار کے ہیں، جب ہماری عورتیں پانی بھرنے کے لیے جاتی ہیں تو وہ پانی نہیں بھرنے دیتے، اس لیے ہم سب نے مل کر کنواں کھودا، جب پانی نکلا تو وہ کڑوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جس جگہ پر کڑوا پانی نکلا ہے، وہاں مجھے لے چلو۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، جب کنویں کے پاس پہنچے تو صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ ہے وہ کنواں جس سے کڑوا پانی نکلا ہے۔ حضور اس جگہ کنواں کھودنا کتنا مشکل تھا؟ آپ کرم فرمایئے اور ہمارے حال پر رحم کیجیے۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور پھر صحابہ کو پانی چکھنے کے لیے فرمایا، جب انہوں نے پانی چکھا تو وہ اتنا میٹھا ہو چکا تھا کہ صحابہ فرماتے ہیں، مدینہ منورہ کے اندر اتنا میٹھا کنواں اور کوئی نہ تھا۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب حضور ﷺ سحری کے وقت بیدار ہوتے تو وہ وضو کے لیے لوٹا بھر کر پیش کرتے (اگر ہم بھی اپنے پیر، استاذ یا والد کو وضو کرائیں تو یہ صحابہ کی سنت ہے) موسم جیسا بھی ہوتا، ان کا یہ وظیفہ تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں پانی کا لوٹا پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ ایک دن رحمت کا دریا جوش میں آیا، فرمایا!

سَلْ---"اے ربیعہ! جو کچھ مانگنا چاہتا ہے، مانگ لے"---

اگر حضور سے مانگنا شرک ہوتا تو آپ ربیعہ کو روک دیتے۔ اس نے کیا مانگا؟ کوئی کار، کوئی حکومت، کوئی خزانہ نہیں، بلکہ ایک ابدی چیز مانگی۔ لیلۃ القدر تو آتی ہی رہتی ہے لیکن جھولیاں بھرنے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ یا اللہ! جب مانگنے کا وقت آئے تو مانگنے کا طریقہ بھی آتا ہو، وہ بھی تو حضور ﷺ کی بارگاہ کے فیض یافتہ تھے، ان کی تربیت بھی تو نگاہ مصطفیٰ نے فرمائی تھی۔ قربان اس استاذ پر اور صدقے جاؤں اس شاگرد پر، عرض کی، یارسول اللہ!

اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ---

"اے اللہ کے رسول! جنت میں جہاں آپ، وہیں آپ کا یہ غلام بھی ہو"---

حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہاں میری مجال نہیں۔ جنت کا اختیار میرے پاس نہیں، میں نے تو تمہیں دنیا کی چیز مانگنے کے لیے کہا ہے، بلکہ فرمایا:

اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ---"ربیعہ کچھ اور مانگنا ہے تو مانگ لو"---

ربیعہ نے اس وقت زبان حال سے عرض کی ہوگی:

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

صحابہ کرام کا عمل ہمارے لیے حجت اور دلیل ہے، وہ تو فرماتے ہیں، یارسول اللہ! اسئلك، لیکن آج لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے مانگنا شرک ہے، جب کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

انی مفتاح خزائن رحمۃ اللہ---

''میں اللہ کی رحمت کے خزانوں کی کنجی ہوں''---

کنجی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، جس نے کچھ لینا ہو وہ کنجی کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے۔

جنگ بدر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر تیر لگا، آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ آپ آنکھ کے ڈھیلے کو ہاتھ پر رکھ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نظر کرم کے لیے التجا کی۔ آپ ﷺ نے آگے سے یہ نہیں فرمایا، جاؤ مسجد میں جا کر اللہ سے مانگو، یہ کیا شرک کر رہے ہو؟ آج تک توحید کا درس دیتا رہا ہوں اور اب تم نے شرک شروع کر دیا۔ بلکہ حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ملا اور وہ چشم زدن میں درست ہوگئی۔ نہ صرف درد ختم ہوگیا بلکہ اس کی آنکھ کی بینائی تندرست آنکھ سے بھی تیز تر ہوگئی اور یہ امتیاز ان کی اولاد میں کئی نسلوں پر باقی رہا کہ قتادہ کی جس آنکھ کو نبی رحمت ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا، وہ خوب صورتی اور بینائی میں نمایاں ہوا کرتی تھی۔ لوگ ان کے بچوں کو دیکھ کر سمجھ جایا کرتے تھے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں یا ان کی نسل سے ہیں، جن کی آنکھ کا درماں نبی کریم ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے فرمایا تھا۔

ترمذی شریف کی حدیث شریف ہے، ایک دن صحابہ کرام صبح کے وقت انتظار فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لا کر نماز پڑھائیں گے۔ حضور ﷺ عام معمول سے لیٹ ہوگئے۔ صحابہ فرماتے ہیں، ہم ایک نظر حجرہ کی طرف دیکھتے اور دوسری نظر سورج کی طرف، کہیں نماز قضا نہ ہوجائے۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے، چھوٹی چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز پڑھائی، پھر ہم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اے صحابہ! آپ جانتے نہیں آج میں کیوں لیٹ ہوا ہوں۔ ہم نے عرض کی:

اللہ و رسولہ اعلم ---''اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں''---

آپ ﷺ نے فرمایا، میں رات آرام کرنے کے بعد بیدار ہوا، نفل پڑھے، پھر ذکر الٰہی میں مشغول رہا۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا کہ

Scanned with CamScanner

رَأَیْتُ رَبِّی عزّ و جل فِی أَحْسَنِ صُورَۃٍ قَالَ فِیمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی فَقُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ یَا رَبِّ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ---

''آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی، بڑی حسین اور پیاری صورت میں، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا، ملاء اعلیٰ کے مکین کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی؟ اے اللہ! تو ہی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی، جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا''---

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا---

ان تاکید کا لفظ ہے، عزۃ سے پہلے ال استغراق کا ہے، ل تخصیص کے لیے اور جمیعًا پھر تاکید کے لیے، یعنی ہر قسم کی عزتیں فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ---

''عزت اللہ، اس کے رسول اور تمام مومنین کے لیے ہے''---

وہاں یہ فرمایا تھا کہ تمام عزتیں میرے لیے ہیں، یہاں یہ فرمایا، میرے لیے، رسول کے لیے اور میرے بندوں کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عزت ذاتی ہے، اس کو کسی اور نے نہیں عنایت فرمائی۔ جب کہ حضور ﷺ اور ان کے غلاموں کو رب نے عطا فرمائی اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت عطا فرماتا ہے تو وہ بھی عزت والا ہو جاتا ہے۔

اب ہم اس عزت کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے محبوب ﷺ کو اللہ تعالیٰ ﷻ قیامت کے دن عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا---

''یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر''---

ویسے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا مالک ہے لیکن جہاں کوئی خاص بات یا نقطہ ہو وہاں ربوبیت

کی نسبت رب اپنے مصطفٰی کی طرف فرماتا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف کی حدیث ہے، قیامت کے دن جب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے، سورج سروں کے نزدیک ہوگا، لوگ سورج کی تمازت کے باعث پسینے میں شرابور ہوں گے، کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک اور کوئی کندھوں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنے تخت جلال پر تشریف فرما ہوگا، ہر طرف ہیبت اور جلال کا دبدبہ ہوگا، کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوگی۔ لوگ ناقابل برداشت غم واندوہ میں مبتلا ہوں گے۔ طویل انتظار کے بعد ان کو یارائے صبر نہ ہوگا، وہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ ہم کسی ایسی ہستی کے پاس کیوں نہ چلیں جو ہمارے لیے خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں شفاعت کرے؟ چناں چہ وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے؟

اے ابوالانبیاء! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو مسجود ملائکہ بنایا، آپ کو تمام نوع انسانی کا باپ بنایا، اے اتنی شانوں کے مالک ہمارے پدر بزرگوار! ازراہِ عنایت ہمارے لیے بارگاہ رب العزت میں شفاعت کیجیے تا کہ ہم اس کرب وغم سے رہائی پاسکیں۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے، میرا رب آج بہت جلال میں ہے، وہ اس سے پہلے کبھی اتنی شان جلالت کا اظہار نہیں فرماتا تھا۔

نَفْسِی نَفْسِی اِذْهَبُوا اِلٰی غَیْرِی، مجھے آج اپنی فکر ہے۔ شفاعت کی التجا کرنے کے لیے کسی اور کے پاس جائیں۔ پھر ساری مخلوق نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی، اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے، ہمارے لیے بارگاہ الٰہی میں شفاعت کیجیے۔ نوح علیہ السلام جواباً فرمائیں گے، نفسی نفسی، مجھے آج اپنی فکر ہے۔ پھر ساری مخلوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور بڑے ادب سے عرض کریں گے، آپ اللہ کے خلیل ہیں، ازراہ نوازش اپنے خداوند کریم کی بارگاہ میں ہمارے لیے شفاعت کریں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے، میں تمہارے لیے شفاعت نہیں کرسکتا، مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ کلیم اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ساری مخلوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بصد ادب اپنی عرض داشت پیش کرے گی۔ آپ بھی معذرت کریں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیوں کہ وہ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔

سب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت زار بیان کریں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ بارگاہ الٰہی میں وہ ان کی شفاعت کریں۔ آپ بھی معذرت کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی پریشان حال اور غم واندوہ سے نڈھال مخلوق کو ایسے کریم اور محبوب کا پتا بتائیں گے جس کے دروازے پر آنے والا کوئی سائل کبھی محروم نہیں لوٹتا۔ آپ انہیں کہیں گے کہ محمد عربی ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کریں کیوں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں جن کی اگلی اور پچھلی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔ آخر کار ساری مخلوق در در کی ٹھوکریں کھانے کے بعد در مصطفیٰ ﷺ پہ آئے گی۔ ماننے والے بھی اور نہ ماننے والے بھی۔ جو آج شرک شرک کہتے ہیں وہ بھی وہاں جائیں گے۔ اوّل سے لے کر آخر تک تمام مخلوق اللہ کے محبوب کے پاس حاضر ہوگی تو آپ فرمائیں گے:

انا لھا انا لھا انا لھا---

ہاں مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کروں---

اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں تمہاری مشکل کشائی کے لیے تیار ہوں۔ میں تمہاری اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ حضور ﷺ تمام مخلوق کو لے کر تخت جلال کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اپنی نورانی جبین کو اللہ کے حضور سجدہ میں رکھ دیں گے اور سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔ ایسی حمد وثناء کریں گے جس طرح آپ نے پہلے کبھی نہیں کی ہوگی۔ آپ دیر تک سجدہ ریز رہیں گے، تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء آئے گی:

یَا مُحَمَّدُ، اِرْفَعْ رَأْسَکَ، سَلْ تُعْطَہْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ---

"اے میرے پیارے محبوب! نیازمندی کی حد ہوگئی، اب اپنا سر مبارک اٹھالو، آپ مانگتے جائیں میں عنایت کرتا جاؤں، آپ شفاعت کرتے جائیں میں بخشتا جاؤں"---

مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزم محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر و بیدی لواء الحمد ولا فخر و ما

من نبی یومئذ آدم فمن سواہ إلا تحت لوائی یوم القیامۃ ولا فخر---

''قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا، حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، سارے نبی میرے پرچم کے نیچے ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اظہارِ حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں، فخر ومباہات مقصود نہیں''---

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○---

اے میرے محبوب فرمادیجیے تمام جہانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، جس کو چاہتا ہے حکومت عطا فرماتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے عزت عنایت فرماتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، تمام بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''---

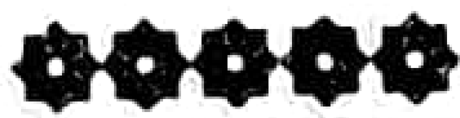
اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ○---

''اے محبوب! ہم نے آپ کو بے حد وحساب عنایت کیا''---

لوگ آج کہتے ہیں کہ ہم شرک کررہے ہیں، جب کہ ہم تو کہتے ہیں۔

اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ و اشھد ان محمدہ عبدہ و رسولہ---

ہم تو حضور ﷺ کو اپنا رسول اور اللہ کا بندہ سمجھتے ہیں لیکن ہم ان حضرات سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو شانیں، عظمتیں عطا فرمائی ہیں، ان کا اقرار کرنا شرک ہے یا عین ایمان ہے۔



نعت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلے بھی یگانہ تھا وہ، بے مثل جواب ہے
ہر دور میں شان اس شہ خوباں کی عجب ہے

جب آئے تو دم سادھے ہوئے آتا ہے جبریل علیہ السلام
سب کے لیے دربارِ نبی جائے ادب ہے

تہذیب کا سورج ہے جہاں بھی کوئی روشن
دریوزہ گرِ روشنیٔ ماہِ عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

شرمندۂ احسان ہے کالا ہے کہ گورا
ممنونِ کرم اس کا عجم ہے کہ عرب ہے

کب اپنے غلاموں کی نہ چاہے گا بھلائی
جو دشمن جاں کے لیے بھی خیر طلب ہے

توقیرِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے ہر آن اضافہ
دانش ورو، سوچو! ذرا کیا اس کا سبب ہے

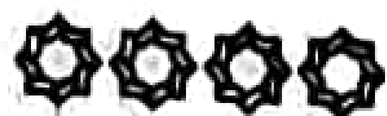
حزن و الم و غم میں شعارِ کرم ان کا
ہر بے سر و سامان کا سامانِ طرب ہے

کچھ مانگنے کہنے کی سخی سے نہیں حاجت
وہ جانتے ہیں ان کے گدا کی جو طلب ہے

سب ہی نے سراہا میرے اسلوب ثنا کو
سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تحسین کریں، بات تو جب ہے

طارقؔ ہوں غلام ابن غلامِ شہ ابرار
جو کچھ ہے یہی میرا حسب اور نسب ہے

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



معرکۂ حق و باطل کا انجام

ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری

اللہ سبحانہٗ تعاظم و تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے اس وسیع و عریض کائنات کو عدم سے وجود میں لاکر اس ہا انواع و اقسام کی مخلوق سے معمور و مزین فرمایا، سرا پردہ ''کنزاً مخفیاً'' سے ایک ''مقصودِ کائنات'' بنائے تخلیق ہوا، حریم ناز

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾---[البقرہ:165]

''اور جو لوگ ایمان لائے وہ (سب سے) زیادہ محبت رکھنے والے ہیں اللہ کی''---

کا متقاضی تھا، اس کا راز بتا دیا گیا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾---[آل عمران:31]

''اے محبوب! فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرماں برداری کرو، اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا''---

اور اس محبت کی اہمیت و عظمت اور ہمہ گیریت

﴿فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ﴾---[المائدہ:54]

''تو عنقریب لائے گا اللہ ایسی قوم کو کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے''---

کا نہایت دل نواز اسلوب سے اظہار فرما دیا اور اس چاہت میں ٹوٹ کر تم فکری طور پر

﴿وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾---[التکویر:29]

''اور تمھارا چاہنا کچھ نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ تمام جہانوں کا پروردگار''---

مشیت محبوب میں اپنی چاہتوں کو گم کر دو، قربان کر دو، محبوب کی مرضی میں اپنی مرضی فنا کر دو، محض ''موت چکھنے'' پر اکتفا نہ کرو بلکہ کامل فنا کی وادی میں اتر جاؤ:

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا---[الحدیث]

اسرار الٰہیہ کے پردوں میں مستور حکمتوں سے ہر کسی کو کب آگاہی دی گئی، خلیفۃ اللہ سیدنا بابا آدم علیہ السلام کے ازلی دشمن کی شاطرانہ چال سے ان کی ابتدائی اولاد (قابیل) نہ صرف مجرمانہ سرگرمیوں میں مبتلا ہو گئی بلکہ اس نے بغاوت و سرکشی کے نتیجے میں اپنے پیغمبر باپ کو جانب داری کا الزام دے کر ان سے الگ ''آزاد زندگی'' بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ اولادِ آدم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ''معبود'' بھی الگ بنا لیا اور نسلِ انسانی میں شرک ایسے بدترین فعل کا آغاز ہو گیا۔

انسانی اخلاق و کردار میں پائے جانے والے ان گنت معاشرتی جرائم میں یقیناً انتہائی بھیانک اور بدترین معاصی کی ایک طویل فہرست ہے، جس کی موجودگی میں انسان اعلیٰ و ارفع مراتب سے محروم رہ جاتا ہے پھر بھی معافی کی امید کی جا سکتی ہے مگر ایک جرم ایسا بھیانک ہے کہ رحمٰن و رحیم، ستار و غفار ذات کریم کے ہاں وہ کھلی بغاوت ہے اور ایسے باغی کے لیے آخرت میں کسی رعایت کی قطعی گنجائش نہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾---[النساء:48]

''بے شک اللہ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دیتا ہے جو اس سے کم ہو، جس کے لیے چاہے''---

باغی و سرکش عناصر کو بغاوت و سرکشی (شرک) کی غلط راہ سے بچانے اور درست سمت میں رہنمائی کے لیے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی جناب سے انبیاء کرام (علیہم السلام) کو بھیجتا رہا تا کہ اولادِ آدم شرک کی گندگی سے اپنا دامن ایمان بچا لے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾---[الانبیاء:25]

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا لیکن ہم نے اس کی طرف وحی

فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو"---[البیان]

انبیائے کرام اور مرسلین عظام کی بعثت کا بڑا اور مرکزی مقصد انسانوں کو شرک سے بچا کر وحدانیت الٰہیہ کی محبت کے حیات بخش چشمہ میں غوطہ زن کرنا تھا، اس ضمن میں بابا آدم ثانی سیّدنا نوح علیہ السلام کی مساعی کا ذکر فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾---[الاعراف:59 /المؤمنون:23]

"بے شک ہم نے نوح کو ان کے (مخاطب مشرک) لوگوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا، اے میرے (مخاطب) لوگو! اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"---[البیان]

سیّدنا ھود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ اور دردمندانہ کوششوں کا ذکر جمیل دیکھیے:

﴿وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾---[الاعراف:65 /ھود:50]

"اور (قوم) عاد کی طرف ان کے مشفق ہم قبیلہ ھود کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا، اے میرے (مخاطب) لوگو! اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"---[البیان]

اسی مفہوم کا مضمون سورۃ المومنون کی آیت 32 میں بھی ارشاد ہوا ہے:

سیّدنا صالح علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی دیگر انبیاء کرام کی طرح لوگوں کی خیر خواہی میں دن رات محنت کرتے اور شرک مٹانے کی جدوجہد میں مصروف نظر آتے ہیں:

﴿وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾---[الاعراف:73 /ھود:61]

"اور (قوم) ثمود کی طرف ان کے مشفق ہم قبیلہ صالح کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا، اے میرے (مخاطب) لوگو! اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"---[البیان]

اللہ جل جلالہٗ کے پاک نبی سیّدنا شعیب علیہ السلام بھی اس ہدایت کو پھیلانے آئے:

﴿وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾---[الاعراف:85 /ھود:84]

''اور مدین کی طرف اُن کے مشفق ہم قبیلہ شعیب کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا، اے میرے (مخاطب) لوگو! عبادت کرو اللہ کی تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں''---[البیان]

درج بالا اسی مضمون و مفہوم سے لبریز قرآنی آیات کا وسیع سلسلہ ہے جن میں شرک کی مذمت اور اسے مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ مختلف مقامات اور مختلف زمانوں میں انبیاء و رسل (علیہم السلام) کو بھیجتا رہا---مگر---شرک ختم نہ ہوا---کبھی کبھی وقتی طور پر شرک دب گیا مگر مٹا نہیں---بلکہ نئی جرأت، نئی شرارت سے ابھرتا رہا اور ابھرتا ہی چلا گیا---ہر چند کہ کسی نبی نے بھی کارِ نبوت کی بجا آوری میں کوئی کمی یا کوتاہی نہیں کی مگر بایں ہمہ شرک ختم نہیں ہوا---اب غور طلب امر یہ ہے کہ حق و باطل کی اس آویزش میں غالب کون رہا! حق کی فتح ہوئی یا نعوذ باللہ باطل کامیاب رہا؟

قارئین! آگے بڑھنے سے پہلے ایک اہم امر کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ قرآن مجید میں انبیائے سابقین کی جس کاوش کا بطور خاص تذکرہ اور مختلف اسالیب میں بہ تکرار باور کرایا گیا ہے کہ روحانی، اخلاقی حتیٰ کہ معاشرتی حوالے سے بھی شرک بدترین مرض ہے جو قوموں کو برباد کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی وجہ سے شرک خسرانِ مبین ہے۔ خود نبی الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ بھی مکی دورِ تبلیغ میں ردّ شرک پر زور دیتے رہے--- عام سادہ لوح مسلمان جب قرآن مجید کا اردو یا دوسری کسی زبان میں ترجمہ پڑھتا ہے تو اسے یہ بات اچھی طرح سمجھ آ جاتی ہے کہ انسانی تاریخ میں مقصد بعثت انبیاء شرک کو ختم کرنا تھا اور شرک ختم کرنے والی ہستیوں کے سلسلے کی آخری کڑی سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ بھی لوگوں کو وحدانیت الٰہیہ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ الٰہی حکم ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ کی تعمیل میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، شرک ظلم عظیم، سب سے بڑا جرم، معاشرے میں فتنہ عظیم، خدا سے سرکشی اور فکر راست کی موت ہے۔ اسی لیے پروردگار، انبیائے کرام کو انبوہ در انبوہ بھیجتا رہا تا کہ انسانی معاشرہ شرک، شر اور فتنہ سے پاک ہو جائے چنانچہ ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ میں آپ ﷺ کو فرمایا گیا:

﴿وَ قٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّ یَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ﴾---[البقرہ:193]

اور سورۃ انفال کی انتالیسویں آیت میں فرمایا:

﴿وَ قَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّ یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ﴾---

''اور ان (مشرکوں) سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور پورا دین

(صرف اور صرف) اللہ کے لیے ہو جائے"---

اس سارے پس منظر میں دیکھا جائے تو قریب قریب گزشتہ سوا ڈیڑھ سو سال سے امت کا (انتہائی قلیل تعداد میں) ایک قابلِ ذکر طبقہ انتہائی بھیانک اور خطرناک فکری واعتقادی مغالطے کا شکار ہو گیا اور پھر جیسا انہوں نے سمجھا اپنی اسی سمجھ کے زیرِ اثر پوری امت ان کو "شرک" میں مبتلا سوجھائی دی---فکری مغالطے کی اس خاردار جھاڑی سے عقیدہ وایمان کے دامن بری طرح تار تار ہوئے اور--- پھر دریدہ دامانی سے دریدہ ذہنی کی بادِ سموم ایسی چلی کہ پوری دنیائے اسلام کے گلشن مہر ووفا جھلس کر مرجھا گئے اور پھر راکھ ہو گئے اور دلوں میں نفرتوں کے تھوہرا گنے لگے اور پھر اگتے ہی چلے گئے، افسوس کہ یہ سب کچھ ایک "مغالطے" کے نتیجے میں شروع ہوا اور آج ملت کی عبادت گاہوں کے فرش سے چھتوں تک، در و دیوار سجدہ ریز بندگانِ حق کے خون سے آلودہ اور حسرت وحیرت میں غرق ہیں:

اس فکری کجی کو دور کرنے کے لیے "عقیدۂ ختم نبوت" پر ہی غور کر لیا جاتا تو سوادِ اعظم مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کا فتنہ کبھی پیدا نہ ہوتا، کیوں کہ انبیاء آئے ہی شرک مٹانے کے لیے تھے--- اور اگر فرض کر لیا جائے کہ شرک ختم نہیں ہوا تو پھر الٰہی اعلان:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾---[المائدہ:3]

"آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین"---[البیان]

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾---[الصف:9]

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں"---[البیان]

میں جس تکمیل دین اور اتمام نعمت کے علاوہ غلبۂ دین کا پورے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے، اس کی مراد میں کوئی بہت دور کی کوڑی لائی جائے تو کچھ کہا نہیں جا سکتا، ورنہ اللہ جل شانہٗ نے تو مقاصد نبوت کے حصول کا دوٹوک اعلان فرما دیا ہے۔ جب دین مکمل ہو گیا اور نعمت تمام ہو گئی اور دین کو غلبہ حاصل ہو گیا اور پھر بہت کھلے اور واضح الفاظ میں فرمایا، دیکھیے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

النَّبِیّٖنَ﴾---[الاحزاب:40]

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے پچھلے"---[کنز الایمان]

نبوت کا دروازہ بند کر دیا اور اسی لیے بند کیا گیا کہ شرک ختم کرنے کا مقصد پورا ہو گیا لہٰذا شرک ختم، نبوت ختم، باقی دیگر اخلاقی و روحانی بگاڑ کی اصلاح کے لیے آپ ﷺ نے اپنی امت میں "علماء" کی نشان دہی فرمادی اور بتا دیا کہ:

عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیل---

یعنی انبیائے بنی اسرائیل کی طرح میری امت کے علماء بھی کثیر تعداد میں ہر زمانے، ہر دور میں موجود رہیں گے اور میری نیابت میں لوگوں کی روحانی، اخلاقی اور تہذیبی زندگی کی ہر ہدایت و رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے اور وہ جو بڑی بدی، سب سے بڑی برائی شرک، تو اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ أن النبیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ (وَ آلِہٖ) وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اھلِ احُدٍ صَلَاتَہٗ عَلَی المیّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَ اَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَ اِنِّیْ وَ اللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الارضِ أو مفاتیح الارضِ و اِنِّی و اللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَ لٰکِنْ اخَافُ عَلَیکُم ان تنافَسُوْا فِیھا---[صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ 179]

"عقبہ بن عامر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد پر نماز دعا فاتحہ پڑھی، جس طرح اموات پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا، میں تمہارا فرط "مقدمہ" (جو قافلہ سے پہلے منزل پر پہنچ کر اس کے لیے آسائش کا سامان مہیا کرے [صابری]) ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اللہ کی قسم اپنے حوض کو اب دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ کی قسم میں اپنے بعد تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم شرک کرنے لگو گے، لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے"---[تفہیم البخاری، جلد 2، صفحہ 399]

عربی متن اور اردو ترجمہ میں خط کشیدہ عبارت بار بار دیکھیے، کس تیقن سے آقا کریم ﷺ نے قسم اٹھا کر بتایا کہ اب میری امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا ہر خطرہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ

نے میدانِ احد میں صحابہ کرام ﷡ کے سامنے اپنے خطبے میں پہلے ذہنوں میں ایک خاص فکری ماحول پیدا فرمایا کہ میں حوض دیکھ رہا ہوں، میں تم سے پہلے جا کر تمہاری راحت و آسائش کا سامان اکٹھا کروں گا، میں تمہارا (تمہارے عقائد و اعمال پر) گواہ ہوں، مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں، اس پیاری پیاری گفتگو کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ کوئی بہت اہم اعلان فرمانا چاہتے ہیں، اسی لیے اپنے مقام و منصب کا بطور خاص ذکر فرما رہے ہیں اور پھر آخر میں اللہ کی قسم کے بعد فرمایا کہ اب میری امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف نہیں، کیوں کہ کارِ نبوت شرک مٹانا تھا، انبیاء کے امام رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ بھاری کام، یہ کٹھن مرحلہ جو ہزاروں سال سے نا قابلِ شکست بنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اسے میدانِ احد میں پائمال کر دیا اور ساری امت کو بشارت دے دی کہ اب میری امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

اس وضاحت کے بعد ابتدائی سطور میں بیان کردہ مغالطے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، جسے اپنے نبی ﷺ کے حلفیہ بیان پر یقین نہیں، وہ اپنا مقام خود متعین کر سکتا ہے کہ اللہ کے حبیب اور اس کے آخری نبی کا حلفیہ بیان بھی اسے مطمئن نہیں کرتا اور وہ کسی ابلیسی تاویل کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اپنی منزل کھوٹی کرنا چاہتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں، یہاں تو خود مالک الملک ﷻ نے کفر و ایمان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی کھلی چھٹی دے دی ہے، مگر ان کے انجام سے آگاہ فرما دیا:

﴿وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ..........﴾---[الکھف:29]

"اور فرما دیجیے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے (ایسی) آگ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری (ہر طرف سے) انہیں گھیرے گی اور اگر (پیاس کی وجہ سے) وہ فریاد کریں تو ان کی فریاد رسی اس (پانی) سے ہو گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا (ان کے) منہ بھون دے گا، کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بدترین آرام گاہ ہے"---[البیان]

ارے! جس پیارے کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی "نا قابلِ شکست دلیل" قرار دے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾---[النساء:174]

''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے مستحکم دلیل آگئی اور ہم نے تمہارے طرف چمکتا ہوا نور اتارا'' ---[البیان]

وہ ذات جس کے نطقِ صدق وصفا کی تصدیق خود ذاتِ باری فرمائے:

﴿مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾---[النجم:4،3]

''اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے'' ---[البیان]

اس ہستی عالی مقام کا قول تو کیا ان کا تو ادنیٰ اشارہ بھی ''مان نہیں''، جس کے اشارے کی تکریم چاند سے پوچھو:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾---[القمر:1]

''اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا'' کا گواہ قرآن ہو گیا۔

اس واضح حدیث کے بعد کسی بھی قسم کے فکری مغالطے کی اب قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ ماضی میں اس مغالطے کا شکار کئی قد آور شخصیات دکھائی دیں گی، مگر کریں کیا، ان شخصیات کی جلالتِ علمی کو ارشادِ نبوی ﷺ کے مقابل کیسے تسلیم کریں، بد قسمتی ہے کہ رجحان ساز اہلِ قلم نے راوی کے تقدس کو حد سے زیادہ تحفظ دیا اور یہ بھول گئے کہ کتنی روایات ایسی ہیں کہ اگر راوی کو درجۂ تقدس پر بٹھا دیں تو ناموسِ رسالت ﷺ پر حملوں کے دروازے چوپٹ ہو جاتے ہیں، اس لیے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہر حال میں ناموسِ نبی ﷺ کو اولیت رہے گی، راوی لاکھ بھی ہوں ناموسِ نبی ﷺ پر قربان کرنا دشوار نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ساری انسانیت، ہر دور، ہر خطے، ہر زبان، ہر رنگ اور ہر ہر نسل کی طرف مبعوث فرمایا:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾---[الاعراف:158]

''آپ فرما دیجیے، اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں'' ---[البیان]

اس آیت میں روئے خطاب ساری نسلِ انسانی کو ہے:

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾---[الانبیاء:107]

''اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب ﷺ) مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے'' ---[البیان]

''عٰلَمِیْن'' کی تفسیر وتشریح سے دفتروں کے دفتر بھرے پڑے ہیں، یہاں وہی عالمین

مذکور ہے جو رَبُّ الْعٰلَمِیْن میں ہے اور اس کی وسعتوں کا اب تک کوئی اندازہ نہیں کر سکا اور کبھی ہو بھی نہ سکے گا:

﴿وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ﴾---[المدثر:31]

''تیرے رب کے ''لشکروں'' کو کوئی نہیں جانتا سوا اُس کے''---

مزید دیکھیے مضمون وہی ہے کہ آپ ساری انسانیت کے رسول ہیں مگر ہر جگہ نیا رنگ، نیا اسلوب اور نئی آن بان، ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾---[سبا:28]

''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر (قیامت تک) تمام لوگوں کے لیے اس حال میں کہ آپ خوش خبری سنانے والے اور (تنبیہ فرمانے والے[صابری]) ڈرانے والے ہیں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''---[البیان]

رزمِ حق و باطل میں کرداروں کے نام کوئی بھی ہوں مقصود ایک ہی تھا، میدان میں توحید و شرک کے نمائندے ہابیل و قابیل کی صورت میں ہوں یا نوح و کنعان کی، خلیل و نمرود آمنے سامنے ہوں یا موسیٰ و فرعون، یہ معرکے جنت کی دہلیز پہ بپا ہوئے ہوں یا زمین کے کسی حصے میں، اصل تصادم توحید و شرک میں تھا اور اکثر و بیش تر

﴿یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ﴾---[البقرہ:61]

''انبیائے کرام کو بلاوجہ قتل کیا گیا''---

غرض کہ قتل کیے گئے، جھٹلائے گئے اور سارے کے سارے ستائے گئے اور یہ سلسلۂ آویزش حق و باطل تب تک جاری رہا جب تک دنیا شرک کی آلودگی سے نجات نہ پا گئی، پھر:

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا﴾---[الاسراء:81]

''اور فرمایا کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل کو نابود ہونا ہی تھا''---[البیان]

اس آیت کے ساتھ فتح مکہ کا وہ منظر آنکھوں میں لائیے کہ فاتح رسول ﷺ بیت اللہ سے بتوں کو ڈھاتے جاتے ہیں اور اس کی تلاوت فرماتے جاتے ہیں، تو شرک کی جڑ کٹ جانے کا یقین پختہ ہو جائے گا۔

ان سطور میں جس مغالطے کے ازالہ کی کوشش کی گئی، وہ جوں جوں دماغ پر راسخ ہوتا گیا اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سیاہی ''تیرہ بختی'' کو اور گہرا کرتی گئی اور پھر تیرگیٔ فکر کے بطن سے جو کچھ برآمد ہوا وہ پہلی ''فکری کجی'' سے زیادہ بھیانک، لرزہ خیز اور ایسا ہیبت ناک کہ اس کے شکنجے میں جکڑے ہوئے بے چارے کی بے بصیرتی اور گہری ہوگئی اور پھر شاید راہِ ہدایت کی طرف پلٹ آنے کی کم کم صورت رہ گئی، وہ بھی اک موہوم سی آرزو کی حد تک۔

یہ المیہ اپنے شکار کی بے بسی سے اتنا دلیر ہوا کہ ''کاسۂ سر'' میں ایسا شیطانی سبق ڈال دیا کہ عقل و خرد کے سارے قواعد و ضوابط سر پیٹ کر رہ گئے، یہ سبق تھا دو نا ہم جنسوں میں تقابل و موازنہ کرنے کا سودا، یعنی لوہے کے سریے اور دیار کی لکڑی میں موازنہ، ہاتھی اور چیونٹی میں موازنہ، مسجد و بازار میں موازنہ، کتاب اور اینٹ میں موازنہ، مدرسے اور قمار خانے میں موازنہ، کپاس اور گڑ میں موازنہ، طبیب اور لکڑہارے میں موازنہ، اس بھیانک واردات سے حقیقی اسلام کی روح مسخ کرنے کی کوشش کی گئی، جب خالق و مخلوق کے درمیان موازنہ کرنے کا شوق کود پڑا اور قرآن مجید سے وہ آیات جو بتوں کے بارے میں اتری تھیں یا انبیاء کرام علیہم السلام نے ازراہِ عجز و انکسار بارگاہِ الٰہی میں عرض گزاری تھی، ان کو ان کے حقیقی و اصلی مصداق سے ہٹا کر ذاتِ باری تعاظم و تعالٰی سے بطور موازنہ پیش کی جانے لگیں۔ مثلاً:

﴿اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾---[البقرہ:33]

''میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں''---[البیان]

یا مثلاً دیکھیے:

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ﴾---[الانعام:59]

''اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتّا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک، جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو''---[البیان]

اور اسی مضمون جس کی رو سے اللہ تعالٰی کے علم ذاتی و کلی کا بیان مقصود ہو یا مخلوق میں سے کسی بھی شخصیت کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہو، ان آیات میں ذاتی و عطائی کا فرق مدِّ نظر نہ رکھا گیا تو اس آیت کا جواب کیا ہوگا جس میں سیّدنا عیسٰی علیہ السلام اپنے علمِ غیب جاننے کا ذکر فرماتے ہیں:

﴿وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ

بُیُوْتِکُمْ﴾---[العمران:49]

''اور تم جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ جمع کرتے ہو تمہیں بتا دیتا ہوں''---[ماجدی]

اسی طرح کے دیگر مضامین جن میں رجال اللہ اور من دون اللہ میں فرق نہ کرنے کے علاوہ رجال اللہ کے علوم وقوتِ تصرف واختیار کو عطائے الٰہی سمجھنے کے باوجود محض ضد اور ہٹ دھرمی سے انکار کیے جانا اور پھر ایمانیات کے نازک ترین مسئلہ میں انتہائی غیر ذمہ داری سے خالق مخلوق میں موازنہ پر اتر آنا، پرلے درجے کی جہالت وسفاہت ہے۔ درج ذیل آیات کا ترجمہ دیکھیے اور جو کچھ قرآن مجید آپ کو بتا رہا ہے اسے قرآنی اسلوب میں ہی سمجھنے کی کوشش کریں:

''(عیسیٰ علیہ السلام) اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف (یہ کہتا ہوا) کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے جیسی صورت بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اڑنے والی ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفایاب کرتا ہوں مادرزاد اندھے اور برص والے کو اور میں جلاتا ہوں مُردے اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بے شک ان سب باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو''---[آل عمران:49، البیان]

انہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ، مریم کے بیٹے! یاد کرو میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تمہاری مدد کی، تم کلام کرتے تھے لوگوں سے گود میں اور پکی عمر میں اور جب میں نے تمہیں سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تم بناتے تھے مٹی سے پرندے کی سی صورت میرے حکم سے پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم اچھا کرتے تھے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے اذن سے اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو زندہ کر کے (قبروں سے) نکالتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب تم ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کچھ نہیں صرف کھلا جادو ہے''---[المائدہ:110، البیان]

مندرجہ بالا دونوں آیات عیسیٰ علیہ السلام کو عطائے الٰہی سے شفا بخش، مُردے زندہ کرنے والا،

پرندے بنا کر پھونک سے اُڑا دینے والا، اندھوں کو بصارت اور لاعلاج مریضوں کو تن درستی دینے والا بیان فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ سارے کمالات عطائے الٰہی سے ہیں اور شانِ عیسیٰ بطور مسیحا آج بھی بطور استعارہ مستعمل ہے۔

تابوتِ سکینہ جوز رانداز صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں تھیں اور ان کے مکانات کی تصویریں بھی، ان سب سے آخری تصویر و مکان حضور سیّد الانبیاء ﷺ کا تھا، اس میں موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے، توریت کی تختیاں، کچھ مَنّ بھی تھا، نیز سیّدنا ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصائے موسوی بھی اسی میں تھا، بنی اسرائیل جب بھی کسی کے خلاف جنگ کرتے تو اس صندوق کو آگے رکھتے اور اس کی برکت سے ان کو فتح نصیب ہوتی، لیکن بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ صندوق قوم عمالقہ ان سے چھین لے گئی اور عمالقہ نے اس صندوق کی بہت بے حرمتی کی، جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوگئے، یہاں تک کہ ان کی پانچ بستیاں برباد ہوگئیں تو انہوں نے اس تابوت کو ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس تابوت کو بنی اسرائیل میں لے آئے۔ سورۂ بقرہ کی آیت 248 کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

> ''اور اُن سے ان کے نبی نے فرمایا، اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت، جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی، اٹھائے لائیں گے اُسے فرشتے''---[البیان]

چلتے چلتے سورۃ یوسف کی آیت 93 کا ترجمہ دیکھ لیجیے، اللہ تعالیٰ کے نبی یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کی غیبوبت میں بینائی کھو بیٹھے تو سیّدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا:

> ''میرا یہ کُرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پہ ڈالو، ان کی آنکھیں کھل جائیں گی..........''---

اس فرمانِ یوسفی کو پڑھیے اور غور کیجیے کہ ایک نبی کا عمل کیا درس دے رہا ہے اور سوچیے تبرکات سے فیض یابی اور فیض رسانی کا عقیدہ ایک پیغمبر کی زبانی اللہ تعالیٰ بیان فرمار ہا ہے، کیا کوئی صاحب ایمان تصور بھی کرسکتا ہے کہ کوئی نبی شرک کرے گا یا شرک کی تعلیم دے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے ایک بڑا تخت اپنے دربار میں لا حاضر کرنے کی خواہش فرمائی (جس کی تفصیلات کتب تفاسیر میں موجود ہیں) تو آپ کے ایک درباری نے

عرض کیا تھا:

﴿اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ﴾---[النمل:40]

''میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پلک مارنے سے پہلے''---[البیان]

قرآن مجید میں ایسے واقعات وتعلیمات کی ایک طویل فہرست ہے جو اہلِ ایمان کے عقائد کا لازمی حصہ ہیں، اگر مغالطہ در مغالطہ خطرناک فکری رجحان پیدا کرنے والی فکر کو پلے باندھ لیا جائے تو اس مشرک سازی کا سلسلہ شیطان کی آنت کی طرح کہیں نہ رُکے گا۔

نقطہ زیر نظر یہ تھا کہ کسی کو کسی سے جانچنے کے لیے ان کی جنس، نوع وغیرہ میں یکسانیت پائی جانی ضروری ہے۔ اگر آپ گنے اور پنے میں موازنہ کریں گے تو دیکھنے والا آپ کی ذہنی حالت کے بارے میں کچھ ''اور'' سوچے گا، کیوں کہ گنے اور پنے میں کوئی جوڑ نہیں، کوئی مناسبت نہیں، بلاتمثیل و بلاتشبیہ اللہ رب العالمین کی ذات والا سے مخلوق میں سے کسی بھی ہستی سے موازنہ کرنا قطعاً غلط ہے، جو کوئی بھی ایسا کرے گا وہ نہایت خطرناک اور اندھے غار میں سفر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی ضد، ند، شریک و سہیم نہیں تو مقابلہ کیا! ہاں اگر دیکھنا ہے تو انبیاء کرام کی جماعت میں پیارے مصطفیٰ ﷺ کو دیکھو کہ وہ سب سے آگے کھڑے نبیوں کی امامت فرما رہے ہیں۔

کیا نام نامی اسم گرامی ہے ان کا، جنہیں خدا کا پیامی شب معراج بسترِ خواب سے جگا کر دنیٰ کے پردوں سے آگے لے جانے کو آیا، کون ہے وہ جن کی بارگاہ میں ستر ہزار فرشتے روزانہ سلامی کو آتے ہیں، کون ہیں وہ جن کے بدن مبارک پر مکھی نہیں بیٹھ سکی، جن کا پسینہ بطور عطر استعمال ہوا، جن پر بادل سایہ کرتا، جن انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے، پندرہ سو لوگ سیراب ہوئے، لاکھ بھی ہوتے تو سب کو وہ پانی کافی ہوتا.......... سینے پہ ہاتھ رکھ کے کہہ دو محمد مصطفیٰ ﷺ

بے شک سیّدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا مگر کون نہیں جانتا کہ سیّدنا و سیّد العالمین محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہر وقت فرشتے، سارے فرشتے اور خود ذاتِ باری درود بھیج رہے ہیں۔

پیچھا ہیے ادریس و عیسیٰ علیہما السلام کو اسی دنیوی حیات کے ساتھ آسمانوں پہ اٹھا لیا گیا یہ بھی مت بھولنا امام الانبیاء ﷺ سارے آسمانوں کو ارفع و اعلیٰ درجات کے باعث پاؤں تلے روندتے ہوئے عرشِ الٰہی سے بھی آگے نکل گئے:

﴿وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾---[الانفال:17]

''اور (اے محبوب!) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی''---[البیان]

میں کون مخاطب ہے اور کس عالی قدر ہستی کے رفقاء کے بارے میں فرمایا:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ﴾---[الانفال:17]

"تو (اے مسلمانو!) تم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا"---[البیان]

مخلوق میں سے کسی بھی ہستی کا خالق سے موازنہ کرنا غیر عقلی، غیر علمی، غیر فطری اور غیر انسانی فطری رویہ ہے، اگر کسی نے موازنہ کرنا ہی ہے تو میرے پیارے نبی ﷺ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی ذواتِ قدسیہ سے کرے اور پھر بتائے کہ ہے کوئی ان قدسی صفات ہستیوں میں میرے پیارے آقا جیسا جس کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا، کسی اور نبی یا اس کی امت کے لیے مالِ غنیمت حلال ہوا؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) میں کوئی ایک ہی دکھا دو جسے رب کریم نے جوامع الکلم جیسی قابلِ فخر نعمت بخشی ہو، اس پاک و پاکیزہ جماعت میں کسی ہستی کی نشان دہی کرو جس کے صدمۂ ہجر سے کھجور کا ایک سوکھا تنا زار و زار رویا ہو؟ کسی نے آسمان کے چاند کو محض انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دکھایا ہو، ہاں ہاں! بتایئے کون ہیں وہ جو قیامت کے دن مقام محمود پر ساری نوع انسانی کی مشکل کشائی کے لیے آگے بڑھیں گے، کون ہیں وہ جنہوں نے خندق کی کھدائی میں کدال چلاتے ہوئے روم، فارس اور شام کے فتح ہونے کی خبر دی، وہ کون ہیں جن کے فعل کو خدا اپنا فعل قرار دے، جن کی مبارک زبان سے نکلنے والے ایک ایک حرف کو خدا اپنی طرف منسوب کرے، جن کی صداقت کی گواہی دینے کو درخت زمین سے نکل کر بارگاہ میں حاضر ہوا، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے کھجوروں کا انوکھا باغ کس نے لگایا، کس کے لعاب دہن سے کھاری کنوئیں میٹھے ہوئے، ان کا نام تو زبان سے بول، جن کی ناقہ بھی (ماذون) اذن یافتہ تھی، جن کے ظہور دنیا سے صدیوں قبل تبع نے ان کے نام خط لکھا اور یہ خط انتہائی پرہیز گار عالم و فاضل کے سپرد کر کے مدینہ طیبہ میں برائے انتظار مکین کر دیا۔ عقل ہے، ایمان ہے تو دل و زبان بے ساختہ پکار اٹھیں گے:

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی ید بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آخر میں انتہائی دردمندی سے عرض ہے کہ اس مضمون میں جس فکری خطا ولغزش کی نشان دہی کی گئی ہے، تعصبات سے بالا ہو کر، حقیقت پسندی سے اس غلطی کا ادراک کرنے کی کوشش کریں گے تو ہدایت کا نور ضرور آپ کی راہوں کو اُجال دے گا۔



﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾

قریبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کوئی کوئی

مولانا عبدالحق ظفر چشتی

قریب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کوئی کوئی
مزے یہ لوٹتا ہے کوئی کوئی

دردل پر دستک دے کر دیکھ لو، دو تصویریں نظر آئیں گی --- ایک ہجر کی، ایک وصال کی --- حسن مجازی کا ہجر بھی جان لیوا ہوتا ہے --- جدائیاں، اداسیاں، محرومیاں، رونا دھونا، چیخ و پکار، شکوے، شکایات سے عاشق کی جھولی بھری ہوتی ہے، جب کہ حسن حقیقی کا ہجر بھی سکون پرور ہوتا ہے، راحتِ دل کا باعث ہوتا ہے --- روتا ہے، لیکن بین نہیں کرتا --- جدائی کے صدمے سہتا ہے لیکن مایوس نہیں ہوتا --- صدمے سے دوچار ہوتا ہے لیکن بددعا نہیں دیتا --- چیخ و پکار، بے صبری کا لبادہ نہیں اوڑھتے --- شکوے اور شکایات اس کے مذہب میں حرام ہوتے ہیں بلکہ ہر کیفیت، کیف آور ہوتی ہے ---

ہر ٹیس میں سکوں ہے، تڑپ میں مزا بھی ہے
یعنی فراقِ ماہِ مدینہ دوا بھی ہے

اس ہجر میں ٹیسیں بھی سکون آور اور مزے دینے والی ہوتی ہیں---تڑپ مزا دیتی ہے، فراق، داء (بیماری) نہیں بنتا، دوا بنتا ہے---ہجر کے مزے لوٹنے والا جہاں بھی رہے، مہجور سے اس کی نسبت قائم رہتی ہے---مہجور، اس کے قریب ہوتا ہے، جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا---وہ گھنٹوں آنکھیں بند کر کے دل کی کھڑکی کھول کر بیٹھا رہتا ہے---دل کے آئینہ میں کسی کے حسن و جمال کے پرتو سے مخمور و مسرور، جھومتا رہتا ہے---البتہ اس لذت کا ذائقہ ہر کسی کے نصیب نہیں ہوتا، یہ پھل بڑی دیر میں پکتا ہے اور بڑی دیر تک مزا دیتا ہے---

ہجر مجازی کی طرح وصال مجازی کا بھی یہی حال ہوتا ہے---ہجر کی طرح وصال بھی کئی بار جان لیوا بن جاتا ہے:

ترے آنے سے دل دھڑکے ترے جانے سے دل روئے
ترا آنا ، ترا جانا نہ یہ اچھا ، نہ وہ اچھا

وصال مجازی کی کیفیت ایک سی نہیں رہتی---کبھی مسلسل دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے اور کبھی قربت سے جی اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے:

اتنا قریب آ کہ میں جی بھر کے دیکھ لوں
شاید جو پھر ملیں ، تو یہ ذوقِ نظر نہ ہو

لیکن حسن حقیقی کے وصال میں یہ کیفیتیں نہیں ہوتیں---اس میں روز کے آنے جانے سے قدر و منزلت کم نہیں ہوتی، بلکہ ذوق نظر کو مزید سے مزید جلا ملتی ہے---واصل، موصول کے قریب سے قریب تر ہو کر بھی سیر نہیں ہوتا، بلکہ پکار اٹھتا ہے کہ مجھے اس دنیا میں جو بڑی سے بڑی چیز بھی پسند ہے، وہ صرف اور صرف یہی ہے---کہ النظر الی وجه رسول الله ﷺ، یعنی:

تشنگان دید کی ہے تشنگی کا اک علاج
ان کی بینائی کا لے لے چہرۂ انور خراج [ظفر چشتی]

یا وہ اپنی چاہتوں کو اظہار تمنا کا یوں لبادہ اوڑھاتا ہے:

جی چاہتا ہے تحفے میں بھیجوں میں انہیں آنکھیں
درشن کا تو درشن ہو ، نذرانے کا نذرانہ

آج ہم جس عظیم شخصیت کے حضور عقیدت کے پھولوں کی مہک، حروف کے دامن میں بسا کر

پیش کرنے والے ہیں، وہ ذات ستودہ صفات وہ ہے جس کی قسمت میں قدرت نے ہجر کا ایک لمحہ بھی، نہیں لکھا--- وہ انعام الٰہی سے ہمیشہ، وصال وقرب کی لذت سے سرشار رہا--- بلکہ اس کی قسمت کئی اعتبار سے قابل رشک ہے--- ایک اس لیے کہ قدرت نے اسے ہمیشہ قرب کی لذت سے سرشار رکھا ہے--- دوسرا اسے محبوب ہی ایسا بخشا کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اس کی مثال حدودِ امکان میں داخل ہی نہیں ہوتا:

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی ، قصہ مختصر

اس پر کمال یہ کہ محبوب کو محبّ کی محبت پر پورا اعتماد ہے--- اس کو پورا پورا یقین ہے کہ میرا چاہنے والا، عشق کے ان جھوٹے دعوے داروں کی طرح نہیں، جو محبوب کی خاطر آسمان سے تارے توڑ کر لانے کی پیش کش کرنے والے ہوں، ہمالیہ کی چوٹیاں سر کرنے والے ہوں، زبانی کلامی محبت کے دعوں میں کہکشائیں قدموں میں لاکر ڈھیر کرنے والے ہوں--- بلکہ صادق الوعد و الامین کو اس کی صداقت اور فدائیت پر اتنا اعتماد ہے کہ خود اسے صداقت کا پتلا قرار دیتے ہوئے ''صدیق'' جیسے عظیم لقب سے ملقب فرماتا ہے---

محبوب خود اعتراف کرتا ہے کہ اس کی محبت میں خلوص کی مٹھاس ہے اور وہ محبت کے دعوں میں اس قدر سچا ہے کہ محبوب کے مقابلے میں دنیا کی کوئی نعمت اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی--- اگر وہ جان سے عزیز تر بیٹے کو اپنے محبوب کے مقابلہ میں کھڑا پا لیتا تو اس کی گردن اڑا دیتا اور اگر وہ اپنے پدر بزرگوار کو محبوب کی مخالفت میں پائے تو دھکے دے دے کر پیچھے گرا دے--- وہ اپنے وطن عزیز کی ہر گلی، کوچہ و بازار اور وہ گھر جس کی اینٹ اینٹ پہ اس کا نام لکھا ہے اور وہ شہر جہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، حجر اسود ہے، صفا و مروہ جیسے مقدس مقامات ہیں--- محبوب کی محبت کے عوض یکسر نظر انداز کر سکتا ہے--- حتیٰ کہ اس شہر عظیم کے بدلے میں اسے وہ بستی بھی قبول ہے، جسے دنیا اس وقت یثرب ''دکھوں اور مصیبتوں کا گھر'' کہتی تھی--- وہ مال و دولت اور سیم و زر، محبوب کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ ہوس زر میں، گھر آئے مہمانوں کو لوٹ لینا بھی عیب تصور نہ کرتے تھے--- جب معاش کا ذریعہ ہی راہ زنی اور قذاقی ہو--- اس خطۂ عرب کا، اس عرب معاشرے کا، ایک اہم ترین فرد ہونے کے باوجود اس میں ان جیسی ایک

صفت بھی ایسی نہ تھی--- بلکہ چالیس ہزار درہم کی کثیر رقم، محبوب کے ایک اشارے پر قربان کر دیتا ہے---گھر کا سارا اثاثہ پیش کر دیتا ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو دینا کا عظیم دولت مند سمجھتا ہے:

مال و زر دے کر بھی سب کچھ بچ گیا میرے لیے
اِک خدا میرے لیے، اِک مصطفیٰ ﷺ میرے لیے

اس قرب ووصال کا ایک انوکھا اور نرالا ڈھنگ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ محب دعویٰ نہیں کرتا، احسان نہیں جتاتا کہ میں نے محبوب کی خاطر اقرباء چھوڑے، وطن چھوڑا، سیم وزر نچھاور کیے، یہ کر دیا یا وہ کر دیا--- بلکہ سب کچھ دے کر جھولی خالی کر کے دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پھر بھی کہتا ہے، محبوب! جی نہیں بھرا، تجھے کیا کیا پیش کروں:

کیا پیش کروں تجھ کو، کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمہارا ہے، یہ جاں بھی تمہاری ہے

بلکہ اس کے برعکس محبوب ساری دنیا کو گواہ بنا کر اعتراف واعلان کرتا ہے کہ میں نے دنیا میں ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے لیکن اس کے احسانات کا بدلہ ابھی عطا نہیں کیا، بلکہ اس کا بدلہ بروز محشر میرا خالق و مالک، میرا پروردگار خود ادا فرمائے گا:

ادب اے نکتہ چیں، یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا
صداقت کیش صدیقوں، شہیدوں، حق پسندوں کا

ہم نے پڑھا ہے کہ ایک روز اس نے اپنے دل کی دھڑکنوں، خواہشوں اور حسرتوں کو الفاظ وحروف کا جامہ پہنایا---دراصل یہ اظہار ہر وقت تو ممکن نہیں ہوتا لیکن جب محبوب خود کرم نواز ہو، عطا پہ مائل ہو، جب ہر کسی کے لیے دست کرم دراز ہو تو ایسے میں دست سوال آگے بڑھانے میں حرج ہی کیا ہے؟--- عرض کیا، آقا! دل کی ایک حسرت تو مٹا دیں--- پوچھا، کیا؟---عرض کیا، دل چاہتا ہے:

النظر الیٰ وجہ رسول اللّٰہ---

جی چاہتا ہے کہ میری آنکھیں ہوں اور صرف آپ کا چہرۂ انور ہو اور بس---

میں جب دیکھوں، جدھر دیکھوں، جسے دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

وہ محبوب، جو ہر ایک کی جھولیاں مرادوں سے بھرنے والا ہو---جس کے دروازے سے

غیر بھی خالی ہاتھ نہ جاتے ہوں--- وہ بھلا اپنے قریبی اور قریب تر رہنے والے کی تمنا کا دامن کیوں نہ بھرتا--- اس نے بھر دیا، بھلا کیسے......؟--- غارِ ثور کی تنہائی، خلوت میں---

میں چشمِ تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ محبوب نے، ہر تن کی جان نے، ﷺ، جب اس کی حسرت پورا فرمانے کا ارادہ فرمایا، تو اسے ایک رات کی تاریکی میں کہ دیدار کا اصل وقت یہی ہوتا ہے، ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا--- خلوت میں جہاں کوئی نہ ہو، یا محبّ ہو یا محبوب--- یا پھر محبوب کو محبوب بنانے والا ہو--- اور کوئی نہ ہو--- جہاں ان اللہ معنا کی پوری جھلک ہو---

آ! میرے دوست! ذرا چپکے چپکے آ، دیکھ! کوئی محبوب کو، سارے کا سارا عشق، سارے کے سارے حسن کو، کندھوں پہ اٹھائے، پہاڑ کی بلند چوٹی پہ اٹھائے لیے جا رہا ہے--- ذرا ٹھہر، میرے دوست مجھ سے خطا ہوگئی--- مجھے معاف کر دو، میں نے غلط کہا--- محبّ نے، محبوب کو کیا اٹھانا تھا، خود محبوب اسے زمین غفلت سے اٹھا کر آسمانِ شہرت کی بلندیوں پر لے جا رہا تھا--- ورنہ ابوقحافہ کے بیٹے کو کون جانتا تھا---

محبوب اور محبّ، دونوں غار کے دہانے پر پہنچے، اس نے رات کے تاریک سناٹوں میں غار کو صاف کیا اور خوب صاف کیا، اس کے سارے سوراخ بند کیے اور عرض کیا، آقا! تشریف لایئے--- آقا تشریف لائے--- اب وہ ہے، یا وہ ہیں--- حسنِ ازلی کا شاہ کار، خالقِ حسن و ادا کا سب سے پہلا شاہ کار--- کائنات کا سب سے بڑا حسن--- اس کے محبوب کی صورت میں، آج اس کی جھولی میں ہے--- بس دیکھے ہی جا رہا ہے، طبیعت سیر ہی نہیں ہوتی---

کبھی انگلیوں کو دیکھتا ہے، جو اٹھیں تو چاند کھلونا بن جائے--- ہاں ہاں! یہ وہی انگلیاں ہیں، جو نور کے لچھے ہیں--- جن سے دریا بہتے ہیں--- سورج پلٹتے ہیں--- ابھی ان نازک انگلیوں کے حسن ہی میں گم تھا کہ چشمِ مازاغ نے دعوتِ نظارہ دے دی--- سبحان اللہ! جس آنکھ کی پتلی نے خدائے ذوالجلال جَلَّ جَلَالُہٗ کے جلووں کو اپنے اندر سمو لیا ہے--- آنکھوں کے نظارۂ جمال کے ساتھ ہی ساتھ چہرۂ والضحیٰ پر نظر پڑتی ہے--- ساتھ ہی زلفِ واللیل نے دور و نزدیک سے سننے والے کانوں کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے:

گوشِ انور سے ہے یوں زلفِ نبی کا اتصال
دو حسیں جیسے بہم اسرار کی باتیں کریں

کبھی ما ینطق عن الھویٰ کی زبان کا نظارہ اس کے سامنے آجاتا ہے---الم نشرح والا سینہ مبارک بھی تو اس کے سامنے تھا---بس دیکھے ہی جا رہا ہے، نہ تھکتا ہے، نہ اکتا ہے اور نہ بیزار ہوتا ہے---اشتیاق دید ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے---شاید محبّ کے دل کی اس وقت کی دھڑکنوں کو جھنگ کے ایک فقیر نے سن لیا ہو---جس قادر الکلام فقیر نے ان دھڑکنوں کو حروف والفاظ کی زبان عطا کی:

الف ایہہ تن میرا چشمہ ہووے تے میں ماہی ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اک کجاں ہو
اینا ں ڈٹھیاں مینوں صبر نہ آوے تے میں ہور کتے ول بھجاں ہو
ماہی دا دیدار وے حضرت باہو، مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

جس ماہی کے دیدار کی ایک جھلک، لاکھوں، کروڑوں حجوں پر بھاری ہے، وہ اسے تین دن مسلسل، یعنی دو لاکھ انسٹھ ہزار دو سو مرتبہ دیکھتا رہا، دیکھتا رہا---وہ غار والی وہ نیکی، دیدار محبوب والی نیکی، کے اثرات کے سامنے ساری کہکشاؤں کے چمکتے دمکتے ستاروں کی تعداد دم توڑ گئی---ستارے اتنی تعداد میں، اتنی تعداد میں ہیں کہ آج تک کوئی انہیں گن نہ سکا---اتنی بڑی تعداد سے بھی وہ نیکی غار والی، دیدار محبوب والی نیکی، بازی لے گئی---

ستاروں کی تعداد جتنی نیکیوں والے، صدیق کی منتیں کرتے رہے---صدیق! اے سب سے سچے، سب سے قریبی، سب سے بااعتماد رفیق، یارِ غار، وہ غار والے لمحات کی دو تین رات والی نیکیاں ہمیں دے دے، لے ستاروں جتنی نیکیاں ساری کی ساری ہم سے لے لے---

بھلے آدمی! چند گنی چنی چیزوں کے بدلے ان گنت اور ان مول نعمت کون دیتا ہے---یہی تو وہ نیکی تھی اس کی، جو ساری زندگی کا سرمایہ تھی---

اس محبوب کا چاہنے والا، کوئی ایک دو ہوں تو بات کریں---وہاں تو چاہنے والوں میں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں---چشم فلک کی بلندیوں سے بھی اوپر بسنے والی مخلوق کا ایک ایک فرد، اس کا چاہنے والا، اس کی طلب میں مر مٹنے والا---لیکن ان تمام چاہنے والوں میں، اس سفر ہجرت میں، اس سفر ہجرت میں خود خدا کو بھی اپنے محبوب کا رفیق سفر بنانے کے لیے صرف ایک ہی پسند آیا---اس نے بھی صرف اسی چاہنے والے کو چنا---کتنا اعتبار تھا، اس ایک اکیلے پر---

اس کی صداقت پر---اس کی فدائیت پر--- پھر سفر بھی ایسا کہ قدم قدم خطرہ---ننگی تلواروں اور حرص و آز کے زہر میں بجھی ہوئی نظروں کا تعاقب---الامان و الحفیظ ---ایسے میں محبوب نے صرف اس محب کو ساتھ لیا، ساتھ رکھا--- پھر ساتھ ہی رکھا، بلکہ اس کا ساتھ نبھایا---

دنیا میں ہزاروں ساتھ دیکھے--- اچھے بھی، برے بھی--- ادنی بھی، اعلیٰ بھی--- نبھنے والے بھی، ٹوٹ جانے والے بھی--- ایسے ساتھ بھی دیکھے اور سنے، جن کی داستانیں کانوں میں رس گھولتی ہیں--- آنکھیں ٹھنڈی ہوتی، سن کے دل باغ باغ ہو جاتا ہے--- دوستیوں کے لازوال قصے، صفحات قرطاس تاریخ پر بکھرے پڑے ہیں--- کہیں وفا کا ذکر تو کہیں جفا کا، کہیں محبوب ساتھ چھوڑ جاتا ہے تو کہیں محب ہی اس کی محبت سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے:

سے سے جوڑ سنگت دے ڈٹھے تے آخر وِتھاں پیاں

جہناں باجھوں اک پل نہیں ساں جیوندے اوہ شکلاں یاد نہ رہیاں

لیکن وہ قصے، جنھوں نے وفا کی دنیا میں نام پیدا کیا، اگر چہ وہ خال خال ہیں، لیکن وہ خوب ہیں، خوب تر ہیں--- البتہ ان کی محبت، ان کا پیار، اس وقت تک زندہ رہا، جب تک وہ کارزار حیات میں رہے، دنیا کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے، جب تک جسم وجان کے کچے دھاگے کا وجود برقرار رہا--- جیسے ہی طائر روح نے قفس وقید خانہ سے آزاد ہونے پر ضد کی، محبت بے شک برقرار رہی، لیکن ساتھ اور قرب کا تعلق ٹوٹ گیا--- اور ایسا ٹوٹا کہ دوبارہ جڑنے کا کوئی تصور نہیں--- اگر جسمانی ساتھ نہ ٹوٹا اور محبوب ومحب دونوں ایک ساتھ، شہر خاموشاں میں جا لیٹے اور حدود قبر تک ساتھ ساتھ لیٹنے کا اعزاز حاصل کر بھی لیا، تو کیا کیا---

لیکن وہ ساتھ، وہ قرب، جس کے ذکر کی لذتیں، راقم الحروف کے جسم وجاں کے ایک ایک ریشے میں سرایت کر گئی ہیں--- خون کے ایک ایک قطرے کا حصہ بن کر پورے جسم وجاں میں گردش کر رہی ہیں--- اس کے اِس ساتھ میں بھی حسن لازوال کے عجیب وغریب معجزے ہوئے--- محبوب اگر پہلے جا کر آرام فرما ہوتے ہیں تو وہ اپنے محب کو اپنے چاہنے والے کو، رگ جان سے بھی قریب تر رہنے والے کو، فراموش نہیں کرتا--- اسے اُس کا انتظار رہتا ہے--- وہ انتظار بھی اس قدر ہے، جتنا وہ اپنے محبوب کی زندگی کے سالوں کی تعداد پوری نہیں کر لیتا--- یعنی عمر کے تریسٹھ سال--- جوں ہی یہ ساتھ پورا ہوا، تو محب نے درخواست پیش کی، آقا! اب اس سے زیادہ ہجر گوارا نہیں---

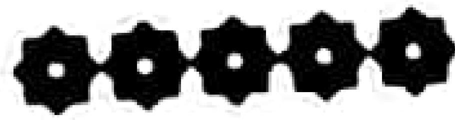
ترا جلوہ پیش نظر رہے، میں اسی طرح سے جیا کروں
جہاں کوئی تیرے سوا نہ ہو، میں اُسی فضا میں رہا کروں

محبوب نے کہا، ہاں ہاں، ہمیں معلوم ہے---بس اب وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے---لیکن خاموشی سے نہیں، تیری چارپائی جوں ہی دروازے پر پہنچے گی، ہم دروازہ خود ہی کھول دیں گے اور دنیا دیکھے گی کہ محبوب نے اپنے محب کو کیسے پاس بلایا، ساتھ نبھایا اور کیسا قرب بخشا ہے---

تجھے یاد ہے کہ ہجرت مدینہ کی رات میں تو نے ہمارے لیے غار کو صاف کیا تھا، ہم نے تیری قبر کی اندھی غار صاف کر دی---تو نے غار کا ہر وہ سوراخ بند کیا، جہاں سے کوئی بھی دکھ اور تکلیف کا الارم بج سکتا تھا، تو نے ہر اس سوراخ کو بند کر دیا---آج ہم نے تیرے اس احسان کا بدلہ یوں چکایا ہے کہ تیری خاطر تیری قبر کو مصطفےٰ بنا دیا---اب ہر وہ راستہ ہم نے بند کر دیا ہے، جس سے عذاب الٰہی کی کوئی بھی صورت پیدا ہو سکتی تھی---

سچے نبی کے سچے چاہنے والے! تیری عظمت کو سلام---تو نے کسی کو اتنا چاہا کہ اس نے تیری چاہت کو خود سینے سے لگا لیا ہے---تجھے ایسا قرب بخشا ہے، جس کا تصور بھی ایمان کی جان کو معطر کیے دیتا ہے---لے آج تیری حسرت دیدار بھی پوری ہوئی، خلوت بھی ملی، محبوب بھی ملا اور اب ابد الآباد تک عقیدت مندوں کا سلسلۂ سلام عقیدت و محبت بھی ملا---درود و سلام بھیجے جانے والے لمحات کا لمس بھی ملا---انوار و تجلیات بھی حصہ میں آئیں---تیری قربت پہ نثار اور تیرے قریبی پر لاکھوں سلام---

قریبِ مصطفےٰ ﷺ ہے کوئی کوئی
مزے یہ لوٹتا ہے کوئی کوئی



گزشتہ دنوں اہل سنت کے نامور عالم دین مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی اور مولانا حنیف نیازی پر دہشت گردی کا مقدمہ بنا دیا گیا۔ حکومت کا یہ اقدام انتہائی افسوس ناک اور قابل مذمت ہے۔ اس سے پہلے علامہ شبیر احمد ہاشمی پر دہشت گردی کا مقدمہ قائم کیا گیا، جس کے نتیجے میں وہ تا حال پابند سلاسل ہیں۔
حکومت کو چاہیے کہ وہ ان علماء کے خلاف مقدمات فی الفور واپس لے اور دہشت گردی پھیلانے والے لسانی گروہوں اور حکومت کے اندر حکومت قائم کرنے والوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کرے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

علامہ احمد علی قصوری
صدر مرکز اہل سنت پاکستان

آیئے! آج اس 'اظہاریہ' کا آغاز اس محبوب ہستی کے ذکر سے کریں کہ جس کے ذکر کے لیے بطورِ خاص یہ بزم کائنات سجائی گئی ہے:

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ اِمْرُءٌ
کَلَّا وَ لَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَا
اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ لِلْبَدْرِ السَّنَا
وَ الشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاکَا
[سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ]

"آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی دیگر مخلوق پیدا ہوتی اگر آپ نہ ہوتے۔ آپ وہ ہیں کہ جن کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ کے نورِ تاباں سے چمک رہا ہے"---

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے
[اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ]

کلمہ گو اہلِ محبت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک خالقِ کائنات نے ساری مخلوقات سے

پہلے 'نورالحبیب' کی تخلیق فرمائی۔ بلاتمثیل یہ کہ فاطر وقادر، اللہ ﷻ نے دائرۂ کائنات بنانے کے لیے 'حب ومعرفت' اور 'کُنْ فَیَکُوْن' [۱] والی اپنی پرکار جس نقطۂ اوّل پر رکھ کر گھمائی، وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ قدیر وخبیر اور حکیم وعلیم ذاتِ باری تعالیٰ کا اہم ترین فیصلہ یہ بھی تھا کہ عالمِ انوار کے بعد عالمِ اجسام پر مشتمل مادّی کائنات میں جب اپنے نورِ اوّل کو ظاہر کرنا ہے تو اولادِ آدم میں بصورتِ انسان، بشریت کا جامہ پہنا کر ظاہر کرنا ہے لہٰذا اس نسبت ووسیلہ سے اللہ ﷻ نے پوری کائنات کے لیے اپنے خلیفہ ونائب ہونے کا شرف واعزاز بھی آدم وبنی آدم کے لیے مخصوص فرمادیا۔ حالاں کہ ترتیبِ تخلیق میں بشرِ اوّل حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے پہلے جمادات، نباتات، حیوانات، نوری ملائکہ، ناری جنات کو ارض وسماوات میں وجود بخش دیا گیا تھا مگر اپنی خلافت ونیابت کا خصوصی تمغہ اپنے حبیب ﷺ کی نسبت سے بنی نوعِ انسان کے لیے مخصوص رکھا، کہ جس کے اندر اسے رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمانے کا ازلی فیصلہ ہو چکا تھا۔

'کُنْ فَیَکُوْن' کے جاری نظام کے تحت نت نئے رنگوں سے آراستہ اس بزمِ کائنات میں قادر ومالک کا تخلیقی عمل اب بھی جاری ہے۔ جس طرح مادیات اور جسمانیات کی دنیا میں حاکمِ حقیقی کی مشیت کے مطابق ارضیات کے نئے گوشے، بحریات میں نئے جزیرے اور فلکیات میں نئے سیارے، ستارے اور نظارے دریافت ونمودار ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح روحانیات اور ایمانیات کی دنیا میں مصطفوی نور کے نئے جلوے نمایاں ہوتے، عشقِ رسول کے نئے اجالے پھیلتے اور خونِ شہیداں کے نئے ابواب رقم اور جریدۂ عالم پر ثبت ہوتے رہتے ہیں:

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے [اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ]

ہر کجا [۲] بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو

[۱]......متعدد آیات میں آمدہ ان دو لفظوں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ جب کسی بھی چیز کی تخلیق چاہے تو اس کی نسبت فرمادے کہ 'ہوجا' تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

[۲]......مفکرِ پاکستان علامہ اقبال اپنا عقیدہ بتاتے ہیں کہ لوگو! تم کائناتِ رنگ وبو کا جدھر بھی مشاہدہ کرو گے اور جہاں بھی تمہیں روئیدگی، تازگی نظر آئے اور جہاں جیسی بھی رونقیں، بہاریں اور آرزوئیں جنم لیتی، پروان چڑھتی دکھائی دیں (تو دو صورتیں ہی ممکن ہیں کہ اگر) روشنی ورونق مل چکی ہے تو وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے اور وسیلے سے ملی ہے اور ابھی منزل نہیں ملی تو آگے بڑھنے کے لیے حضور ﷺ کے قدموں کے نشانات کی تلاش ہے۔

یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہا ست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ست

[روشن خیال فکری مرشد علامہ اقبال]

آیئے! ہم بھی ان دیوانگانِ عشق کی طرح ایک 'الٹی چال' جو محبوب کے دیدار کے لیے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، جسمانی آنکھیں بند کر کے ایمانی چشمانِ محبت کے ساتھ نظارہ کیجیے، اس منظر کا جب آج سے تقریباً ۱۴۲۱ سال قبل کملی کملی والے آقا و مولیٰ ﷺ اپنی قصویٰ اونٹنی پر سوار بحیثیتِ سالارِ کارواں مدینہ منورہ سے روانہ ہو رہے ہیں، بوقتِ روانگی ۱۴۰۰ سچے اور سچے عاشقانِ رسول، مہاجرین و انصار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا قافلہ ہمراہ ہے۔ رخ مکہ مکرمہ کی طرف اور نیت زیارتِ کعبہ معظمہ اور عمرہ ادا کرنے کی ہے۔ یہ کاروانِ عشق و مستی حدیبیہ کے مقام پر جا کر خیمہ زن ہوتا ہے اور وہاں اس دور کے گستاخانِ رسول کا سفیر بن کر عروہ بن مسعود ثقفی مذاکرات کے لیے آتا ہے۔ بعد از مذاکرات واپس جا کر اہلِ مکہ کو جو کچھ بتاتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"لوگو! میں نے قبل ازیں ایران کے بادشاہ کسریٰ، روم کے شہنشاہ قیصر اور حبشہ کے حکمران نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر میں نے دربارِ محمد (ﷺ) کا جو وقار دیکھا ہے وہ آج تک کہیں اور نظر نہیں آیا۔ ان کے اصحاب جو تعظیم اپنے نبی کی کرتے ہیں وہ کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کو میسر نہیں۔ وہ وضو کرتے ہیں تو صحابہ ان کے مستعمل پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے ہیں۔ نبی کوئی حکم دیتے ہیں تو سب تعمیل کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ گفتگو فرمانے لگتے ہیں تو صحابہ اس طرح خاموش ہو جاتے ہیں کہ گویا بولنا ہی نہیں جانتے۔ ادب و تعظیم اس طرح کرتے ہیں کہ آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے، اپنی نظریں جھکائے رکھتے ہیں"---

یہ کون میر کارواں ہے، یہ کیسا قافلہ عشق و مستی ہے؟ یہ وہ محبوب ہستی ہے کہ جس کی جلوہ نمائیاں ازل[۱] سے ابد[۲] تک محیط ہیں۔ وہ جس کا حسنِ صورت بے عیب اور جس کی سیرت بے داغ ہے، وہ جس کے ادب و احترام اور محبت کا رشتہ خالقِ کائنات سے لے کر تمام مخلوقات تک جڑا ہوا ہے۔ (گستاخ و منکر جنات اور انسان مستثنیٰ ہیں[۳])

[۱]......جس کی ابتدا معلوم نہ ہو   [۲]......جس کی انتہا معلوم نہ ہو

۳......یہ استثناء (تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا، چیزیں اپنی ضدوں، مدِ مقابل حقیقتوں سے پہچانی جاتی ہیں) حکمتِ ربانی کے مطابق ہے کہ گستاخ و منکر نہ ہوتے تو عشق و محبت والے خوش نصیبوں کے نہ مقام و مرتبے کا پتا چلتا اور نہ خالق و مخلوق کے ہاں ان کی قدر و منزلت ہوتی۔

یہ بھی امر واقعی ہے کہ جب تک بے ادبی اور گستاخی کی خباثتیں جنم لے کر مقابلے میں نہ آئیں، اس وقت تک دائمی سلسلۂ محبت کی رعنائیاں مکمل طور پر جلوہ گر نہیں ہو سکتیں۔ نورِ مصطفوی اور شرار بولہبی کی آویزشیں، محاذ آرائیاں اور معرکے شروع سے جاری ہیں۔ بے شمار مظاہر میں سے ایک منظر یہ ہے کہ صحابی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی سخت تشویش اور اضطراب بصورت فریاد بایں مفہوم پیش کرتے ہیں:

"یارسول اللہ! فلاں مقام پر فلاں فلاں گستاخ آپ کو 'مُـذَمَّم' (برا شخص) کہہ کر پکار رہے ہیں"---

رحمت ہر عالم ﷺ نے جواباً فرمایا:

"تم کیوں پریشان ہوتے ہو، وہ لوگ کسی 'مُـذَمَّم' کو گالیاں دیتے ہوں گے، ہمیں تو ہمارے رب نے 'مُحَمَّد' (ہمہ پہلو قابل تعریف) بنایا ہے"---

اب ہمارے دور میں عالمی ابلیسی لادینی، سامراجی قوتوں کے سازشی منصوبوں کی تکمیل کے لیے ان کے گماشتوں نے اس جانِ جہاں ﷺ (ہماری جانیں ان پر قربان) کے گستاخانہ خاکے بنانا شروع کر دیے ہیں کہ جس کے حقیقی خالق و مصور نے اس کا سایہ بھی نہیں بنایا۔ دوسری طرف تمام تر 'سامراجی حربوں اور پرویزی حیلوں' کے باوجود وادیٔ حجاز کے کاروانِ عشق و مستی کی پیروی میں سارے عالم اسلام، بالخصوص سرزمین پاکستان میں عاشقانِ رسول کی سرمستیوں کے رنگ ڈھنگ اور خوش بوئیں، جہادی میدانوں، میلادی محفلوں، محبانہ خلوتوں، عاشقانہ جلسوں، جلوسوں، ریلیوں سے لے کر ملکی و غیر ملکی جیل خانوں کی اذیتوں سے گزرتی ہوئی ایمان افروز رنگین شہادتوں تک پھیلتی چلی جا رہی ہیں:

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز ﷺ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

۱۴ر فروری ۲۰۰۶ء کو داتا کی نگری لاہور سے ۲۲ دینی تنظیمات پر مشتمل 'تحفظ ناموس رسالت محاذ' کی اپیل پر اس کے بینر تلے جو عدیم المثال تاریخی ہڑتال ہوئی اور علماء اہل سنت کی قیادت میں جب شمع رسالت کے لاکھوں پروانے ریلیوں کی صورت میں نکل پڑے اور مرکزی جلوس میں قافلہ در قافلہ شرکت کے لیے امڈ آئے تو ابلیسیت چیخ اٹھی، منافقت لرزہ براندام ہو گئی، پرویزیت

گھبرا گئی، یزیدیت تھرا اٹھی، عالمی سامراجیت سرپیٹ پیٹ کر ماتم کرنے لگی اور اپنی تمام سہیلیوں کو پکار پکار کرا پیلیں کرنے لگی کہ اپنی اپنی تمام کمینی حرکتیں اور حربے بروئے کار لاؤ۔ پراسرار ہاتھ حرکت میں آئے، آتش زنی اور لوٹ مار ہونے لگی، لاٹھیاں برسنے لگیں، نظر آنے والے ہاتھوں کے ذریعے زہریلی آنسو گیس پھیلنے لگی، زنجیریں کھنک پڑیں، ہتھکڑیاں لگنے لگیں، مقدمات بننے لگے، تھانوں کی حوالاتیں بھرنے لگیں، علماء، طلباء سمیت سیکڑوں خوش نصیب زندہ دلان لاہور پس دیوار زنداں چلے گئے۔

اس قافلہ عشق و مستی میں کسی کا رنگ ایک، کسی کا ڈھنگ دوسرا اور انداز اپنے اپنے۔ آدم وحوا کے سارے بیٹے بیٹیاں، نہ شکل وصورت کے اعتبار سے یکساں، نہ سیرت و کردار کے لحاظ سے برابر، جس طرح خوب صورت، مکروہ صورت اور بدصورت چہرے تھے، ہیں اور رہیں گے، اسی طرح ایمانیات واخلاقیات کی دنیا میں صحیح العقیدہ، خوش عقیدہ، بدعقیدہ اور بلند کردار و بدکردار کا فرق تا قیام قیامت بلکہ یقیناً بعد از قیامت بھی قائم و برقرار رہے گا۔ انداز وآرزو کی جھلکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں:

یہی آرزو جو ہو سرخرو ، ملے دوجہان کی آبرو
میں کہوں غلام ہوں آپ کا، وہ کہیں کہ ہم کو قبول ہے
نہ کسی کے رقص پہ طنز کر، نہ کسی کے غم کا مذاق اڑا
جسے چاہے جیسے نواز دے، یہ مزاج عشق رسول ہے

۱۱/ اپریل ۲۰۰۶ء کو نشتر پارک کراچی میں عین میلاد مصطفیٰ ﷺ کے دن، بوقت مغرب، لاکھوں عاشقان مصطفیٰ کے اجتماع محبت میں عین حالت نماز میں جو سفاکانہ ابلیسی واردات کی گئی، اس کی لہورنگ روداد مدیر محترم کے قلم سے 'نور الحبیب' کے گزشتہ شمارے کی صورت میں قارئین کے پاس محفوظ ہے کہ جس کے نتیجے میں کیسے کیسے گل ہائے رعنا اگرچہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، تاہم سارے ملک کی فضائیں عشق رسول ﷺ کی خوش بوؤں سے اس طرح مہکا گئے ہیں کہ اہل ایمان کے مشام ہائے جاں ہمیشہ معنبر و معطر رہیں گے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

احمد شوقی مصری نے کیا خوب کہا ہے:

اَلنَّاسُ صِنْفَانِ مَوْتٰى فِيْ حَيَاتِهِمُ
وَ آخَرُوْنَ بِبَطْنِ الْأَرْضِ أَحْيَاءُ

"لوگوں کی دو قسمیں ہیں، کچھ چلتے پھرتے زندہ دکھائی دینے والے مردے ہیں اور دوسرے زیرِ زمین چھپ جانے کے باوجود زندہ و موجود ہیں"---

اس سے بھی زیادہ خوب صورت انداز میں ترجمانِ حقیقت حضرت علامہ اقبال نے فرمایا:

کھول کے میں بیاں کروں سرِّ مقامِ مرگ و عشق
عشق ہے مرگِ باشرف، مرگ، حیاتِ بے شرف

غیروں کے اشاروں پر ناچنے والے اور بے غیرتی کی زندگی بسر کرنے والے جانے کیوں اپنے آپ کو معزز و مشرف سمجھ لیتے ہیں، حالاں کہ بقول علامہ اقبال حیاتِ بے شرف تو موت ہوتی ہے۔

اس وقت عالمی سطح پر ایمانی اعتبار سے مسلمانوں کو جو سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے، وہ تحفظِ ناموسِ رسالت کا ہے کہ یہ ایمانیات کا مرکزی عقیدہ اور ملی تشخص و بقا کا واحد ذریعہ ہے۔

منظوم پیرائے میں اس نظریے کی دلیل و تائید حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رضا بریلوی (مضمون کے صفحہ اوّل پر درج شدہ) کے بعد حکیم الامت علامہ اقبال کی تشخیص بھی قابلِ ملاحظہ ہے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ[۱] اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی[۲] تپش آمادہ[۳] اسی نام سے ہے

فی الوقت روئے زمین پر (ایک ہفتہ قبل مطبوعہ اعداد و شمار کے مطابق) ایک ارب، سینتالیس کروڑ، باسٹھ لاکھ، تینتیس ہزار، چار سو ستر مسلمان (بشمول حکمران جرنیل، سرمایہ دار، جاگیردار، صنعت کار، علماء، مشائخ، وکلاء، ڈاکٹرز، انجینئرز، تاجر، دانش ور، صحافی اور کھلاڑی وغیرہ وغیرہ) موجود ہیں۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کے حساس ترین مسئلہ پر اخلاص کے ساتھ دامے، درمے، قدمے، سخنے شرکت و حمایت کرنے والے سب کے سب چھوٹے بڑے، اپنے اپنے کردار کے مطابق محسنینِ ملک و ملت ہیں۔ بلکہ جو اتفاقیہ طور پر پھنس کر مصائب کا شکار ہوئے، ان کے لیے بھی ہماری طرف سے عنداللہ جزائے خیر اور استقامت کی دعائیں واجب ہیں۔ بہت سے ایسے نام ہیں کہ ان میں سے ہر ایک الگ خصوصی ذکر کا مستحق ہے، جو اس مختصر اظہاریہ میں ممکن نہیں۔ مگر وہ

[۱]...... برقرار/کھڑا ہوا [۲]...... کائنات کی رگ زندگی [۳]...... حرکت کی طرف مائل یعنی باعثِ زندگی

ایک نام ’غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید‘ جو عشق نور مصطفیٰ ﷺ سے خود چمک گیا اور ساری دنیا کو چمکا گیا، نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

عامر خوش خصال فرزانہ — وہ بہت پرخلوص تھا مستانہ
شاتم رسول پہ وہ جھپٹا تو — گرچہ تنہا تھا، ملک بے گانہ
عہد زنداں میں باوقار رہا — وہ حبیب خدا کا دیوانہ
بہر ناموس والیٔ طیبہ — کر دیا پیش جاں کا نذرانہ

[جسٹس (ر) الیاس چودھری]

برصغیر ہند میں پون صدی پیش تر درسِ عشق رسول کے مدرس و مبلغ اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) نے اپنے حال وقال سے ہر امتی کو سمجھایا کہ وہ اپنے ایمان کی سلامتی و استحکام کے لیے یوں عزم و آرزو کرے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

تھوڑے ہی عرصے کے بعد اسی خطہ سے قافلہ عشق و مستی کا ایک اور حدی خواں چمنستان محبت کا دیدہ ور، بصورت علامہ اقبال (۱۸۷۳ء تا ۱۹۳۸ء) نمودار ہوا، جسے جذبہ عشق رسول ﷺ نے جگمگا دیا اور اس نے ’نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر‘ امت کو جگا دیا اور ہر امتی کو پیغام دیا کہ تیرا اہم ترین فریضہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

مگر عملاً ہوتا یوں ہے کہ ’مدینہ دیکھنے جاتے ہیں لاکھوں، مدینہ دیکھتا ہے کوئی کوئی‘ کے مطابق امتی ہونے کے دعوے دار تو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں، لیکن عملی کردار؟؟؟؟

گستاخیٔ رسالت پر مبنی حالیہ اسلام دشمن صیہونی، صلیبی، سامراجی سازش اور جاری تحریک کے انسداد کے لیے گستاخ ممالک کی مصنوعات کے بائیکاٹ، سفارتی تعلقات کے انقطاع، سیاسی مذاکراتی دباؤ اور ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال وغیرہ، وہ اقدامات ہیں جو صرف ریاستی اور حکومتی سطح پر نتیجہ خیز ممکن ہیں، لیکن یہاں کھوکھلی لفاظی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

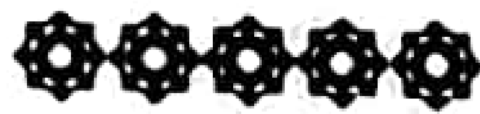
جو ایک اہم نکتہ عالمی استعماری طاقتوں اور ہمارے ملکی حکمرانوں کی سمجھ میں بھی نہیں آتا یا بوجوہ پڑتے میں نہیں آتا، وہ یہ ہے کہ جب لوگوں کے جائز مسلمہ انسانی، مذہبی، اخلاقی، معاشی، سیاسی

اور سماجی حقوق پامال کیے جائیں اور چھین لیے جائیں اور اپنے اقتدار کی طاقت اور جبر و مکر کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کی بازیابی کے لیے لوگوں کی پر امن جدو جہد کی راہیں بند کر دی جائیں، اصول و قانون اور عدل و انصاف کے ذریعے چھنے ہوئے حقوق کی واپسی اور حصول ناممکن حد تک مشکل بنا دیا جائے تو پھر مرتا کیا نہ کرتا/تنگ آمد بجنگ آمد کے مطابق کئی انہونیاں ہو جاتی ہیں۔ اس آفاقی ردعمل اور طرز عمل کے دائرے تو مختلف ادوار اور اقوام تک پھیلے ہوئے ہیں لیکن اس باب میں بالخصوص اعتقادی حوالوں سے امت مسلمہ کی قوس قزح کے رنگ ہی نرالے ہیں۔ تازہ ترین ثبوت غازی عامر عبد الرحمٰن چیمہ نے رحمت کائنات محسن انسانیت ﷺ کے جرمنی میں گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے مردود پر حملہ کر کے اور نتیجۃً قید و بند کی اذیتوں سے گزرتے ہوئے وہ منصب شہادت پا لیا ہے جو ہمہ پہلو قابل رشک ہے۔ یہ موت نہیں حیات ہے، یہ فنا نہیں بقا ہے، یہ آنکھوں سے اوجھل ہونا نہیں دلوں میں آباد ہونا ہے اور تہ زمین جانا نہیں رفعت آسمانی پانا ہے۔

بات اس سرکاری شرمناک رویے کی نہیں جو دیارِ غیر میں اپنے ایک شہری اور شہادت کے بعد اس کے جسد خاکی کے ساتھ روا رکھا گیا ہے، بلکہ بات تو سرکار مدینہ ﷺ کی ہے جو المرء مع من احب کہہ کر اپنے چاہنے والوں کو ان کی چاہتوں کے مطابق اپنا قرب عطا فرما دیتے ہیں:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی تو کوئی بات نہیں

[فیض احمد فیض]



ضروری اعلان

کاروباری ادارے تشہیر کے لیے ذرائع ابلاغ کا سہارا لیتے ہیں، دیگر اخبارات و جرائد کی طرح ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور شریف میں بھی اشتہارات شائع کیے جاتے ہیں، ان میں سے بعض افراد حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی نسبت سے اپنی فرم یا اداروں کے نام کے ساتھ نوری، نعیمی، فقیہ اعظم یا النور وغیرہ کا اضافہ کرتے ہیں، ایسے کسی کاروباری ادارے یا فرم کے ساتھ ادارہ نور الحبیب یا دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی انتظامیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

متعلقہ ادارے اپنے کاروباری معاملات کے خود ذمہ دار ہیں۔ [ادارہ نور الحبیب]

کچھ
بیان
اپنا

جبلِ اُحد پر اسمِ محمد کی جلوہ گری

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سرکار ابد قرار ﷺ کے دیار پر انوار --- مدینہ منورہ --- میں آپ ﷺ کی حیات ظاہری کے زمانہ کی کوئی چیز اپنی اصلی حالت میں موجود ہے؟ --- کیوں کہ عہد نبوی کی ہر چیز حتیٰ کہ مسجد نبوی، جنت البقیع، مکانات، بازار، گلیاں سبھی کی ہیئت وصورت بدل گئی، نقشے تبدیل ہو گئے ہیں --- تو بلاتردید جواباً کہا جا سکتا ہے کہ آقا حضور ﷺ کی نگاہ محبت سے بارہا فیض یاب ہونے اور سند قبولیت ومحبت حاصل کرنے والا خوش قسمت پہاڑ ''اُحُد'' آج بھی اپنی اصلی ہیئت میں بجنسہٖ موجود ومحفوظ ہے ---

دنیا میں بے شمار پہاڑ پائے جاتے ہیں --- بلند وبالا، سرسبز وشاداب، حسن ظاہری سے سرشار، تفریحی سامان سے لبریز آراستہ وپیراستہ --- مگر احد اپنی پوری معنویت کے ساتھ فرد فرید اور یکہ وممتاز ہے --- اس اَحد جَلّ جَلالُہٗ نے جبلِ احد کو فضیلت، جاذبیت، محبوبیت اور مقبولیت کے حوالے سے انفرادیت بخشی ہے --- اس وحدہٗ لاشریک نے سلسلہ جبال میں اُحد کو یوں ''وحدہٗ لاشریک'' بنا دیا کہ پوری دنیا میں کوئی پہاڑ ایسا نہیں، جسے باعثِ تخلیق کائنات، محبوبِ خدا،

سرورِ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء نے سندِ محبت عطا کی ہو اور اسے اپنا محبّ اور محبوب قرار دیا ہو---

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ---

[صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب خرص التمر، حدیث ۱۴۸۲]

"احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں"---

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ---

[صحیح مسلم، کتاب الحج، باب احد جبل یحبنا و نحبہ، حدیث ۱۳۹۳]

"بے شک احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"---

یعنی احد محبّ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے اور محبوبِ محبوبِ خدا ﷺ بھی---

خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور ﷺ کی نظر احد پہاڑ پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ---

"یہ جبل احد ہے جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں"---

[صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب ما ذکر النبی ﷺ و حضّ علٰی اتفاق اھل العلم، و ما اجتمع علیہ الحرمان مکۃ و المدینۃ، حدیث ۷۳۳۳/ کتاب المغازی، باب احد جبل یحبنا و نحبہ، حدیث ۴۰۸۳/ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، حدیث ۱۳۶۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار ﷺ خیبر سے واپس ہوئے، جوں ہی جبل احد پر نظر پڑی تو فرمایا:

ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ، اِنَّ اُحُدًا ھٰذَا لَعَلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ---[وفاء الوفاء، صفحہ ۹۲۶]

"یہ پہاڑ (احد) ہمارا محبّ بھی ہے اور محبوب بھی، بے شک یقیناً یہ جنت کے

دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہوگا"---

حضرت ابوعبس بن جبر ؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے احد کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، یہ جنت کے دروازہ پر ہوگا--- جب کہ عیر پہاڑ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ھٰذَا عَیْرٌ جَبَلٌ یَبْغَضُنَا وَ نَبْغَضُہٗ عَلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ النَّارِ---

[وفاء الوفا، صفحہ ۹۲۶]

"یہ عیر (بفتح عین کما فی جذب القلوب للشیخ عبد الحق المحقق، صفحہ ۱۹۰) ایسا پہاڑ ہے، جو ہم سے بغض وعداوت رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے بغض رکھتے ہیں، یہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوگا"---

احد کی عظیم الشان تاریخی حیثیت کا پتا حضرت انس ؓ کی اس روایت سے چلتا ہے:

لَمَّا تَجَلَّی اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ لِلْجَبَلِ طَارَتْ لِعَظْمَتِہٖ سِتَّۃَ اَجْبُلٍ: فَوَقَعَتْ ثَلَاثَۃٌ بِالْمَدِیْنَۃِ وَ ثَلَاثَۃٌ بِمَکَّۃَ، وَقَعَ بِالْمَدِیْنَۃِ اُحُدٌ وَ وَرقَانُ وَ رَضْوٰی وَ وَقَعَ بِمَکَّۃَ حِرَاءٌ وَ ثُبَیر و ثَور---[وفاء الوفاء، صفحہ ۹۲۷]

"اللہ تعالیٰ نے جب کوہ طور پر اپنی تجلی فرمائی تو عظمتِ الٰہی سے اس کے چھ ٹکڑے ہوگئے، جن میں سے تین مدینہ منورہ میں گرے اور تین مکہ مکرمہ میں جا گرے، مدینہ میں گرنے والے احد، ورقان اور رضویٰ ہیں، جب کہ مکہ میں جو ٹکڑے گرے وہ حرا، ثبیر اور ثور ہیں"---

احد کی برکت وفضیلت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

اُحُدٌ عَلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِذَا مَرَرْتُمْ بِہٖ فَکُلُوْا مِنْ شَجَرِہٖ وَ لَوْ مِنْ عِضَاھِہٖ---[وفاء الوفاء، صفحہ ۹۲۶/ جذب القلوب، صفحہ ۱۹۲]

"احد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہوگا، جب تم اس کے پاس سے گزرو تو اس کے درختوں کا پھل کھا لیا کرو، اگر دستیاب نہ ہو تو اس کے صحرا کی گھاس میں سے کچھ کھا لیا کرو"---

یہی وجہ ہے کہ حضرت انس ؓ کی زوجہ حضرت زینب بنت نبط رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچوں کو

فرمائش کیا کرتیں کہ تم احد کی زیارت کے لیے جاؤ تو میرے لیے وہاں کی نباتات اور گھاس کا تحفہ لیتے آنا---[جذب القلوب، صفحہ ۱۹۲]

یہ وہ خوش بخت پہاڑ ہے، جس پر آقا ﷺ اپنے رفقا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تو یہ اپنی قسمت پر نازاں کیف و سرور میں وجد کرنے لگا، آقا ﷺ نے فرمایا:

اُثْبُتْ اُحُد فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَھِیْدَان---

[صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، حدیث ۳۶۷۵]

''ٹھہر جا کیوں کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید رونق افروز ہیں''---

یہ وہ رفیع المرتبت پہاڑ ہے جس کے دامن میں حق و باطل کی آویزش ہوئی اور کم و بیش ستر شہداء کرام یہاں مدفون ہوئے، جن میں عم المصطفیٰ، اسد اللہ واسد الرسول، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر بھی ہے، جہاں سرکار ہر جہاں ﷺ ہر سال بطور خاص تشریف لے جاتے اور شہداء کو بایں الفاظ سلام سے نوازتے:

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّار---

''تم پر سلامتی ہو کیوں کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے؟''---

آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول رہا، ان کے وصال کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ہر سال باقاعدہ حاضری دیتے رہے---[وفاء الوفاء، صفحہ ۹۳۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص شہداء احد کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کرے، شہداء اس پر تا قیام قیامت سلام بھیجتے رہیں گے---[جذب القلوب، صفحہ ۱۹۴]

سرکار ابد قرار ﷺ نے اپنے اس محب اور محبوب جبل کو سند محبت عطا فرما کر اسے اہل محبت کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرجع بنا دیا--- اس محبت کا اثر ہے کہ اس محبوبِ محبوب احد، جبل احد کی زیارت کی جائے تو جی چاہتا ہے، اسے دیکھتے ہی رہیں---

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں:

بر ہیچ ذی بصر مخفی و مستتر نیست در ہر وقت و ہر حالت کہ بجانب احد نظر کنند نورے و سرورے در وی بمشاہدہ افتد

که انکار آں در حکم انکار حس باشد---[جذب القلوب، صفحہ ۱۹۱]

''کسی بھی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ جب کبھی بھی احد کی زیارت کی جائے تو اس کے نور اور سرور کی خاص کیفیت مشاہدہ میں آتی ہے، جس کا انکار ایک واضح اور محسوس چیز کا انکار ہے''---

اس کے برعکس جبل عیر جو مسجد ضرار کے منافقین کی جہت پر واقع ہے اور اسے آقا ﷺ نے مبغوض قرار دیا، اس سے اہل محبت کو وحشت محسوس ہوتی ہے---

اسم مسمّیٰ کا آئینہ دار ہوتا ہے، اُحُد، اَحَدٌ سے مشتق ہے، جو اس اللہ احد وحدہ لاشریک کے دین کی سربلندی کا گواہ اور محبت مصطفیٰ ﷺ کا مظہر ہے[وفاء الوفاء، صفحہ ۹۲۹] جب کہ عیر گدھے کو کہتے ہیں کہ یہ جہالت اور برے اخلاق کے حاملین منافقین کے قرب میں ہے، یہی وجہ ہے کہ اُحد جنت کے دروازے پر اور عیر جہنم کے دروازہ پر ہوگا---[ایضاً]

تازہ تحقیق

جبل احد کی عظمتیں، رفعتیں اور فضائل و مناقب مسلّم ہیں--- حال ہی میں اس کی عظمت کا ایک اور منفرد پہلو منکشف ہوا ہے، جب خلا سے اس کی تصویر لی گئی تو یہ نتیجہ سامنے آیا کہ گویا اسم محمد کندہ ہے--- جبل اُحد، محبوبِ اَحد ﷺ کی محبت میں یوں کندن بن گیا کہ محبوب و محب میں ''فرق نہیں مابین پیا'' کی جیتی جاگتی تصویر بن کر اپنے وجود کو اپنے محبوب کریم ﷺ کے اسم گرامی کے سائبانِ رحمت میں ڈھانپ لیا اور یہ کیفیت پیدا ہوگئی:

تو من شدی من تو شدم، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور یوں یہ رفیع المرتبت پہاڑ رفعتِ ''و رفعنا لک ذکرک'' کی عملی تعبیر بن گیا ہے---

اور یہی نہیں، کائنات کی ہر چیز جہاں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی وحدانیت کی گواہ ہے وہیں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں سے آگاہ ہے اور کائنات پست و بالا میں ہر سو اسم محمد (ﷺ) کی جلوہ گری ہے---

۱۹۸۴ء میں ہم نے نور الحبیب میں سعودیہ کے ایک ہسپتال میں کمپیوٹر کے ذریعے لی گئی انسانی نرخرے اور پھیپھڑے کی تصویر شائع کی تھی، جس میں سانس کی نالی پر لا الٰہ الا اللہ اور پھیپھڑے پر محمد رسول اللہ تحریر تھا---

اسم محمد کی صورت میں جبل احد کی عظمت کا ایک نیا پہلو آشکار ہوا ہے تو ہم اس کی اشاعت کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے نورالحبیب کے سرورق کی زینت بنارہے ہیں---

یہ تصویر ہم نے www.makkawi.com سے لی ہے اور انہوں نے اسے Google Earth سے حاصل کیا ہے، جس کی نشان دہی محترم محمد اقبال نوری مدنی نے کی، اس پر ادارہ ان کا شکر گزار ہے---

یہ اور اس طرح کے کتنی ہی حقائق، عظمت و رفعت حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے خاموش مبلغ اور داعی الی الحق ہیں، مگر انھیں:

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں نگاہ بصیرت سے نوازے اور اس محبوبؐ محبوبِ اَحد، جبل اُحد کی محبتوں کے صدقے ہمارے قلوب کو بھی سرکار ابد قرار ﷺ کی حقیقی اور دائمی محبت سے سرشار فرمائے اور اس کریم آقا ﷺ کی ابدی غلامی میں جینا مرنا نصیب فرمائے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ
و علٰی آلہ و اصحٰبہ اجمعین

خطیب پاکستان علامہ محمد عارف نوری رحمہ اللہ تعالیٰ

خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود

دنیا دار فنا ہے--- یہاں جو آیا، اسے قدرت کے مقررہ نظام کے تحت لوٹ کر جانا ہے--- دار فنا سے دار بقا کی طرف قافلے رواں دواں ہیں--- زندگی کی ہماہمی میں جانے کتنوں کے بارے میں یہ خبر ملتی ہے کہ وہ ہم سے رخصت ہو گئے--- بہت سوں کی رحلت سے دل شدید کرب محسوس کرتا ہے، لیکن ایسے بہت کم ہوتے ہیں، جن کے سانحہ ارتحال کی خبر وحشت اثر دلوں پر بجلی سی گرادے اور رشتہ داری کا رسمی رابطہ نہ ہونے کے باوجود لوگوں کے دلوں میں جن کی یادوں کی کسک باقی رہتی ہے:

جن کی یادوں سے رگِ جاں میں دکھن ہونے لگے
ذکر چھڑ جائے تو پتھر کا بھی دل رونے لگے

علامہ محمد عارف نوری کا شمار بھی ایسے ہی چیدہ و چنیدہ افراد میں ہوتا ہے، جن کے فراق کا رنج والم عرصہ تک محسوس کیا جاتا رہے گا---

سروقد، گندمی رنگت، سفیدی سے ہم آغوش گھنی لیکن سلیقے اور قرینے کی داڑھی، متناسب اعضاء، جسم فربہی سے پاک، صاف ستھری اور اجلی پوشاک، سر پر قراقلی ٹوپی، چال میں متانت---محب و مداحِ رسول، شیدائے آل بتول--- یہ ہیں خطیب پاکستان علامہ محمد عارف نوری رحمہ اللہ الغنی، جنھیں آج مرحوم لکھتے ہوئے قلم جھجک رہا ہے اور دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے---موصوف بڑے مخلص، دردمند، بااخلاق اور گوناگوں اوصاف کے حامل انسان تھے---ان کا شمار سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ارشد تلامذہ و مریدین میں ہوتا تھا---وہ گلستان نوریہ کے گل سر سبد تھے---

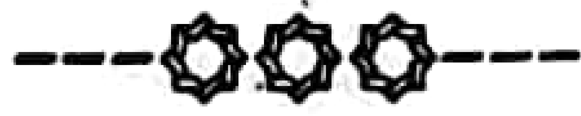
موصوف ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۵۵ء میں حصول علم کے لیے علوم و معارف کی عظیم درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں داخل ہوئے اور کم و بیش دس سال تک یہاں رہ کر صرف، نحو، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد ۱۹۶۴ء میں سند فراغت حاصل کی اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر نوری کہلائے---

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے اپنی دینی و ملی سرگرمیوں کا آغاز منڈی مرید کے سے کیا---انھوں نے اپنی خطابت، پرکشش شخصیت اور اخلاق و محبت سے بہت جلد اپنا مقام پیدا کر لیا اور مرجع خاص و عام بن گئے---

یہ وہ دور تھا، جب ملک میں بڑے بڑے خطباء اور نامور علماء کا طوطی بولتا تھا---شہباز خطابت حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ، شیخ القرآن حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی، مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی، خطیب شیریں لسان مولانا غلام دین، انجن شیڈ لاہور، سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری قصوری، خطیب اسلام مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اور مولانا محمد بخش مسلم بی اے، ایک سے بڑھ کر ایک خطیب موجود تھا---آسمان خطابت کے یہ آفتاب، ماہتاب اور ستارے حقیقی معنوں میں میدانِ خطابت کے شہ سوار تھے---علامہ محمد شریف نوری ان سب میں کم عمر تھے، مگر گلے میں بلا کا سوز تھا---قدرت نے لحن داؤدی سے نوازا تھا---جب مخصوص انداز سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو کانوں میں رس گھلنے لگتا اور پتھر دل بھی پانی پانی ہو جاتے---دورانِ تقریر پرسوز ترنم سے کوئی شعر پڑھتے تو سامعین

جھوم جھوم جاتے ---ان علماء، خطباء اور زعما کی یاد آتی ہے تو ایک قیامت گزر جاتی ہے:

کیسی کیسی محفلیں تھیں، کیسے کیسے لوگ تھے
وہ سنہرا دور ماضی اب پلٹ سکتا نہیں



بجھے کیا کیا چراغِ خانماں افروز کیا کہیے
کہ جن کی یاد سے دل میں اک آتش خانہ روشن ہے

علامہ محمد شریف نوری کی خطابت کا سورج نصف النہار پر غروب ہوگیا---صرف انتالیس برس کی عمر میں وصال فرما گئے، ان کے بعد خطیبوں کی ایک کھیپ نے انہی کے خاص انداز کو اختیار کیا، جن میں علامہ محمد عارف نوری، مولانا ابوبکر چشتی اور قاضی منظور احمد نے بہت شہرت پائی--- علامہ محمد عارف نوری چوں کہ جامع معقول و منقول، جید عالم دین اور علامہ محمد شریف نوری کے ہم مکتب اور پیر بھائی تھے، اس لیے بطور خاص علامہ نوری صاحب سے استفادہ کا نسبتاً زیادہ موقع ملا--- سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے، ان کی بہت سی خوبیوں کو اپنایا اور ان کے وصال کے بعد خطابت میں ایک خاص مقام حاصل کیا--- وہ جب نوری صاحب کے خاص انداز اور لب و لہجے میں پرسوز ترنم کے ساتھ کوئی آیت یا شعر پڑھتے تو سامعین کو مسحور کر دیتے---خیبر سے کراچی تک پورا ملک ان کی خطابت اور علمی فیض سے مستفیض ہو رہا تھا:

بلبل چہک رہا تھا، ریاضِ رسول میں

اچھے خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے تاجر بھی تھے، انھوں نے بڑی محنت سے طویل عرصہ تک کاروبار بھی کیا، دن کو دکان پر بیٹھتے اور رات جلسوں میں گزارتے---

اللہ تعالیٰ نے انھیں گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا---وہ معاملہ فہم، بردبار، خوش لباس، خوش خوراک اور اچھے مہمان نواز تھے، اس پر مستزاد یہ کہ عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتے---سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے، ایک عرصہ تک جمعیت علمائے پاکستان کے سرگرم کارکن رہے، ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا، پرجوش تقاریر کیں، اہل علاقہ کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور حکومتی جبر کے باوجود چٹان کی طرح ڈٹے رہے---گزشتہ کئی سالوں سے مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان،

صوبہ پنجاب کے سینئر نائب صدر کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھار ہے تھے---

چودہ پندرہ سال تک منڈی مرید کے میں دینی وملی خدمات سرانجام دینے کے بعد اہل قصور کی شدید خواہش پر مسجد نور، قصور میں جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے مسجد نور مرجع خاص وعام بن گئی--- یہاں آپ نے یکم تا بارہ ربیع الاوّل بارہ روزہ محافل میلاد کا سلسلہ شروع کیا، جس میں ملک بھر کے جید علماء ومشائخ اور خطباء شرکت کرتے تو حقیقی جشن کا سماں پیدا ہو جاتا اور مسجد نور اسم با مسمّٰی دکھائی دیتی--- اس سے پہلے مسلسل بارہ روزہ محافل میلاد کا ملک بھر میں کہیں بھی رواج نہ تھا، اس اوّلیت کا سہرا آپ کے سر ہے--- ۱۹۹۱ء میں لاہور منتقل ہو گئے، تب سبزہ زار سکیم میں ابھی آبادی نہ تھی، آپ نے اپنی شبانہ روز محنت وکاوش سے یہاں جنگل میں منگل کا سماں پیدا کر دیا اور وسیع، دیدہ زیب اور خوب صورت مسجد تاجدار انبیاء اور جامعہ غوثیہ نوریہ کے نام سے عظیم الشان مدرسہ قائم کیا، جسے قلیل عرصہ میں اہل سنت کے مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی--- دیگر مدرسین کے علاوہ علامہ نوری صاحب خود بھی بعض کتابوں کے اسباق پڑھاتے---

انھوں نے معززین علاقہ کے تعاون سے جس انداز میں مسجد ومدرسہ کے تعمیری کام کی نگرانی کی، وہ ان کے حسن ذوق اور ان کی تعمیری، فنی اور انتظامی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے--- یہاں آپ خطابت کے ساتھ ساتھ تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے---

نوری صاحب اچھے خطیب تو تھے ہی، اچھے انسان بھی تھے--- دوستوں کے دوست، بہترین مشیر، وفادار اور ہمدرد وہمدم تھے--- انھیں اپنے شیخ ومرشد سے عشق کی حد تک عقیدت تھی--- اسی نسبت سے عمر میں بڑا ہونے کے باوجود احقر کا بے حد احترام کرتے--- سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے عرس اور دارالعلوم کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ان کا مرکزی خطاب یادگار ہوتا، مگر وہ بحیثیتِ خطیب عرس میں شریک نہ ہوتے بلکہ خود کو ایک خادم گردانتے--- آنے والے معزز مہمانوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے اور علماء کے ہاتھ دھلانے اور ان کی جوتیاں اٹھانے میں عار محسوس نہ کرتے--- طلبہ سے بہت شفقت ومحبت سے پیش آتے اور ان میں گھل مل جاتے:

وہ حلم اور وہ تواضع اور وہ طرزِ خود فراموشی
خدا ''نوری کو'' بخشے، لاکھ انسانوں کا انساں تھا

عشق رسول کی دولت اور حاضریٔ مدینہ منورہ کی چاہت انھیں اپنے شیخ و مرشد سے ورثہ میں ملی تھی --- متعدد مرتبہ حجاز مقدس حاضر ہوئے --- احقر اس بات کا گواہ ہے کہ وہ بہت ادب و احترام سے حاضری دیتے ---

عرصہ سے جگر، سینہ اور شوگر کے مریض تھے --- ڈاکٹروں کی ہدایت کی پروا نہ کرتے ہوئے شب و روز دینی و تبلیغی سرگرمیوں میں مشغول رہے اور ڈیڑھ دو گھنٹے کی تقریر تو ان کا روزمرہ کا معمول تھا، بالآخر صحت روز بروز خراب ہوتی گئی --- گزشتہ ایک ماہ تو شدید علیل اور صاحب فراش رہے، تین چار روز ہسپتال میں گزارنے کے بعد گھر لوٹے، احقر عیادت کے لیے حاضر ہوا تو مرض کی شدت اور نقاہت نے نڈھال کر رکھا تھا، مگر امید تھی کہ طبیعت جلد بحال ہو جائے گی --- تاہم مرض نے مزید شدت اختیار کر لی --- دوبارہ ہسپتال میں داخل ہوئے تو دو ہی روز بعد یہ آفتاب خطابت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا --- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

ہم نے چاہا تھا نہ ہو لیکن ہوئی شام فراق
موت کا جب وقت آ جاتا ہے، ٹلتا ہی نہیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَ ارْحَمْہُ وَ عَافِہٖ وَ اعْفُ عَنْہُ وَ ارْضِہٖ وَ ارْضَ عَنْہُ وَ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَ وَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَ اَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِکَ وَ کَرَمِکَ وَ رَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ آمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ---

نوری صاحب کے وصال کی خبر بجلی کو کوند کی طرح پھیل گئی --- جنازہ کے موقع پر ان کے متعلقین، محبین اور عقیدت مند، ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے --- فضلائے دارالعلوم بصیر پور کی بھاری تعداد کے علاوہ لاہور کے تقریباً تمام قابلِ ذکر علماء، مشائخ، خطباء، ائمہ، شیوخ الحدیث، مدرسین اور طلبہ صف در صف کھڑے تھے --- مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص کا جم غفیر تھا --- ہر آنکھ اشک بار اور ہر زبان ان کے لیے رطب اللسان تھی --- احقر مصلائے امامت پر کھڑا ہوا تو نماز جنازہ سے پہلے شرکاء کی کیفیت دیکھ کر اعلیٰ حضرت کا یہ قطعہ ذہن میں آیا:

واسطہ پیارے کا، ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاید کہ وہ فاجر گیا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

عرش پر دھومیں مچیں ، وہ مومنِ صالح ملا

فرش سے ماتم اٹھے ، وہ طیب و طاہر گیا

مولانا کے وصال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، جس کا پر ہونا ممکن دکھائی نہیں دیتا---

اللہ تعالیٰ ﷻ ان کے صاحبزادوں، خصوصاً مولانا محمد شاہد نوری، جو پہلے ہی تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں، کو ان کا صحیح علمی جانشین بنائے اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے اور اپنے کرم خاص سے نوازے:

دھرتی نے جو بدلا رنگ تو کیا ، تو اپنی نظر اوپر کو اٹھا

داتا کے کرم میں کیا ہے کمی ، بدلی ہے وہی ، برسات وہی

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ایک اور قدیم فاضل حضرت مولانا صاحبزادہ غلام رسول صاحب ۱۴ر مارچ کو راہیٔ ملکِ بقا ہو گئے---انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

وہ واقف رموز طریقت و حقیقت حضرت خواجہ عبد الحلیم قدس سرہ العزیز (حویلی لکھا) کے پوتے، سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے تلمیذ ارشد اور ممتاز عالم دین تھے--- کتب درس نظامی انھوں نے بڑی محنت سے پڑھی تھیں، اگر درس و تدریس کی راہ اختیار کرتے تو بہترین محقق و مدرس ہوتے، تاہم انھوں نے حصول رزق کے لیے بڑی محنت سے اپنا کاروبار کیا--- اس کے ساتھ ہی مریدین وطالبین کی رہنمائی اور محدود انداز میں دینی و تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے---

انھوں نے سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی تحقیق کے مطابق ظہر اور عصر کے اوقات نماز کا نقشہ بڑی جاں فشانی سے تیار کیا--- سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق نماز عصر کا وقت عام نقشہ اوقات نماز میں درج اوقات سے مختلف موسموں میں دس سے بیس منٹ پہلے ہو جاتا ہے، اس سلسلے میں آپ نے "تنویر فی الزوال" کے نام سے عربی میں مستقل رسالہ تحریر فرمایا تھا، جو فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل میں شامل ہے، اسی کی روشنی میں صاحبزادہ غلام رسول صاحب نے یہ نقشہ تیار کیا--- صاحبزادہ صاحب موصوف گزشتہ چند ماہ سے علیل تھے، ڈیڑھ دو ماہ قبل عیادت کے لیے حاضر ہوا تو انھوں نے وہ نقشہ عنایت فرمایا---

موصوف بڑے حلیم، منکسر المزاج اور شرافت و دیانت کے پیکر تھے--- اللہ تعالیٰ ﷻ ان کی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

● ......مولانا حافظ محمد اصغر نوری، مہتمم جامعہ خلیل اکبر دیپال پور کے تایا جان محترم حاجی محمد شریف---

● ......ممتاز نعت گو شاعر ریاض حسین چودھری، سیال کوٹ کی والدہ محترمہ---● ......مولانا ڈاکٹر محمد نواز نوری، ساہیوال کی بھابھی صاحبہ---● ......مولانا محمد حنیف نوری، لاہور کی صاحبزادی---● ......مولانا محمد اسماعیل نوری، بصیر پور کی پھوپھی صاحبہ اور مہر محمد علی، ماسٹر جعفر علی نوری، فوجی ہاشم علی کی والدہ محترمہ---

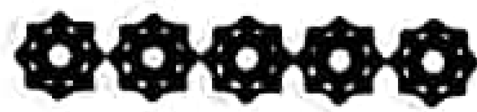
● ......چودھری محمد بلال، داروغہ والا، لاہور کی زوجہ محترمہ---● ......شیخ محمد بشیر، محمد جمیل نوری اور محمد عقیل پاک پتن شریف کی والدہ محترمہ---● ......مولانا حافظ شوکت علی، چک نمبر 16/ 1.L رینالہ خورد کے بہنوئی---اور ● ......ممتاز نعت خواں محمد الیاس زاہد مدنی، لاہور سفر آخرت پر روانہ ہو گئے---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین

بصیر پور شریف | (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
۲۱ / مارچ ۲۰۰۷ء | مدیر اعلیٰ ماہ نامہ نور الحبیب



تجلیٔ نور کی برکت

مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمہ اللہ تعالیٰ

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے — مالک کل کہلاتے یہ ہیں
اِنَّــا اَعْـطَـیْـنٰـکَ الْـکَـوْثَـرَ — ساری کثرت پاتے یہ ہیں
رب ہے رازق، یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

آپ ﷺ قاسم ہیں

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ---[۱]

''جز ایں نیست میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے''---

''قاسم'' اور ''یعطی'' کا مفعول محذوف ہے، یہ نہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیا دیتا ہے اور پیارے محبوب ﷺ کیا تقسیم کرتے ہیں۔کلام عرب میں بسا اوقات مفعول تعمیم کے لیے محذوف کیا جاتا ہے۔تو حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوا کہ تمام علوم، تمام مدارج، تمام کمالات، تمام معجزات، تمام کرامات، تمام نعمتیں اور تمام دولتیں جو کسی نبی، ولی، فرشتے، عالم، فاضل، بادشاہ، وزیر، امیر، غریب، طبیب، ڈاکٹر، سائنسدان یا پروفیسر کو ملی ہیں یا دنیا و آخرت میں ملیں گی، سب خدا کی عطا ہیں۔ پیارے حبیب ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ہی رب قدوس نے عطا فرمائی ہیں۔

نام مصطفی ﷺ کا وسیلہ

دلائل الخیرات شریف میں ہے:

بِالْاِسْمِ الَّذِیْ وَضَعْتَہٗ عَلَی اللَّیْلِ فَاَظْلَمَ وَ عَلَی النَّھَارِ فَاسْتَنَارَ وَ عَلَی السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ وَ عَلَی الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ وَ عَلَی الْجِبَالِ فَرَسَتْ وَ عَلَی الْبِحَارِ وَ الْاَوْدِیَۃِ فَجَرَتْ وَ عَلَی الْعُیُوْنِ فَنَبَعَتْ وَ عَلَی السَّحَابِ فَاَمْطَرَتْ---[۲]

''اور اس نام پاک کے وسیلہ سے، جسے تو نے رات پر رکھا تو وہ مظلم (تاریک) ہوئی، دن پر رکھا تو وہ منور ہوا، آسمانوں پر رکھا تو مستقل ہوئے، زمین پر رکھا تو وہ زلزلہ سے رکی، پہاڑوں پر رکھا تو وہ مضبوط ہوئے، سمندروں اور وادیوں پر رکھا تو جاری ہو گئے، چشموں پر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ

رکھا تو وہ ابل پڑے، بادلوں پر رکھا تو وہ برسے"---

غور طلب امر یہ ہے کہ یہ کس کا نام مقدس ہے، جس کی طفیل یہ کمالات ظاہر ہوئے۔ اس اسم کی وضاحت قطب الوقت شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ سے بایں الفاظ مذکور ہے:-

ذَالِکَ اِسْمٌ هُوَ اِسْمُ نَبِیِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ فَبِبَرَکَتِهٖ تَکَوَّنَتِ الْکَائِنَاتُ---[۳]

"یہ نام ہمارے نبی اور ہمارے مولا محمد ﷺ کا ہے، پس آپ کی ہی برکت سے تمام کائنات بنی"---

ماہ مارچ اور برکات نور محمدی

اس عبارت کے بعد حضرت احمد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فرمان ذکر کیا، جو انہوں نے اپنے مرید کو ارشاد فرمایا اور وہ یہ ہے:

یَا وَلَدِیْ لَوْلَا نُوْرُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ مَا ظَهَرَ سِرٌّ مِّنْ اَسْرَارِ الْاَرْضِ فَلَوْلَا هُوَ مَا تَفَجَّرَتْ عَیْنٌ مِنَ الْعُیُوْنِ وَ لَا جَرٰی نَهْرٌ مِنَ الْاَنْهَارِ وَ اَنَّ نُوْرَهٗ ﷺ یَا وَلَدِیْ یَفُوْحُ فِیْ شَهْرِ مَارِسَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلٰی سَائِرِ الْحُبُوْبِ فَیَقَعُ لَهَا الْاَثْمَارُ بِبَرَکَتِهٖ ﷺ وَلَوْ لَا نُوْرُهٗ ﷺ مَا اُثْمِرَتْ---

"اے بچے! اگر ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کا نور نہ ہوتا، تو اسرار زمین سے کوئی ظاہر نہ ہوتا۔ پس اگر نور محمدی نہ ہوتا تو چشموں میں سے کوئی نہ بہتا اور نہ ہی نہروں میں سے کوئی نہر جاری ہوتی۔ بے شک آں حضرت ﷺ کا نور مارچ میں تین مرتبہ تمام دانوں پر ظاہر ہوتا ہے، تو آپ کی برکت سے ان کا پھل ہوتا ہے۔ پس اگر آپ ﷺ کا نور نہ ہوتا، تو پھل ظاہر نہ ہوتا"---

یہ بات صرف بزرگان دین کے کلام سے ہی ثابت نہیں بلکہ قرآن کریم و احادیث طیبہ سے بھی واضح و ہویدا ہے۔ مخالفین نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ فرقہ وہابیہ کے پیشوا مولوی وحید الزمان کی مصنفہ کتاب ہدایۃ المہتدی میں ہے:

فَالنُّوْرُ الْمُحَمَّدِیُّ مَادَةٌ اَوَّلِیَّةٌ لِخَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِیْهِمَا---[۴]

"پس آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے، تمام پیدائش کا مادہ اول نور محمدی ہے"---

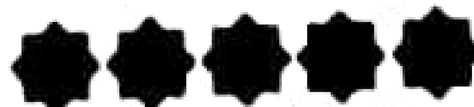
حوالہ جات

۱......بخاری شریف، جلد۲، صفحہ:۱۰۸۷/مسلم شریف، جلد۱، صفحہ:۳۳۳

۲......دلائل الخیرات شریف، انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور شریف، صفحہ ۸-۱۵۷

۳......الابریز شریف، صفحہ:۲۶۳

۴......ہدایۃ المہتدی، صفحہ:۵۶، جلد۱



قوانین شریعت اور تصرفات مصطفوی ﷺ

ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مسلمانانِ ہند کی جدوجہد کو ''پاکستان'' کی صورت میں شرف قبول بخشا۔ واحسرتا کہ اقتدار پر قابض عناصر نے قیامِ پاکستان کے حقیقی مقاصد کو پورا نہ ہونے دیا۔ اسلام دشمن بیرونی قوتوں نے ایجنسیوں کی پیداوار حکمرانوں کے ذریعے پاکستانی مسلمانوں میں نت نئے اختلاف وانتشار کے فتنے کھڑے کیے اور اپنے اقتدار کو طول اور غیر ملکی دشمنانِ دین وملت کے مقاصد پورے کیے۔

انگلیزی سازش کے نتیجے میں قائم کی جانے والی صیہونی ریاست ''اسرائیل'' کے پہلے وزیر اعظم یہودیوں کے بابائے قوم ''ڈیوڈ بن گوریان'' نے سارابون یونی ورسٹی پیرس میں بیان دیتے ہوئے کہا تھا:

''ہمیں پاکستان کے خلاف جلد سے جلد قدم اٹھانا چاہیے، پاکستان کا ''فکری سرمایہ'' اور ''جنگی قوت'' ہمارے لیے آگے چل کر مصیبت کا باعث بن سکتا ہے''۔

[یروشلم پوسٹ 19 راگست 1967ء، بحوالہ نوائے وقت لاہور، 22 رمئی 1972ء]

اس بیان کی وضاحت کے لیے نامور یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹز کا بیان دیکھیے!

''پاکستانی فوج اپنے رسول محمد (ﷺ) سے ''غیر معمولی عشق'' رکھتی ہے، یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں. یہ صورت حال عالمی یہودیت کے لیے شدید خطرہ رکھتی ہے اور اسرائیل کی توسیع میں حائل ہو

رہی ہے، لہٰذا یہودیوں کو چاہیے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے دِلوں سے ''حبِ رسول'' (ﷺ) کا خاتمہ کر دیں''۔ [نوائے وقت، 22 رمئی 1972ء]

درج بالا بیان میں کسی قسم کا ابہام نہیں منصوبہ بڑا دوٹوک اور واضح ہے کہ پاکستانی فوج اور عوام کے سینوں سے ''حبِ رسول ﷺ'' کا جذبہ نکال کر پوری دنیا کو یہودی مملکت میں تبدیل کر دیا جائے، اقبال نے بہت پہلے کہا تھا:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
''روحِ محمدؐ'' اس کے بدن سے نکال دو
''فکرِ عرب'' کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو [ضربِ کلیم]

اسی صیہونی وفرنگی مقصد کے حصول کی خاطر نئے نئے فرقے معرضِ وجود میں لائے گئے اور پھر دولت کے انبار ''نچھاور'' کر کے مسلمانوں کے دلوں سے عشقِ محمد ﷺ کم کرنے کے لیے مقامِ محمد ﷺ کو زیرِ بحث لا کر گھٹانے کی مذموم کوشش سے روحِ محمد ﷺ کو زخمی کیا گیا۔

انتہائی افسوس اور دکھی دل سے یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ کچھ ''شاطر وعیار'' جہاد کے نام پر چندہ کھانے والوں نے اپنے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر کاروبار بدل لیا ہے اور اب وہ فسادفی سبیل الطاغوت کے بدبودار کاروبار کے ٹھیکیدار بن کر انتہائی سوقیانہ اور مذموم لٹریچر اور شرانگیز تقریروں کے ذریعے یہودیوں کے اہم مقصد کو پورا کرنے اور دوسری طرف ملک کا امن وامان تباہ کرنے پر تل گئے ہیں۔ اسی سلسلے کی کڑی ایک خاص گروہ کی پُراسرار سرگرمیاں اور وسیع پیمانے پر لٹریچر کی تقسیم اور کانفرنسوں کا انعقاد ہے۔ چند روز پیشتر ایک کانفرنس میں اپنے ہی نبی! ہاں اسی نبی جس ہستی کے کلمہ وقرآن اور حدیث سے زور وشور سے تمسک کا دعویٰ بھی کیا گیا، اسی ذات اقدس و اطیب ابی اُمی و روحی فداہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) کھلونا سمجھ کر ان کو اس طرح سے بے بس، بے اختیار، لاچار اور مجبور محض ثابت کیا گیا کہ کوئی دشمن ''رسول ﷺ'' بھی کیا جسارت کرے گا۔

صیہونی ایجنڈے کے تحت مسلمانوں کے سینوں سے ''حبِ رسول'' نکالنے، ان کی حیثیت گھٹانے کے لیے، قرآنی آیات کی غلط تعبیر وتفسیر اور احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شرم ناک اور گمراہ کن من گھڑت تشریح کی گئی۔ نبی الانبیاء خاتم الانبیاء، سیّد المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ کے لاکھوں کروڑوں محاسن ومحامد میں سے ان کو ایک بھی نظر نہ آیا، اگر ان کی بھینگی آنکھ کو نظر آیا تو یہ کہ (نعوذ باللہ) ان کی ذاتِ مطلق بے اختیار، لاچار اور بے بس ہے۔

ایسے میں کوئی عیسائی پادری ان فسادی عناصر کو اگر کہہ دے کہ بقول تمہارے تمہارا نبی تو بالکل

ہی بے بس، بے اختیار ہے اور اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ کل قیامت میں اس کے اپنے ساتھ کیا ہوگا؟ نہ وہ کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہی سنوار سکتا ہے! تو بھلا ایسے نبی کا امتی بننے کا کیا فائدہ؟ آؤ ہمارے مذہب میں آ جاؤ کیوں کہ ہمارا نبی تمہارے قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کے مطابق صاحب اختیار بھی ہے، جو مردے کو زندہ کرتا ہے، بیماروں کو صحت بخشتا ہے، اندھوں کو بینائی دیتا ہے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے، صرف یہی نہیں وہ غیب بھی بتاتا ہے۔[آل عمران:۴۹]

پادری کی اس پیش کش پر چیں بہ جبیں مت ہوں، اپنا طرزِ فکر وعمل دیکھیے اور اگر ضمیر نام کی کوئی چیز سینے میں ابھی تک موجود ہے تو اسی سے پوچھیے کہ اپنے باپ یا استاد کے بارے سوچنے کی انسانی نفسیات کیا ہے؟ (جانوروں کی بات نہیں کیوں کہ ان میں ماں باپ یا پیر استاذ کا کوئی تصور نہیں، سب کچھ وہ آپ ہی آپ ہوتے ہیں) یہاں سوال انسانی رویے کا ہے کہ برے سے برا بیٹا بھی اپنے باپ کی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے اور اس کے چہرے پر مسرت کی لہر ابھر آتی ہے، باپ کتنا ہی سادہ، ان پڑھ اور بے ہنر ہو، بیٹے کے لیے وہ بڑی محترم ہستی ہوتا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ اس صہیونی سازش اور فرنگی سرمائے نے امتی کو اپنے نبی ﷺ سے بے گانہ و بے نیاز کر دیا، شہدائے اُحد کے آٹھویں عرس کے موقع پر اس غیب دان رسولِ مکرم ﷺ نے شاید آج ہی کے بندگانِ زر، بے وفا امتیوں کی روش کو دیکھتے ہوئے فرمایا تھا:

"اب مجھے اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خدشہ نہیں رہا، البتہ مال کی محبت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے"۔[صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ۱۷۹]

یہاں ایک لمحہ رکیے، سوچیے! جب اللہ جل شانہ نے اپنے پیارے حبیب نبی کل عالم ﷺ کو یہ منظر دکھایا ہوگا، اس وقت رؤف و رحیم، رحمۃ للعلمین آقا ﷺ کا دل مبارک کتنا دکھی ہوا ہوگا؟ کہ اس کے منبر ومحراب کے ذریعے دولت کے انبار جمع کرنے والے ناموسِ نبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یوں بھی حملہ آور ہوں گے اور ان کی آنکھوں سے وفا کا آخری قطرہ بھی خشک ہو جائے گا اور وہ سادہ لوح، غریب مسلمانوں کو اپنی دولت کی چکا چوند سے مرعوب کر کے ان سے ایمان کی پونجی بھی چھین لینا چاہیں گے۔ الحذر، الامان

ملّت اسلامیہ کے غیور فرزندو!

اپنی متاعِ ایمان کی دل و جان سے حفاظت کرنا، یہ دنیا اور اس کی ساری آسائشیں ایک دھوکے سے آگے کچھ نہیں، یہ دنیا اور اس کا مال و دولت متاعِ قلیل، بکری کے مردہ بچے کی تعفن زدہ لاش سے بھی حقیر ہے، اس کے فریب میں مت آنا، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں ہزارہا صحابہ وصحابیات کی قدسی صفات جماعت نے اس دنیا کے جاہ و جمال کو لات مار کر فقر و فاقہ قبول کیا

مگر دامنِ محمد مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی کو آنچ نہیں آنے دی۔ مال و منال دنیا کی بڑی بڑی شاہی پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر کملی والے تاجدار دو عالم ﷺ کے قدموں سے لپٹے رہے، تم بھی بوذر و سلمان، صہیب و بلال، ابو موسیٰ و ابو درداء اور مقداد و عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کی طرح کہہ دو:

تخت سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

اب آیئے اپنے دینی لٹریچر میں دیکھتے ہیں کہ رب العالمین نے کل عالم کے لیے جن کو نبی بنایا انہیں کوئی اختیار بھی دیا یا نعوذ باللہ نبی تو سارے جہان کے لیے بنایا مگر بے بس، لاچار، مجبور اور عاجز ایسے کہ ان سے کسی کو نفع نہ نقصان کی کوئی امید بھی نہ رکھی جا سکے؟ آگے بڑھنے سے پہلے جان لیں کہ اللہ سبحانہ کے نظام کائنات کے دو پہلو ہیں، ایک عالم تشریع اور دوسرا عالم تکوین، اس جگہ نبی کریم ﷺ کے عالم تشریع یعنی شرعی نظام میں اختیار استعمال کرنے کی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں، ضرورت پڑی تو تکوینی تصرفات کے دلائل قاہرہ بھی سامنے لے آئیں گے۔

ہمارے مخاطب عام طور پر وہ بھائی ہیں جو غلامانِ رسول ﷺ، صہیونی و فرنگی ایجنٹوں کی یاوہ گوئی سے آزردہ اور دکھی ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیں صحاح ستہ کی مشہور کتاب صحیح مسلم، جلد اول، صفحہ ۳۰۴ پر درج ہے:

حضرت اُم عطیہ بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

''عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی (الیٰ قولہٖ) اور نہ کسی نیک کام میں نافرمانی کریں گی''---

حضرت اُمّ عطیہ فرماتی ہیں (ان باتوں میں نوحہ کی ممانعت بھی تھی) میں نے کہا، میں سوائے فلاں قبیلہ کے کسی اور کا نوحہ نہیں کروں گی کیوں کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں تعاون کیا تھا پس میرے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ تعاون کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہیں اس قبیلہ کے لیے نوحہ کی اجازت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ ﷺ احکام شریعت سے جس فرد کو چاہیں خاص فرما لیں۔ مزید مثالیں ملاحظہ ہوں:

1 قربانی کے جانوروں میں بکرے کی عمر ایک سال لازمی شرط ہے مگر حضرت ابو بُردہ بن دینار کو صرف چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔ [صحیح بخاری عربی، جلد دوم، صفحہ ۸۳۴]

2 حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم ممنوع ہے مگر حضرت عباس کی درخواست پر ''اذخر'' کو کاٹنے کی عام اجازت عطا فرما دی۔ [صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ ۲۲]

3 قرآنی ہدایت کے مطابق بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن (بقرہ:۲۳۴) ہے مگر حضور پرنور ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو صرف تین دن کے بعد یہ سوگ معاف فرما دیا۔[شرح الزرقانی علی المواھب، جلد پنجم، صفحہ ۳۲۵]

4 مہر شرعی کی کم ازکم مقدار دس درہم بیان کی جاتی ہے لیکن آمرونا ہی بااختیار نبی ﷺ نے ایک صحابی حضرت ابی طلحہ کی غربت کے پیش نظر حضرت اُم سلیم سے نکاح میں قرآن مجید کی تعلیم مہر قرار دے دی۔[سنن ابوداؤد، جلد اول، صفحہ ۲۸۷]

5 ایک صحابی اور صحابیہ کا ان کی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرما دیا۔[ابوداؤد، جلد اول، صفحہ ۲۸۸]

6 روزہ توڑنے کا کفارہ پے در پے ساٹھ روزے رکھنا یا غلام آزاد کرنا یا ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے، مگر غم خوارِ امت نبیٔ رحمت ﷺ نے نہ صرف روزہ توڑ کر آنے والے کو اس کے حالات پر معاف فرما دیا بلکہ کھجوروں سے بھرپور ٹوکرا عطا فرمایا۔[صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ

7 مردوں کو ریشم پہننا حرام ہے مگر سیّد الانس والجان شفیع عاصیاں حامیٔ بے کساں سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبدالرحمٰن کو ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔[صحیح بخاری، جلد دوم، صفحہ ۸۶۸]

8 مردوں کو سونا پہننا حرام قرار دیا گیا ہے لیکن شافع محشر، خاتم وحاشر ﷺ نے حضرت براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔[المصنف ابن ابی شیبہ، جلد ہشتم، صفحہ ۲۸۱]

9 کسی بھی شخص کو جہاد کے بغیر مالِ غنیمت سے حصہ نہیں ملتا مگر جواد کریم ﷺ نے خلیفۂ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر میں شمولیت کے بغیر مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔[صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ ۵۲۳]

10 قاضی (جج) کے لیے قوم سے تحائف لینا بالعموم ممنوع ہے لیکن اللہ کے خزانوں کے وارث نبی ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل کو تحائف لینے کی اجازت دے دی۔[شرح الزرقانی علی المواھب، جلد پنجم، صفحہ ۳۶۸]

11 ہر مسلمان کا روزہ طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے مگر مہربان ومربی آقا ﷺ نے حضرت انس کو طلوعِ آفتاب کے وقت روزہ رکھنے کی اجازت دی۔[ایضاً]

12 اللہ سبحانہ نے صرف حالت جنگ میں نماز قصر کرنے کی اجازت دی[نساء:۱۰۱] مگر سیّدہ آمنہ کے لال ﷺ نے ہر شرعی سفر میں قصر کو واجب کر دیا۔[صحیح مسلم، جلد اول، صفحہ ۲۴۱]

13 اللہ سبحانہ نے نماز پنج گانہ کی ادائیگی الگ الگ اوقاتِ مقررہ میں معین وفرض

فرمائی لیکن قُـرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوة فرمانے والے مالک شریعت ﷺ نے حج کے ایام میں میدانِ عرفات میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ایک ہی وقت میں پڑھنے کا حکم فرمایا۔[صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ ۲۲۶]

14 قرآن مجید میں اللہ سبحانہ نے گواہی کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں قرار دیا ہے مگر حاکمِ مطلق ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی اکیلی اور تنہا گواہی کو کافی قرار دیا۔[ابوداؤد، جلد دوم، صفحہ ۱۵۲]

15 حالت جنابت (جب غسل فرض ہو) میں مسجد میں داخل ہونا بالعموم منع ہے[نساء:۴۳] مگر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے علاوہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اجازت دے رکھی تھی۔[جامع ترمذی، صفحہ ۵۳۵]

نوٹ: یہ تمام حوالے اصل عربی کتابوں سے پیش کیے ہیں، ترجمہ شدہ کتب کے حوالے نہیں۔ آخر میں غیر مقلدین کے بزرگ عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی المسک الختام، جلد دوم کے صفحہ ۵۱۲ پر درج عبارت کا ترجمہ دیکھیے:

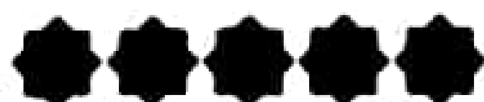
"بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام، حضور (ﷺ) کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ اجتہاد سے کہتے تھے۔ پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے"۔

ضروری التماس

برادرانِ اسلام آگاہ رہیں اس تحریر کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا و مولا، فخر آدم و بنی آدم، دعائے خلیل و نوید مسیح، عرش کے مہمان، محبوبِ یزداں، نبی الثقلین، امام القبلتین سیدنا و مولانا و ماوانا و ملجانا محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے سینوں سے محبت رسول ﷺ کا چراغ بجھانے کی یہودیانہ کوشش کو ناکام بنا کر ہر مسلمان کو ناموسِ رسالت کا پاسبان و سپاہی بنانا ہے۔

وطن عزیز کے حالات مباحثہ و مجادلہ کے ہرگز متحمل نہیں، غلامانِ خاتم النبیین ﷺ اس تحریر کو ٹھنڈے دل و دماغ سے پڑھیں۔ یاد رکھیں کہ سچا شخص کبھی لڑائی کا سہارا نہیں لیتا، آپ حق پر ہیں، پُر امن رہیں اور دیگر آزردہ اور دُکھی بھائیوں کو بھی صبر و حوصلہ کی تلقین فرمائیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس مبارک و مقدس کارِ خیر میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔

آمین بجاهِ خاتم الانبیاء و المرسلین صلی اللّٰه تعالٰی علیه و آله و اصحابه و ازواجه اجمعین



کچھ بیاں اپنا

گزشتہ سال سوا سال میں پے درپے کئی ذاتی صدمات سے دوچار ہونا پڑا--- حضرت علامہ مفتی محمد عبدالرحمٰن نوری، حضرت مولانا مفتی محمد اجمل نوری اور بھابھی صاحبہ (حضرت مولانا ابوالعطاء مدظلہ العالی کی اہلیہ محترمہ) کے سوانح ارتحال کے بعد اب پھوپھی صاحبہ بھی راہیٔ ملک بقا ہوگئیں--- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

موصوفہ، حضرت والد گرامی قدس سرہ العزیز کی سب سے چھوٹی حقیقی ہمشیر اور حضرت استاذ العلماء مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری قدس سرہ العزیز کی اہلیہ محترمہ تھیں--- وہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے بیعت تھیں--- اسی تربیت کا اثر تھا کہ ان کی زندگی مکمل اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی--- عبادات و اعمال اور اذکار و اوراد کی پابند تھیں، انھیں اپنے بھائی کی طرح تلاوت قرآن کریم اور درود شریف سے خاص شغف تھا، روزانہ کئی کئی پارے منزل اور درود پاک کی تسبیحات کا معمول تھا--- نوعمری سے وصال تک تسلسل کے ساتھ بچیوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام رہا، علالت کے باوجود تدریس کا کام جاری رکھا---

یوں تو وہ تمام خاندان کے لیے رحمت و شفقت کا مجسمہ تھیں مگر احقر کے ساتھ ان کا معاملہ ایسا تھا، جس کے اظہار کے لیے "لطف و عنایت" سے لے کر "شفقت و محبت" تک کے تمام الفاظ میں تشنگی محسوس ہوتی ہے--- میرے لیے انھوں نے یہ منت مان رکھی تھی کہ "ولادت کے بعد سو نوافل ادا کر کے اپنے بھتیجے کو گود میں لوں گی اور پھر تا حیات، روزانہ دو نفل ادا کیا کروں گی"--- چنانچہ احقر کی ولادت کے روز ہی اس منت کے پہلے حصے کو پورا کیا اور تادمِ آخر منت کی ادائی کے لیے دو نفل یومیہ کا شغل رہا---

پھوپھی صاحبہ کو سرکار ابد قرار ﷺ سے بے حد محبت تھی، ایک بار سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے ہمراہ ہمیں حج کے لیے لے گئے، اس موقع پر مدینہ عالیہ میں پھوپھی صاحبہ کے معمولات اور بارگاہ اقدس میں حاضری کے اطوار سے محبت مصطفیٰ ﷺ کی خصوصی جھلک دکھائی دیتی--- (واضح رہے کہ اس وقت خواتین کو بھی مواجہ عالیہ میں حاضری کی اجازت تھی، اب نجدی حکومت نے انھیں اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیا ہے)---

مرحومہ کو زندگی میں کئی صدمات کا بھی سامنا کرنا پڑا--- اپنے جلیل القدر اور مشفق و مربی بھائی، عظیم شوہر اور حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری ایسے نازش علم و فضل داماد کے بعد جواں سال عالم و فاضل صاحب زادے کی رحلت کے صدمہ نے انہیں نڈھال کر دیا تھا، بایں ہمہ انھوں نے صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا--- وہ کئی سالوں سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہونے کے باوجود اپنے معمولات کو بڑی باقاعدگی کے ساتھ نبھاتی رہیں---

۳؍مارچ ۲۰۰۵ء/ ۲۱؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ کا دن بھی معمول کے مطابق بسر کیا--- عشاء کے بعد اچانک درد ہوا، رفتہ رفتہ درد شدت اختیار کر گیا--- ان کے صاحب زادے مولانا محمد اکرم نوری کا بیان ہے کہ اس حال میں بھی کلمہ طیبہ اور درود پاک وردِ زبان رہا--- ساڑھے دس بجے شب اپنے مالک حقیقی کے حضور پہنچ گئیں اور یوں ان کی:

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

پونے گیارہ بجے شب (جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات) احقر ناصر باغ، چوپال میں سید ہجویر نعت کونسل کے زیر اہتمام نعتیہ مشاعرہ سے فارغ ہو کر ایک اور تقریب میں پہنچا ہی تھا کہ مرحومہ کے صاحبزادے مولانا محمد اکرم نوری (جنھیں ان کی خدمت کی سعادت حاصل رہی) نے یہ جان کاہ خبر سنائی--- عمر اور بیماری کی وجہ سے تشویش تو رہتی تھی مگر یہ اندازہ نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی داغ مفارقت دے جائیں گی--- اچانک یہ خبر صاعقہ بن کر گری--- فوراً بصیر پور روانہ ہوا--- ان کی زیارت کی تو چہرے پر ایک عجیب طرح کا نور اور سکون طاری تھا---

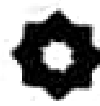
ان کی بڑی خواہش تھی کہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی انوار و تجلیات اور علم و عرفان سے معمور فضاؤں میں ان کا جنازہ ہو--- انھوں نے اپنے صاحبزادوں (حضرت مولانا مفتی محمد اجمل، مولانا محمد احسن نوری، مولانا محمد اعظم اور مولانا محمد اکرم نوری) کو اس سلسلے میں تاکید کر رکھی تھی--- مفتی صاحب کے سانحۂ ارتحال کے بعد بھی انہوں نے متعدد مرتبہ اپنے اعزہ سے اس خواہش کا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

اظہار کیا، اس پر تعمیل کی تاکید کی اور احقر کو جنازہ پڑھانے کی بطور خاص وصیت فرمائی --- اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کی اس خواہش کو پورا کر دیا --- اگلے روز نماز جمعہ کے بعد دار العلوم کے صحن میں ان کا جنازہ ہوا اور گلستان فقیہ اعظم ہی کے ایک گوشے میں آسودہ ہو گئیں ---

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا وَ ارْحَمْھَا وَ اَجْمِلْ مَدْخَلَھَا وَ اَحْسِنْ دَارَھَا وَ اَعْظِمْ مَقَامَھَا وَ اَکْرِمْ نُزُلَھَا وَ نَوِّرْ قَبْرَھَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ نُوْرِ الْمُصْطَفٰی وَ ضِیَاءِ جَمَالِ الْمُجْتَبٰی وَ بَلِّغْھَا الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّۃِ الْمَاْوٰی

آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاہِ طٰہٰ وَ یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم

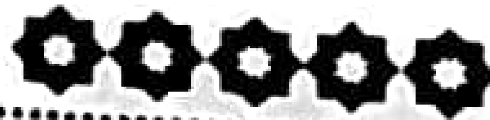


گزشتہ دنوں وابستگان دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے:
مولانا صاحبزادہ محمد فیض المجتبیٰ یزدانی، اٹنالی شریف کے نانا جان ---
مولانا لیاقت علی نوری، اڈا صالحو وال، دیپالپور کی دادی صاحبہ --- اور
ماسٹر جاوید احمد نوری، بصیر پور کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ---

انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے ---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی ہمشیر صاحبہ اور
صدر العلماء حضرت علامہ ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ کا

ختم چہلم

10 / اپریل 2005ء، بروز اتوار، 10 بجے دن، دعا: 12:30 بجے
بمقام جامع مسجد نور، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

منجانب: (مولانا) محمد احسن نوری، (مولانا) محمد اعظم نوری
(مولانا) محمد ضیاء المصطفیٰ اشرفی، (مولانا) محمد اکرم نوری، بصیر پور شریف، فون 044-4771903

بزم احباب

مولانا محمد ابراھیم القادری رضوی، سکھر

حضرت فاضل علامہ شیخ الحدیث صاحب زادہ محبّ اللہ نوری صاحب زید مجدہٗ

بعد از سلام مسنون، خیر و عافیت، مزاج گرامی؟---

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی یادگار ماہ نامہ "نور الحبیب" جب بھی آتا ہے، پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے--- ماشاء اللہ یہ جریدہ وقیعہ اہم علمی مواد پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں دینی مسائل پر بھی گفتگو ہوتی ہے اور سیاسی، ملکی اور عالمی حالات پر بھی خامہ آرائی ہوتی ہے---

بحمد اللہ تعالیٰ آپ نے حضرت کے لائق جانشین کی حیثیت سے ماہ نامہ "نور الحبیب" کو مزید جان دار اور شان دار بنایا ہے--- مولیٰ اس کی جاذبیت و قبولیت میں اور اضافہ فرمائے---

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی، لاھور

مجھے علم نہ تھا کہ آپ ماشاء اللہ شاعر بھی ہیں--- تازہ نور الحبیب میں آپ کی کیفیت سے بھر پور نعت شریف پڑھی تو طبیعت خوش ہوئی--- اشعار زوردار ہیں---

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری، برھان شریف، اٹک

مارچ کا شمارہ نظر نواز ہوا--- سرورق جاذب نظر، اداریہ وقت کی ضرورت اور تمام مقالات صوری اور معنوی لحاظ سے بے مثال ہیں--- نعت نگاری کے میدان میں آپ کی آمد خوش آئند ہے--- اس پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں--- اللہ کرے زور "نعت" اور زیادہ---

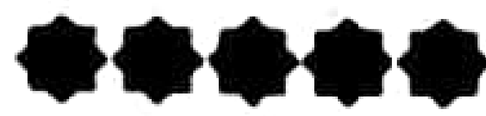
علامہ محمد سھیل احمد سیالوی، مدیر ضیائے اسلام، دینہ

زہے شرف کہ اس ماہ "نور الحبیب" تشریف لایا--- راقم نے پہلے کئی دفعہ زیارت کی تھی،

وجاہتِ علم وفن، سید وجاہت رسول قادری مدظلہ کے حکم پر رکنیت بھی حاصل کی، بعد از مطالعہ حضرت کے مشورے کی رفعتِ فہم میں آئی ---تمام مضامین از حد خوب صورت اور تحقیق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں---آپ کے شعری فوا کہ رسالہ کی جان ہیں---

تذکرۂ مصنفین درس نظامی پر جو پروفیسر صاحب تبصرہ فرمارہے ہیں ان کی سیر دتاریخ پر گہری نظر اس تبصرہ سے ظاہر ہے---اختر راہی صاحب نے تذکرہ میں ویسے بھی ہمارے قلم کاروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا، اگر پروفیسر صاحب قبلہ اہل سنت کے سروں سے یہ قرض اتاریں تو مزا آجائے---

راقم کی دعا ہے کہ خداوند قدوس "نورالحبیب" کی تابانیوں کا دائرہ وسیع تر فرمائے---



پہلی قسط

درود شریف -- فضائل وفوائد

مرتب: مولانا محمد فیض النعیم اشرفی

یوں تو بہت سارے اعمال ایسے ہیں، جن کے سرانجام دینے سے بندہ خدائے بزرگ و برتر کے مقربین کی صف میں شامل ہو جاتا ہے، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہا --- یہ اعمال وافعال ایسے ہیں، جن کا حکم خالق کائنات نے اپنی مخلوق کو فرمایا ہے لیکن خود ان اعمال میں بندوں کے ساتھ شریک نہیں --- جملہ اعمال پر نظر دوڑائیں تو صرف ایک ہی عمل صالح ایسا نظر آتا ہے جس میں خود خالق کائنات بھی شریک ہے اور وہ ہے حضور سید عالم ﷺ کی ذات بابرکات پر "درود وسلام" --- یہ شرف اور اعزاز صرف حضور ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ اولاً خود خدا عزوجل آپ ﷺ پر اپنی مخصوص ترین رحمتیں نازل فرما رہا ہے، تمام ملائکہ مقربین، حاملین عرش، ساتوں آسمانوں میں بسنے والے اور کراماً کاتبین، سبھی حضور ﷺ کی ذات اقدس پر گلہائے درود وسلام نچھاور کر رہے ہیں اور پھر حکم فرمایا کہ عالم علوی میں میرے محبوب مکرم ﷺ پر درود وسلام کے ترانے گونج رہے ہیں، اے عالم سفلی والو! تم بھی ان پر درود وسلام کے پھول نچھاور کرو، تا کہ عالم سفلی اور عالم علوی درود وسلام سے گونج اٹھے، تا کہ عرش بریں سے فرش زمیں تک یہ نغمہ گونج اٹھے---

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ باقی اوراد و وظائف اپنی اپنی جگہ صدہا برکتوں اور رحمتوں کا ذریعہ ہیں لیکن جس نے درود پاک کا وظیفہ اپنا لیا اس نے رحمت عالمین ﷺ کو اپنا لیا اور جسے سارے جہانوں کی رحمت مل گئی، اسے سب کچھ مل گیا --- یاد رکھیں کہ اس سعادت کا تاج ہر کس و ناکس کے سر پر نہیں رکھا جاتا بلکہ ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ﴾، یہ دولت کسی اونچی

قسمت والے کو حاصل ہوتی ہے، یہ عزت و اقبال کا تاج کسی بخت والے کے سر پر سجتا ہے---اگر ہم اس چند روزہ فانی دنیا میں اپنے اوپر آرام کا دروازہ بند کر کے دنیا کی آسودگی کو رخصت کر دیں اور اس میدان میں بازی جیت لیں تو ہم بھی اس انعام و اکرام کے حق دار بن سکتے ہیں---اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس چشمۂ آبِ حیات سے سیر ہونے کی توفیق عطا فرمائے---

معزز قارئین! درود پاک ایک ایسی نعمت ہے جس کے بے شمار فوائد و فضائل میں سے کچھ بزرگانِ دین نے بیان کیے ہیں--- ان میں سے چند ایک ذکر کیے جاتے ہیں، تاکہ قارئین کا شوق و ذوق زیادہ ہو اور درود و سلام کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو سکیں:

درود و سلام بھیجنے والے پر اللہ ﷻ کا صلوٰۃ و سلام

حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور سید عالم ﷺ ایک دن تشریف لائے تو خوشی کے آثار آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے عیاں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّـهٗ جَاءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَ لَا یُسَلِّمَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا---[نسائی، دارمی، مشکوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلها]

''میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ آپ (ﷺ) کا رب ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر ایک بار درود بھیجے تو میں اس پر دس رحمتیں فرماؤں اور جو ایک مرتبہ سلام پڑھے میں اس پر دس بار سلام بھیجوں''---

مذکورہ حدیث پاک میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص رحمت عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام کے پھول نچھاور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ اس شخص پر درود و سلام کی بارش برساتا ہے---

درود و سلام، حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّلْقَی اللّٰهَ رَاضِیًا فَلْیُکْثِرِ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ---

[القول البدیع، صفحہ ۱۲۲/ کشف الغمہ، صفحہ ۲۷۱/ سعادۃ دارین، صفحہ ۷۹]

''جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے دربار عالی شان میں یوں حاضر ہو کہ اللہ تعالیٰ ﷻ اس پر راضی ہو، وہ میری ذات پر کثرت سے درود پاک پڑھے''---

یہ حدیث پاک اس امر پر شاہد کہ اللہ تعالیٰ ﷻ قیامت کے دن کثرت سے درود پاک پڑھنے والے سے راضی ہو کر ملاقات فرمائے گا---

درود و سلام، وسیلۂ معیتِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً---

"قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا ہوگا"---[مشکوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ علی النبی وفضلھا]

نیز ارشاد پاک ہے:

اِنَّ اَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ اَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا---[سعادۃ الدارین للنبہانی، صفحہ ۶۰]

"قیامت کے دن ہر مقام اور ہر جگہ میں میرے نزدیک تم میں سے وہی ہوگا جس نے دنیا میں کثرت سے میری ذات گرامی پر درود پڑھا ہوگا"---

یہ دونوں احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ قیامت کے دن حضور ﷺ کا زیادہ مقرب وہی ہوگا جس نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر کثرت سے درود و سلام پڑھا ہوگا---

درود و سلام، قیامت کے دن نور

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

زَيِّنُوْا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ عَلَيَّ نُوْرٌ لَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ---[جامع صغیر، جلد ۲، صفحہ ۲۸]

"اپنی مجالس کو مجھ پر درود پاک پڑھ کر مزین کرو، کیوں کہ تمہارا درود پڑھنا قیامت کے دن تمہارے لیے نور ہوگا"---

نیز آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

اَلصَّلٰوةُ عَلَيَّ نُوْرٌ لَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ ظُلْمَةِ الصِّرَاطِ وَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّكْتَالَ لَهٗ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ---[سعادۃ الدارین للنبہانی، صفحہ ۶۸]

"(اے میری امت!) میری ذات پر تمہارا درود پڑھنا پل صراط کے اندھیرے میں تمہارے لیے نور ہوگا اور جو چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے پیمانہ اجر بھر بھر کے دیا جائے، اسے مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہیے"---

یہ دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر درود و سلام کی

کثرت اندھیرۂ پل صراط میں ہمارے لیے نور اور قیامت میں ہمارے پیمانہ اجر کو بھرنے کا سبب ہوگی---

درود و سلام، مغفرت عصیاں کا سبب

سیدنا ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا:

یَا اَبَا کَاهِلٍ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کُلَّ یَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ کُلَّ لَیْلَةٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حُبًّا لِیْ وَ شَوْقًا اِلَیَّ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یَّغْفِرَ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ تِلْکَ اللَّیْلَةِ وَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ---[القول البدیع، صفحہ ۱۱۷/ الترغیب والترہیب، جلد۲، صفحہ ۵۰۲]

"اے ابو کاہل! جو شخص میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے ہر دن اور ہر رات تین تین بار درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور اس رات کے گناہ معاف فرما دے"---

نیز ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ سَیَّارَةً مِنَ الْمَلٰئِکَةِ اِذَا مَرُّوْا بِحِلَقِ الذِّکْرِ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُقْعُدُوْا فَاِذَا دَعَا الْقَوْمُ اٰمَنُوْا عَلٰی دُعَائِهِمْ فَاِذَا صَلَّوْا عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَفْرُغُوْا ثُمَّ یَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ طُوْبٰی لِهٰؤُلَاءِ یَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ---[القول البدیع، صفحہ ۱۱۷]

"اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے کچھ فرشتے سیاحت کے لیے مقرر ہیں، جب وہ مجالس ذکر کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں، بیٹھو بیٹھو اور اہل مجلس جب دعا کرتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور جب اہل مجالس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو فرشتے بھی ساتھ پڑھتے ہیں اور جب اہالیان مجالس فارغ ہو جاتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ ان کو خوش خبری ہو، یہ بخشش کا پروانہ لے کر اپنے گھروں کو جا رہے ہیں"---

یہ دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بہت زیادہ درود و سلام پیش کرنے والا، کثرت درود کے سبب، بخشش و مغفرتِ الٰہی کے دامن میں آ جاتا ہے---

درود و سلام، نیکیوں کے حصول کا سبب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَ کَتَبَ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ---[ترمذی شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۴]

"جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے"---

یہ حدیث پاک اس امر پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس وانور پر ایک مرتبہ درود بھیجنے والے پر دس بار رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے---

درود و سلام، وسلیۂ شفاعت مصطفی ﷺ

محبوب رب العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عَشْرًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ مِائَةً وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِائَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ اَلْفًا وَ مَنْ زَادَ صَبَابَةً وَ شَوْقًا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَ شَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ---[القول البدیع، صفحہ ۱۰۳]

''جس نے مجھ پر دس بار درود بھیجا، اللہ تعالیٰ ﷻ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ﷻ ہزار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو محبت وشوق سے اس سے بھی زیادہ پڑھے، میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا''---

نیز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کُنْتُ شَفِیْعَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ---[القول البدیع، صفحہ ۱۲۱]

''جو شخص مجھ پر درود پاک پڑھے، میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں گا''---

یہ دونوں مذکورہ احادیث اس امر پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اپنی ذات بابرکات پر درود وسلام بھیجنے والوں کی شفاعت فرمائیں گے اور ان کی گواہی دیں گے---

درود و سلام، جنت میں جانے کا سبب

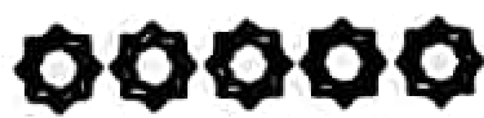
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ---[القول البدیع، صفحہ ۱۲۶]

''جس نے مجھ پر دن بھر میں ہزار بار درود پاک پڑھا، اس کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ وہ جنت میں اپنی آرام گاہ نہ دیکھ لے گا''---

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر ایک دن میں ہزار مرتبہ درود پاک پیش کرتا ہے، وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنی رہائش گاہ کا نظارہ کر لے گا---

[جاری ہے]



محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

راجا رشید محمود

انسانیت کی نیّا قلزم عصیان وکفر کے ہچکولوں کے حوالے تھی کہ محبوب کبریا ﷺ نے اس کی ناخدائی کا بیڑا اٹھایا۔ دنیا غلبہ نفس کا شکار تھی، زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے دن تھے۔ خالق ومالک خدائے لم یزل کے بجائے بے جان بتوں کو معبود بنالیا گیا تھا، خواہشوں کو پوجا جاتا تھا، عالم انسانیت وحشت وبربریت کا مرقع بن چکا تھا، عورتوں سے حقوق زندگی چھین لیے گئے تھے، غریبوں کی زندگی ان کے کندھوں کا بوجھ بن گئی تھی، شرک وبدعت کا دور دورہ تھا، حقوق العباد غصب کرنا ''عظمت کردار'' کی دلیل بن گیا تھا، جہالت کی تاریکیاں اذہان وقلوب پر چھا چکی تھیں، صداقت وہدایت کے چشمے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل تھے، ایسے میں خدائے وحدہ لاشریک نے ایک بے مثال ہستی کو دنیائے آب وگل میں بھیجا۔ وہی ہستی جسے اس نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا، جس کے لیے سب کچھ تخلیق کیا تھا۔ رشد وہدایت کا یہ سرچشمہ عرب کے شہر مکہ مکرمہ سے پھوٹا۔ کفر والحاد کے جھٹ پٹے چھٹ گئے، توحید کا سورج طلوع ہوا، بدر الدجیٰ، نور الھدیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی آمد نے اس دنیائے تیرہ وتار کو مطلع انوار بنا دیا۔

کائنات عالم میں ہدایت کا اصل ذریعہ انبیائے کرام ہیں، انہیں سے صداقت کی کرنیں

پھوٹتی اور دنیا کو بقعہ نور بناتی ہیں، انہی سے اخوت و مروت کی شمعیں جلتی ہیں اور بغض و کینہ و فساد کے اندھیرے گوشوں کو منور کرتی ہیں۔ انبیائے کرام میں سب سے زیادہ اہمیت ہمارے آقا و مولا ﷺ کو ہے، جو امام الانبیاء ہیں کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی:

رسول سارے نہ ان کے پیچھے نماز اقصیٰ میں کیوں کھڑے ہوں
کہ وہ بھی سرکار کی بدولت وجود میں آئے تھے عدم سے

سرکار نبی الانبیاء ﷺ ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیاء کی ارواح سے ان کی نبوت کا حلف لیا تھا۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ﴾---[سورہ آل عمران، آیت ۸۱-۸۲]

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں"---

کائنات کے محسن آقا ﷺ

حضور ﷺ محسن انسانیت ہیں، انھوں نے اپنے ابدی اصولوں، سنہری ارشادات اور روشن کردار کے باعث انسانیت کو قعر مذلت کے عمق سے بام اوج و عظمت تک پہنچایا۔ وہ غریبوں کے حامی، غلاموں کے مولا اور بے کسوں کے دستگیر ہیں کہ انہوں نے زیردستوں کو زبردستوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ہمت بخشی اور حوصلہ شکن حالات اور بہت کم عرصے میں انسانی مساوات کی ایسی تعلیم دی، جس کی تابانی و درخشانی کے سامنے غیر اسلامی نظام آنکھیں موندے، دم سادھے پڑے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ مظلوموں کے خبر گیر اور بیواؤں، غریبوں، ناداروں کے پشت پناہ تھے۔ دشمن بھی ان کی صداقت و امانت کے مداح و معترف رہے:

جو تیری جانِ کے دشمن تھے وہ بھی کہتے تھے
امین تو ہے ، صداقت کی آبرو تو ہے

انسان کو حقیقی کامیابی و کامرانی اور فلاح و بہبود کا راستہ فخر موجودات ﷺ نے دکھایا۔ غاروں کی تنہائیوں کو روشن کرنے والے نے دنیا کے در و دیوار سے انسانوں کے دلوں تک کو تابندہ و درخشندہ کر دیا۔ ہم خدا کے تصور سے بیگانہ تھے، ہمیں سرکار ﷺ نے اس تک پہنچا دیا، ہم اپنے آپ سے ناواقف تھے، ہمیں عرفان نفس دیا، ہم نفس کے دھوکے میں آگئے تھے، ہمارا تزکیہ کیا، ہماری رفتار میں وقار اور گفتگو میں سنجیدگی نہ تھی، ہمیں ان راہوں سے آشنا کیا۔

پہلے انسان انسان کا محتاج تھا، میرے آقا ﷺ نے اس احتیاج کے تصور تک کو مٹا کر انسان کو صرف خدا کے در تک پہنچنے کی لگن لگائی، صاحب لولاک آقا ﷺ نے حریت فکر کی تشکیل کی، مساوات واخوتِ انسانی کی تاسیس کی اور تخیل و تصور کو تحت الثریٰ کی عمیق گہرائیوں سے افلاک تک پرواز کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے آدمیت غلامی کی زنجیروں میں مقید و محبوس تھی، آپ نے ہمیں وہ طریق حیات دیا، اس اسلوب زندگی کی تلقین کی، جس میں انسانیت کی فلاح کا راز مضمر تھا، جس میں آزادیٔ فکر و خیال کی نوید تھی، احساس کی عظمت تھی۔ رسول کریم ﷺ نے بنی نوع انسان کی زنگ آلود صلاحیتوں کو اپنے اقوال زریں اور اعمال صالح سے صیقل کیا۔ انہوں نے ہر مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کا بھائی قرار دیا اور عالم ایجاد میں موجود رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو مٹا کر آدمی کو اتحاد و یگانگت کی راہ پر چلا دیا۔ انہوں نے تالیف قلوب کی، اخوت و محبت کی غیر محسوس زنجیروں کو ذہن و احساس پر نافذ کر دیا، ملت کو جسد واحد بنا دیا۔

حضور پرنور ﷺ انسانیت کے محسن ہیں کہ انسانیت کو انہوں نے دینوی فلاح اور اخروی نجات کا راستہ دکھایا۔ آپ ﷺ خالق کائنات جل جلالہ کے محبوب اور ممدوح ہیں کہ قرآن مجید آپ کی تعریف و ثنا سے بھرا پڑا ہے۔ سرکار میرے محسن ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو میں کہاں ہوتا۔ آپ خدا کے بندے ہیں، اس کے نبی اور رسول ہیں، اس کے محبوب ہیں، اس کے علاوہ باقی ہر چیز آپ کی مرہون منت ہے، آپ کی مداح ہے، آپ کے عشق کا دم بھرتی ہے، کیوں کہ اگر سرکار نہ ہوتے تو فرد کی تخلیق نہ ہوتی، معاشرہ نہ بنتا، ملک وجود میں نہ آتے، زمین و آسمان کا تصور موہوم و معدوم ہوتا، کائنات معرض وجود میں نہ آتی۔ اونٹ کی خلقت، آسمان کی رفعت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ پہاڑ کیسے نصب ہوتے اور زمین کس طرح مسطوح ہوتی؟ خدا کا نام لیوا کون ہوتا؟ اس کی تسبیح و تحمید

کون کرتا؟ یہ سب کچھ تو سرکار کے فیض سے ہے، ان کے وسیلے اور واسطے سے ہے۔

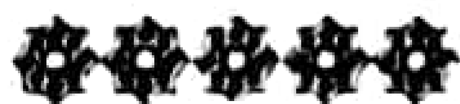
فخر موجودات ﷺ نہ ہوتے تو رب کریم اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا، کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

کاروانِ حیات کے لیے منارۂ نور

تاریخ کے صفحات پر بڑے بڑے باجبروت شہنشاہوں کے تذکرے بکھرے پڑے ہیں، لیکن ان کی جبروت وعظمت نے سید عالم ﷺ کے غلاموں کے قدموں میں پناہ تلاش کی، ان کی کشور کشائیوں کو حضور ﷺ کے نام لیواؤں نے اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور قیصر و کسریٰ کے سر ان لوگوں کے سامنے خم ہو گئے، جو حضور کے نام نامی کے احترام میں سر جھکا دیا کرتے تھے۔ جنگ جوؤں نے دنیا فتح کی، تلوار کے زور سے اپنا لوہا منوایا، بڑے بڑے خطہ ہائے ارض پر حکومت کی، مگر شاہ امم نے اپنے اخلاق عالیہ سے ہتھیاروں کے منہ پھر دیے، ذہنوں کو حق کی طرف راغب کیا اور دلوں پر حکمرانی فرمائی۔ انبیاء و رسل نے اپنے اپنے حیطہ اختیار کے لوگوں کو صراط مستقیم دکھائی، مگر نبی الانبیاء اور افضل الرسل کا پیغام عالمگیریت کا حامل ہے، انہیں پوری خلق خدا کی رہبری اور رہنمائی کا فریضہ سونپا گیا تھا اور حضور کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ حضور صرف اپنی امت ہی کے لیے رؤوف و رحیم نہیں، عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ ان کی شفاعت صرف مسلمانوں ہی کی نہیں، پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کی بھی دستگیر ہے۔

- اگر شہنشاہ کونین کی معرفت نصیب نہ ہوتی تو طالبانِ حق حقیقت کو کیسے پاتے؟
- اگر حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ رہنمائی نہ کرتا، تو دنیا آخرت میں سرخ رُوئی کس کو حاصل ہوتی؟
- اگر آپ کی تعلیمات وارشادات اور آپ کی سیرت پاک دستگیری نہ کرتی، تو حیاتِ انسانی، تاریخ عالم، تہذیب و تمدن اور معاشرت و مدنیت میں خوش گوار اور صحت مند انقلاب کیسے آتا؟
- اگر آقا ﷺ کا نور معاونت نہ کرتا تو تاریکی و گمراہی سے نجات کیسے ملتی؟
- اگر آپ ﷺ کے کردار و گفتار سے ہم مستفید نہ ہوتے، تو حیاتِ انسانی پریشاں نظری کا شکار رہتی، ہم قیامت تک فکری اور نظری بھول بھلیوں میں بھٹکتے پھرتے۔
- آپ ﷺ نے ایسا جامع نظام حیات، مکمل ضابطۂ زندگی اور بے داغ فلسفہ عمل پیش کیا، جس کی مثال کسی اور نظام سے ممکن ہی نہیں۔ اس نظام نے ہمیں زندگی کے تمام شعبوں میں رہنما اُصول دیے۔ معاشرت، معیشت، عقائد و عبادات، نظم حکومت و سیاست، غرض کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے لیے نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں مکمل رہنمائی موجود نہ ہو۔

- آقا ﷺ نے ہمیں کسی بھی پہلو سے کسی اور در پر دریوزہ گری کا محتاج نہیں رہنے دیا۔
- حضور ﷺ کی ذات مقدس رحمت کی وہ گھٹا ہے، جو خشک اور بنجر ریگستانوں پر برسی تو کلفت وضلالت کے گرد باد ختم ہو گئے۔ بے ہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی دھول بیٹھ گئی۔ ظلم و استبداد کی حدت خنکی میں تبدیل ہو گئی اور بداخلاقی و بے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔
- رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارانِ فیض وکرم سے انسانیت کو کفر کے تپ سے نجات مل گئی، خیر و برکت کے سبزہ وگل کی افزائش ہوئی اور ظلم وعدوان کے بے برگ وبار ماحول میں لالہ و نسترن کھل گئے۔
- رحمت عالم نور مجسم ﷺ کے نقوشِ قدم کاروانِ حیات کے لیے منارۂ نور بن گئے۔
- حضور ﷺ، جو مسلمانوں کے لیے رؤوف ورحیم ہیں، ان کے لیے حریص ہیں، تمام جہانوں کے لیے رحمت بھی ہیں۔
- نکتہ"قالوا بلٰی" کی تفسیر: حضور ﷺ
- آفرینش کائنات کا منشا: حضور ﷺ
- شب اسریٰ خدا کو آنکھ نہ جھپک کر دیکھنے والے: حضور ﷺ
- خدا جن کی عمر عزیز کی قسمیں کھائے، ان گلیوں کے حلف اٹھائے، جن میں سرکار ﷺ چلتے پھرتے تھے۔
- خالق کائنات ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دے۔
- پھر کیوں نہ ہو کہ ایسی ہستی کو ہم جان ومال واولاد سے عزیز رکھیں؟
- ہمارے دل ان کے عشق میں ڈوبے ہوئے اور ہماری روحیں ان کی محبت سے سرشار کیوں نہ ہوں؟
- کیوں ہم خدا کے حکم پر عمل پیرا نہ ہوں اور ہر وقت ان پر درود وسلام کے پھول نچھاور نہ کریں اور خدا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نہ ہوں؟
- خداوند کریم عزوجل کے احکام، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے اعمال کی پیروی میں انسان اور خصوصاً مسلمان کارواں رواں سرکار دو عالم ﷺ کے عشق کا مرکز کیوں نہ بن جائے؟



حمد باری تعالیٰ

گئے گزروں کو آخر بندگی کرنے کا ڈھب آیا
گنہگاروں کے ہونٹوں پر درودِ پاک جب آیا

حصار نور اسم ذات جس دل کو ہوا حاصل
قریب اس دل کے کوئی خطرۂ ابلیس کب آیا

کوئی قرآن کی آیت ہو یا ارشادِ قدسی ہو
زبان مصطفیٰ ﷺ سے ہو کے ہر فرمان رب آیا

یہی دنیا میں ہے تا حشر بس اللہ کی رسی
لیے قرآن جگ میں اک نرالی تاب وتب آیا

کہیں و النجم کی صورت کہیں و الطّارق کہہ کر
قسم فرمائی اس محبوب کی جو وقت شب آیا

نہ خالی لوٹ کر جائے در امید سے تیرے
ترا بندہ ترے در پر الٰہی جاں بلب آیا

سر بزمِ جناں حمد و ثنا کے لے کے نذرانے
کہا احباب نے وہ دیکھیے شہزاد اب آیا

نعت شریف

جہاں کو کفر کی ظلمت سے کرنے پاک جب آیا
عجب منظر تھا دنیا میں شہ لولاک جب آیا

اسے سرشار کر ڈالا مسلسل جود و بخشش سے
کوئی عاصی بھی لے کر دیدۂ نمناک جب آیا

نوازا اس کو بھی پیراہن الطاف و رحمت سے
درِ سرکار پر کوئی گریباں چاک جب آیا

بہارِ جاودانی آ گئی گلزار عالم میں
زبانِ خلق پر اسم شہ لولاک جب آیا

ربیعہ اسلمی کو آپ نے جنت عطا کر دی
لیے بہر وضو وہ کوزہ و مسواک جب آیا

پگھل کر ہو گیا دل موم آنکھیں چار ہوتے ہی
چلا بزم رسالت میں کوئی سفّاک جب آیا

خدا نے لے لیا بد بخت کو اپنی حراست میں
شہ کونین کی حد میں کوئی بے باک جب آیا

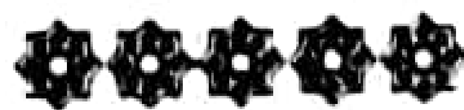
چلی باد بہاری کھل گئے جنت کے دروازے
"گنہگاروں کے ہونٹوں پر درود پاک جب آیا"

فرشتے جھوم اٹھے حوروں نے پلکیں فرش رہ کر دیں
"گنہگاروں کے ہونٹوں پر درود پاک جب آیا"

صدائے "مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْت" گونج کر آئی
حبیب حق لیے ہاتھوں میں مشت خاک جب آیا

ہمیں ثابت قدم شہزاد رکھا ان کی نسبت نے
کوئی مغرب زدہ ہم پر بٹھانے دھاک جب آیا

بندۂ بارگاہ سرمدی: محمد شہزاد مجددی



غلام احمد مختار یوں پہچانے جائیں گے
کہ ہوگا حشر میں بھی ان کا نعرہ یا رسول اللہ

نعرۂ رسالت --- یارسول اللہ!

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

---O---

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے
یا رسول اللہ کہا، پھر تجھ کو کیا

۲۳؍مارچ ۱۹۸۴ء کو بادشاہی مسجد، لاہور میں حسن قراءت کے مظاہرہ کی ایک تقریب میں بعض اہل محبت نے نعرۂ رسالت لگایا تو وہاں پر موجود بعض بدعقیدہ لوگوں نے جواب میں مردہ باد کا نعرہ لگایا اور نعرہ لگانے والے عاشقانِ مصطفٰی کو زدوکوب بھی کیا --- حالاں کہ حضور پرنور ﷺ سے استمداد اور نعرۂ رسالت لگانے کا جواز ایک ایسا مسئلہ ہے جو آفتاب عالم تاب سے بھی زیادہ روشن ہے اور اس پر صحابہ کرام اور سلف صالحین کا تعامل رہا ہے --- مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ان دنوں شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالانعام محمد رمضان المحقق النوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چند دلائل بصورت اشتہار لکھے تھے، جسے انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور شریف نے شائع کیا تھا --- اشتہار ناپید ہو چکا تھا، ہمارے دارالعلوم کے فاضل مولانا محمد رمضان نوری، چک 569/E.B، ضلع وہاڑی نے وہ اشتہار مہیا کیا ہے، جسے ہم ان کے شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کر رہے ہیں:

---O---

O قرآن کریم میں ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا﴾---

''یا نبی اللہ! بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر''---

اس آیہ کریمہ میں نبی پاک ﷺ کو کلمۂ 'یا' اور کلمۂ 'کاف' سے خطاب ہے، علاوہ ازیں بھی قرآن پاک کے کئی مقامات میں حضور ﷺ کو ندا فرمائی گئی---مثلاً:

﴿یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ، یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾---وغیرہ

تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو ایسی ندا سنت الٰہیہ ہے---

○ صحیح مسلم شریف، جلد۲، صفحہ۴۱۹ میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مرد اور خواتین چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور غلام راستوں میں پھیل گئے:

یُنَادُوْنَ یا مُحَمَّدُ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ---

''یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) کے کلمات سے ندا کرتے اور نعرے لگاتے تھے''---

اس صحیح حدیث شریف میں یا رسول اللہ، یا محمد مذکور ہیں، تو ثابت ہوا کہ یہ سنت صحابہ بھی ہے اور چوں کہ حضور ﷺ نے منع نہیں فرمایا، لہٰذا یہ نعرہ تقریری حدیث سے بھی ثابت ہوا---

○ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک جنگ کے موقع کا ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس حملہ میں ہمارے پیشوا تھے:

وَ کَانَ شِعَارُنَا یَا مُحَمَّدُ یَا مَنْصُوْرُ اُمَّتَکَ اُمَّتَکَ---

''ہمارا شعار اور امتیازی نشان تھا: یا محمد، یا منصور (اے مدد کیے گئے) اپنی امت کی مدد فرمائیے''---[فتوح الشام، جلد۱، صفحہ۱۶۰]

○ فتح حلب کے موقع پر حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ جھنڈا لہراتے ہوئے باآواز بلند:

یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ انزل---

کے نعرے لگاتے تھے---[فتوح الشام، جلد۱، صفحہ۱۹۶]

○ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نبوت کے جھوٹے داعی مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے جو لشکر جرار بھیجا گیا تھا، ان کا امتیازی نعرہ بھی 'یَا مُحَمَّدَاہُ' تھا، چناں چہ البدایہ والنہایہ، جلد۶، صفحہ۳۲۴/ تاریخ کامل، جلد۲، صفحہ۳۶۴ کی عبارت ہے:

ثم برز خالد و دعا الی البراز و نادیٰ بشعارھم و کان شعارھم یا محمداہ---

''پھر حضرت خالد نے باہر نکل کر مقابلے کا اعلان فرمایا اور اپنے خصوصی شعار کا بآواز بلند نعرہ لگایا جو'یا محمداہ' تھا''---

○ حافظ ابن کثیر مسلمانوں اور ترکوں کی ایک لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حضرت میتب بن بشر ریاحی ﷺ نے صبح صادق کے وقت تکبیر کہی، ان کے ساتھیوں نے بھی جواباً اللہ اکبر کہا اور ان مسلمانوں نے 'یا محمد' کو اپنا امتیاز بنا کر (اس نعرے کو بلند کرتے ہوئے) ترک پر حملہ کر دیا (یہ لڑائی ۱۰۲ھ میں ہوئی)---[البدایہ و النھایہ، جلد۹، صفحہ۲۲۳]

○ علامہ واقدی، فتوح بہنسا کے موقع پر صحابہ کرام ﷺ کے ایک جنگ کا منظر بیان کرتے ہیں:

و کان شعار المسلمین تلک اللیلۃ ینادون یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل---

''مسلمانوں کا اس رات شعار یہ تھا کہ بلند آواز سے کہتے تھے (نعرہ لگاتے تھے) یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل''---[فتوح الشام، جلد۲، صفحہ۲۱۸]

○ ایک جنگ میں حضرت خالد بن ولید ﷺ نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

وا غوثاہ وا محمداہ وا سلاماہ کید قومی و رب الکعبۃ---

''اے فریادرس، اے محمد، اے سلامتی دینے والے! رب کعبہ کی قسم، میری قوم کو دھوکہ دیا گیا ہے''---[فتوح الشام، جلد۲، صفحہ۲۲۶]

○ علامہ واقدی غزوۂ مرج القبائل کا نقشہ پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

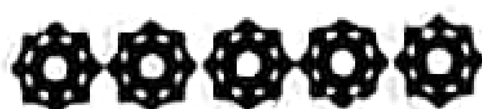
شعار السودان یا محمد یا محمد---[فتوح الشام، جلد۲، صفحہ۵]

''سوڈانیوں کا شعار 'یا محمد یا محمد' کہنا تھا''---

لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ﷺ کی طرح بعد والوں میں بھی یہ طریقہ رائج رہا ہے---

مندرجہ بالا تصریحات کے باوجود ایسے نعرہ اور ندا کو خلاف شرع کہنا سراسر ذلیل حرکت اور قرآن و حدیث کے ساتھ مذاق اور استہزاء کے مترادف ہے اور نظریہ پاکستان کے بھی منافی ہے، بالخصوص نعرۂ رسالت کے جواب میں مردہ باد کہنا شانِ رسالت کی کھلی توہین اور بدترین گمراہی ہے---

اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْہُ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جمیع برادران اسلام---السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اپنا ادارہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وعنایت اور حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی باطنی توجہات سے علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مصروف عمل ہے---اس وقت بحمداللہ تعالیٰ یہاں سیکڑوں زیر تعلیم طلبہ وطالبات، قدیم وجدید علوم سے مستفیض ہو رہے ہیں---جن کی خوراک، رہائش، علاج، تعلیم، اساتذہ وعملہ کے مشاہرات اور دیگر ضروری لوازمات پر نہایت کفایت شعاری کے باوجود تقریباً نصف کروڑ روپے سالانہ خرچ ہو رہے ہیں---

عالمی طاغوتی قوتیں دین اور دینی مدارس کے خلاف جن سازشوں میں مصروف عمل ہیں، آپ کی نگاہ بصیرت سے مخفی نہیں---اندریں حالات دارالعلوم کو آپ ایسے مخلص، جاں نثار اور اہل درد کی توجہ اور دینی جذبہ رکھنے والے مخیّر حضرات کے مالی تعاون کی بے حد ضرورت ہے---خصوصاً اس وقت جب کہ طلبہ کی خوراک کے لیے پندرہ سو من گندم کی خریداری کا مرحلہ درپیش ہے، جس کے لیے فوری طور پر چھ لاکھ بیس ہزار (620000/=) روپے درکار ہیں---

سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے قدیمی تعلق وعقیدت اور علوم اسلامیہ سے محبت کے پیش نظر آپ کی اخلاقی ودینی ذمہ داری ہے کہ فصل کے موقع پر خصوصی دلچسپی سے اپنے اس مدرسہ کی بھرپور معاونت فرما کر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مہمانانِ گرامی، طلبہ وطالبات کی کفالت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کریں---آپ کے عطیات یقیناً آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ---

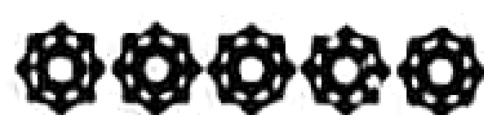
براہ کرم اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرماتے ہوئے اپنے دینی مرکز دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ساتھ زیادہ سے زیادہ عملی تعاون فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں---

والسلام

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

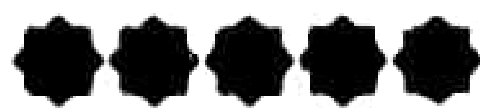
اکاؤنٹ نمبر: PLS 11911-2، نیشنل بنک بصیر پور برانچ



دین پہ مر مٹنے کا جذبہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

لب پر نعت پاک کا نغمہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
میرے نبی سے میرا رشتہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
پست وہ کیسے ہو سکتا ہے، جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
اور کسی جانب کیوں جائیں، اور کسی کو کیوں دیکھیں
اپنا سب کچھ گنبد خضرا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
فکر نہیں ہے ہم کو کچھ بھی، دکھ کی دھوپ کڑی تو کیا
ہم پر ان کے فضل کا سایہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
بتلا دو گستاخ نبی کو، غیرت مسلم زندہ ہے
دین پہ مر مٹنے کا جذبہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
ان کے در سے سب ہو آئے، جا نہ سکا تو ایک صبیح
یہ کہ اک تصویر تمنا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

صبیح رحمانی



خود انحصاری ---تعلیمات نبوی کی روشنی میں

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

اللہ جل مجدہ نے اپنی جملہ مخلوقات میں سے نوعِ انسان کو "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" کے مقام و مرتبہ سے سرفراز فرمایا اور اسی حضرت انسان کو اپنی زمین پر اپنی نیابت کے مرتبہ جلیلہ سے سرفراز فرمایا۔ فہم و شعور کی نعمت عظیمہ بھی انسان ہی کے حصہ میں آئی تا کہ وہ حق و باطل اور ایمان و کفر میں تمیز کر سکے۔ "وَ ھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ" فرما کر اللہ رب العزت نے اس کے سامنے دونوں راہیں رکھ دیں کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو کر قرب الٰہی کی منزلوں کو طے کرتا ہوا وہ مقام معرفت حاصل کر لے کہ بقول اقبال:

اللہ بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے؟

اور اگر اپنے فکر و شعور کی راہنمائی میں طغیان و سرکشی کی راہ اختیار کرنا چاہے تو اس کا اختیار بھی اسے تفویض کر دیا گیا۔

ہم اپنی خوش بختی پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے کہ اللہ جل مجدہ نے ہمیں اپنے محبوب ﷺ کا امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا اور کیا اللہ کا یہ احسان عظیم نہیں کہ ہم اللہ جل مجدہ کے ذکر کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

آیئے! آسی جون پوری کی صدائے محبت میں اپنی آواز ملا کر یہ سلام عقیدت پیش کرنے کی

سعادت حاصل کریں:

وہاں پہنچ کے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

تعلیمات نبوی کی روشنی میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری عزت وتوقیر کا معیار اور بنیاد، ہمارا غیر متزلزل ایمان ہے۔ جب مومن صادق اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت کی صداقت کی گواہی دیتا ہے تو پھر کوئی طمع، حرص، ترغیب اور ترہیب اس کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ راہ مستقیم سے ہٹانے اور ایک معبود برحق کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بجائے دیگر معبودان باطلہ کے سامنے سر جھکانے کے لئے دشمنان اسلام ہر تدبیر اور حربہ استعمال کرتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ پوری آب وتاب کے ساتھ متبعین کی رہبری ورہنمائی کا سامان کر رہا ہوتا ہے۔

ذرا چشم تصور میں وہ منظر لاؤ کہ سرداران قریش میں سے عتبہ دنیا کی تمام متاع عزیز کی پیش کش لئے بیٹھا ہے۔ مال وثروت، جاہ واقتدار سب کچھ پیش کر رہا ہے، مگر اللہ کا پیغمبر عجز وانکسار کا پیکر بنا ایک ہی جواب ارشاد فرماتا ہے کہ:

''دنیا کی کوئی چیز مطلوب نہیں، مقصود صرف اعلائے کلمۃ الحق ہے''-----

اور پھر وہ موقع تو بڑی آزمائش کا موقع تھا جب کفالت کرنے والا چچا پیار بھرے انداز میں بارگاہ نبوت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اے جان عم! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کر سکوں اور جواباً عزم وثبات کا کوہ گراں، امت مسلمہ کا ہادی ورہنما، قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کے ہر فرد کو کیا خوب صورت درس دے رہا تھا، فرمایا:

''اے چچا! اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں کہ میں اپنے فرض سے باز آ جاؤں تو یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کام پورا ہوگا یا میں خود اس راہ میں جان کی بازی ہار جاؤں گا''-----

جب فرد اور جماعت اس جذبۂ ایمانی سے سرشار ہوتے ہیں تو ان کا جذبۂ عزت نفس، حمیت اور خودی پوری طرح بیدار ہو جاتا ہے۔ پھر ایک خدا کے سامنے جھکنے والی امت کے سر کٹ تو سکتے ہیں مگر معبودان باطلہ کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کا یہ ارشاد ہمارے لئے مشعل راہ ہے:

''جس نے برضا ورغبت ذلت کو قبول کرلیا، وہ ہم میں سے نہیں'' -----

مقاطعہ بنو ہاشم پر نظر ڈالو، تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ محمد ﷺ، بنو ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یک لخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں گے کہ نہ کوئی شخص بنو ہاشم سے نکاح کرے اور نہ ان سے میل جول رکھے، جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ اس حصار میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کر زندگی بسر کی، کھال کے سوکھے ٹکڑوں پر گزارا کیا۔

اور ایک خاص غور طلب تدبیر کفار کی جانب آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکے آتا تو ابولہب یہ اعلان عام کرتا کہ کوئی تاجر اصحاب محمد ﷺ کو کوئی چیز عام نرخوں پر فروخت نہ کرے بلکہ ان سے ''اضعافا مضٰعفة'' کی قیمت لے اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ صحابہ خریدنے کے لئے آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ ایک طرف اپنی تہی دستی تو دوسری طرف کفار کی یہ چیرہ دستی، بھوک سے نڈھال بچوں کا تڑپنا اور بلبلانا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا اور پوری جرأت و عزم کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہنا، خود انحصاری کی ایسی مثال تاریخ عالم میں بہت کم نظر آئے گی۔

جن قوموں میں فقر و فاقہ کو برداشت کر کے اللہ رب العزت کے عطا کردہ وسائل پر انحصار کرنے کا یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے تو انقلابات زمانہ ان کے قدم چومتے ہیں۔ درحقیقت یہ فاقہ مستیاں ہی ان کے اندر جینے کا حوصلہ اور ترقی کا زینہ طے کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں۔ یہ فقر غیوران کے لئے طعنہ نہیں بلکہ فخر و مباہات کا نشان بن جاتا ہے۔ دنیائے فکر کا عظیم راہ نورد حکیم الامت علامہ اقبال اسی جانب ہماری توجہ مبذول کراتا ہے:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دل گیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر سے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی، سرمایہ شبیری

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰات والتسلیمات ایک مسلم فرد سے لے کر اجتماعی طور پر پوری ملت اسلامیہ کو خودداری اور عزت نفس کا پاسبان دیکھنا چاہتے ہیں۔ فرد کو تبذیر اور اسراف سے اسی لئے منع فرمایا تاکہ وہ اپنے محدود وسائل میں رہ کر باعزت زندگی گزار سکے اور کسی دوسرے کا دست نگر نہ بنے۔

کس نہ باشد در جہاں محتاج کس

نکتۂ شرع مبیں این است و بس

ذرا غور تو کیجئے! تھوڑی دیر کے لئے اپنی توجہ اپنے گھر بار، کاروبار زندگی، سب کچھ چھوڑ کر مدینۃ النبی ﷺ میں پہنچنے والے جان نثاران محمد ﷺ کی اس قدسی صفت جماعت پر نظر ڈالیے، نہ گھر، نہ جائے داد، نہ ذریعۂ روزگار، لیکن امت کا معماران میں جینے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے، اپنے وسائل کو بروئے کار لانے کی ہمت سے نوازتا ہے، توکل علی اللہ کی دولت لازوال سے سرفراز کرتا ہے، تو پلٹ کر دیکھو تو سہی کہ مکے سے چھپ کر نکل آنے والے دس سال بعد کس شان سے مکے کی گھاٹیوں کو عبور کرتے ہوئے حدود حرم میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہی مکہ جس کے تپتے ہوئے ریگزاروں پر بلال و یاسر کو ننگے جسموں کے ساتھ تڑپایا جاتا تھا، جہاں کبھی ان مظلوموں کی دل دوز چیخ و پکار سنائی دیا کرتی تھی، اسی مکہ کے دشت و جبل سے آج اللہ رب العزت کی تکبیر و تقدیس کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔

یہ سحر جو کبھی فردا ہے، کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا [اقبال]

مجھے یہ کہنے میں ذرا برابر تامل نہیں کہ مسلمان صرف اپنی ذات پر بھروسہ نہیں کرتا، اس کے اعتماد اور خود انحصاری کی بنیاد پر اللہ انحصاری کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس کے ارادوں کی مضبوطی توکل علی اللہ کے عقیدہ محکم میں پنہاں ہوتی ہے۔ اگر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ زہر کی پڑیا کو منہ میں ڈال لیتے ہیں، اگر قادسیہ کے غازی اپنے گھوڑے دریا کی لہروں کے سپرد کر دیتے ہیں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکناف عالم میں اسلام کا پھریرا لہراتے ہیں تو ان کے جسم و جاں میں خون کی طرح یہ عقیدہ گردش کرتا ہے:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾-----

''اگر مدد فرمائے تمہاری اللہ تعالیٰ تو کوئی غالب نہیں آ سکتا تم پر اور اگر ساتھ چھوڑ دے وہ تمہارا تو کون ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو''-----

ہمارے آقا، ہمارے ہادی وراہنما محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی ان تعلیمات کے لئے خود اپنی ذات کو نمونۂ عمل کے طور پر پیش کیا۔

ایمان والوں نے زبان نبوت سے اپنے وسائل تک محدود رہنے کا صرف درس نہیں سنا بلکہ وہ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، جس کے اشارۂ ابرو پر مردان عرب اپنی گردنیں کٹانا دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے تھے، انہیں اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے بھی دیکھا۔ خندق کھودنے والے قدسی صفت صحابہ نے اس فلک پیر کے نیچے یہ منظر بھی دیکھا کہ پیغمبر اللہ ﷺ اپنے سر اقدس پر مٹی کی ٹوکری اٹھائے آرہے ہیں۔

سرور کونین ﷺ نے وسائل میں محدود رہنے کا درس دیا تو اپنے کاشانۂ نبوت کا یہ نمونہ پیش کیا کہ کئی کئی دن تک چولہا جلانے کی نوبت نہ آئی۔

آج بھی اگر عمائدین حکومت اپنے نمونۂ عمل کے ساتھ اللہ انحصاری پر مبنی خود انحصاری کے جذبے کا عملی نمونہ پیش کریں اور امت، فرامین رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں ''وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ'' کا نعرہ بلند کر کے قومی تعمیر نو کے عمل میں شب و روز اپنی اللہ داد صلاحیتوں کو صرف کرے تو یہود و ہنود، کوئی بھی دشمن اسلام رحمۃ للعالمین ﷺ کی اس امت کے مقابلے میں صف آرا نہیں ہو سکتا۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

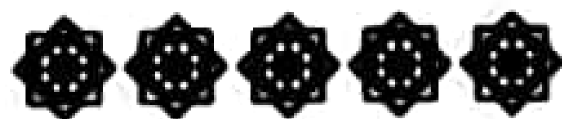
تبوک میں پیش آنے والا وہ واقعہ میرے سامنے ہے کہ جب مسلم سپاہ کے پاس کھانے کے لئے کچھ باقی نہ رہا اور اونٹ ذبح کرنے کی تجویز زیر غور آئی تو سرکار ﷺ نے ہر مسلم سپاہی سے جو کچھ اس کے پاس تھا، اسے بارگاہ نبوت ﷺ میں لانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ سپاہیوں کے پاس جو کچھ

بھی تھا، جب وہ پیش کر چکے، تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے نبوت کے ہاتھ بارگاہ الوہیت میں دعا کے لئے بلند کر دیئے۔ سب کے برتن غلے سے بھر گئے اور کچھ غلہ وافر مقدار میں بچ بھی گیا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اے راہنمایان قوم! اے دانش وران عظام! میں اقبال کا یہ پیغام آپ کی خدمت میں پہنچانے کی جسارت کر رہا ہوں کہ اپنے گرد پیش کو دیکھیے، اللہ کے باغیوں کی حق پرستوں کو مٹانے کی سازشوں کی پروانہ کیجئے اور "وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ" کے فرمان رب پر عمل کیجئے، حُبِّ رسول ﷺ کی شمع کو اپنے سینوں میں فروزاں کیجئے، لا الہ الا اللہ کا صبح و شام ورد کیجئے، اللہ جل شانہ اپنی نصرت و اعانت کا کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا:

خودی کا سر نہاں، لا الٰہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں، لا الٰہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لا الٰہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب سود و زیاں، لا الٰہ الا اللہ
یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں، لا الٰہ الا اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری!
نہ ہے زماں، نہ مکاں، لا الٰہ الا اللہ
یہ نغمہ، فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لا الٰہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں، لا الٰہ الا اللہ [اقبال]



اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی

مولانا محمد نعیم برکاتی، انڈیا

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ وا [۱]

اس شعر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے سرکارِ مدینہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اس حسین و مبارک معجزہ کی دل کش تصویر کھینچی ہے، جو دورِ رسالت مآب ﷺ میں مختلف موقعوں پر مختلف جگہ پیش آیا۔ چنانچہ امام اہل سنت قدس سرہ اس شعر میں فرماتے ہیں:

رحمت عالم نورِ مجسم ﷺ کی مقدس انگلیاں، فیض کا چشمہ ہیں، جن پر پیاسے صحابہ خوب زور وشور سے ہجوم کیے ہوئے ہیں اور جھوم کر اس فیض پر ٹوٹ پڑے ہیں اور آپ ﷺ کی مبارک و مقدس انگلیاں، رحمت کے سمندر کی پانچ کیا ہی خوب ندیاں ہیں۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے اس شعر میں حضور ساقیٔ کوثر ﷺ کی پانچ انگلیوں کے لیے ''پنج آبِ رحمت'' کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے۔ سبحان اللہ!

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے مشہورِ عالم، سلام میں اس معجزے کو یوں بیان فرمایا ہے:

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام [۲]

سرکارِ کائنات ﷺ کے اس معجزے کا بیان صحیح بخاری و مسلم میں کئی جگہ ذکر ہوا ہے، چنانچہ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے سالم رضی اللہ عنہ سے اور سالم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ کے روز لوگ پیاس سے دوچار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور چمڑے کا ایک چھوٹا سا برتن رکھا ہوا تھا، جس سے آپ وضو فرما رہے تھے۔ لوگ اس کی طرف تیزی سے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے:

"یا رسول اللہ! ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہیں ہے، بس وہی جو آپ کے برتن میں ہے"---

راوی[۳] کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے برتن میں اپنا دستِ کرم رکھ دیا تو آپ کی انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ نکلا، جسے ہم نے پیا اور وضو کیا۔ سالم نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس روز آپ کتنے حضرات تھے؟ فرمایا:

"اگر لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کے لیے کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو (۱۵۰۰) تھے"---[۴]

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خوش نصیب تھے یہ حضرات جنھیں اس پانی سے وضو نصیب ہو گیا، جس سے ان کے ظاہر و باطن دونوں پاک ہوئے۔ تمام پانیوں سے حتیٰ کہ آبِ زم زم سے بھی یہ پانی افضل تھا"---[۵]

لیکن اس کے باوجود بھی مولوی اشرفعلی تھانوی نے حضور سید عالم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی نکلنے کے معجزہ کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

اس واقعہ کے معجزہ ہونے کو اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا، حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک پیالہ میں پانی منگا کر اپنا دستِ مبارک اس میں رکھ دیا تو پانی ابلنے لگا، حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلتا ہوا نظر آتا تھا، اس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ لحم و شحم سے پانی نکلتا تھا، بلکہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک رکھ دینے سے وہ پانی بڑھنے لگا اور جوش مارنے لگا اور انگلیوں کے درمیان سے اس کا ابلنا نظر آتا تھا۔ اب جن صاحب نے اس معجزہ کے اعجاز کو اس بات پر موقوف کیا ہے کہ پانی لحم و شحم سے نکلتا تھا جس کا کچھ ثبوت نہیں تو گویا در پردہ وہ اس اعجاز کے معجزہ ہونے کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ لحم و شحم سے پانی نکلنا ثابت ہی نہیں"---[۶]

اس لیے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا شعر کی مدلل و مستند تشریح قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ہم نے مناسب سمجھا، تاکہ کسی شخص کو سرکار ﷺ کے اس کھلے معجزہ اور اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر ذرہ برابر بھی شائبہ نہ رہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے کہ تھانوی صاحب کا تو یہ عقیدہ ہے کہ "لحم وشحم سے پانی نہیں نکلتا" لیکن ان سے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب لحم وشحم سے پانی نہیں نکلتا ہے تو پھر پسینہ کہاں سے نکلتا ہے؟ جب یہ بھی لحم وشحم (گوشت و پوست) سے نکلتا ہے اور یہ تسلیم بھی ہے تو افسوس ہے ان کی اس اندھی وگندی عقیدت پر جو کہ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ "اس واقعہ کے معجزہ ہونے کو اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں اور لحم وشحم سے پانی کا نکلنا ثابت ہی نہیں" گویا کہ یہ تھانوی صاحب کی کتب احادیث وسیر سے نابلد ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیوں کہ محققین کی ایک بڑی جماعت نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کا یہی مطلب لیا ہے کہ وہ پانی حضور اقدس ﷺ کی مقدس انگلیوں سے نکلتا تھا۔

چنانچہ شارح صحیح مسلم حضرت علامہ امام یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۶ھ) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و نقله القاضی عن المزنی و اکثر العلماء ان معناه ان الماء کان یخرج من نفس اصابعه صلی الله علیه وسلم و ینبع من ذاتها---[۷]

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزنی اور اکثر علما سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پانی خود آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں سے نکل رہا تھا"---

اور حضرت علامہ امام زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و لم یسمع بهذه المعجزة عن غیر نبینا صلی الله علیه وسلم حیث نبع الماء من بین عظمه و عصبه و لحمه و دمه---[۸]

اور یہ معجزہ سوائے ہمارے نبی پاک ﷺ کے کسی اور نبی کے بارے میں نہیں سنا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون میں سے پانی جاری ہوا"---

شارح صحیح بخاری علامہ امام بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے کہا کہ امام قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کے سوا کسی نبی سے ایسا معجزہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی نبی کی ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت پوست سے پانی جوش مار کر نکلا ہو۔[۹]

نیز آگے ایک اور مقام پر حضرت علامہ زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نبع الماء من بین عظمه و عصبه و لحمه و دمه---[۱۰]
''آپ ﷺ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی جاری ہوا''---
صاحب ''مواہب اللدنیہ'' حضرت علامہ امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) نقل فرماتے ہیں:

انه نبع من نفس اللحم الکائن فی الاصابع---[۱۱]
''آپ ﷺ کی انگلیوں کے گوشت سے پانی جاری ہوا''---
حضرت علامہ امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:
''یہ کہنا صحیح تر ہے کہ انگلیوں کے گوشت سے پانی نکلتا تھا کیوں کہ اس میں معجزہ کی عظمت ہے''---[۱۲]
حافظ کبیر حضرت علامہ امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے فرمایا:
''نبی کریم ﷺ کے انگشتانِ مبارکہ سے پانی کا پھوٹ پڑنا نبوت کی نشانیوں میں سے عجیب تر نشانی اور معجزات میں سے واضح ترین معجزہ اور ثبوت رسالت سید الانبیاء ﷺ کے دلائل میں روشن ترین دلیل ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ڈنڈے کی ضرب کے ساتھ پتھر سے پانی جاری کر دیا تھا، بلکہ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے، کیوں کہ پتھر سے پانی کا پھوٹ پڑنا اتنا حیران کن نہیں جتنا گوشت اور ہڈی کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا عجیب تر ہے:

لان نبع الماء من بین اللحم و العظم اعجب و اعظم من خروجه من الحجر''---[۱۳]
اسی طرح ایک اور جگہ حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:
''اگر تم کہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے میدانِ تیہ میں پتھر پر اپنا عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو ہم کہیں گے کہ محمد ﷺ کے لیے اس کی مثل اور اس سے عجیب تر معجزہ موجود ہے، کیوں کہ پتھر سے پانی پھوٹ پڑنا انسان کے لیے جانی پہچانی چیز ہے، مگر گوشت، ہڈی اور خون میں سے پانی نکل آنا اس سے کہیں عجیب تر ہے''---[۱۴]
کیوں کہ پتھروں سے تو پانی نکلتا ہی رہتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل شانہ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ﴾---[۱۵]

''اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے''---[۱۶]

شارح صحیح بخاری وصاحب مواہب اللدنیہ حضرت امام احمد بن محمد بن ابوبکر الخطیب قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا ایسا واقعہ ہے، جو مختلف مواقع پر ظہور پذیر ہوا ہے اور ایک ایسا عظیم مشاہدہ ہے، جو مختلف طریقوں سے مذکور ہے، جس سے مجموعی طور پر اس واقعہ کے بارے میں قطعی علم حاصل ہوتا ہے، جو تواتر معنوی کی ذیل میں آتا ہے اور جس کا وقوع رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کسی سے منسوب نہیں، کیوں کہ آپ کے اعصاب، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی پھوٹ بہا تھا۔ المزنی کا قول ہے کہ آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کا پھوٹ بہنا، پتھر سے پانی کے پھوٹ بہنے سے عظیم تر معجزہ ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو عصا مار کر پانی جاری کر دیا تھا، کیوں کہ پتھروں سے پانی کا اجراء معمول کے مطابق ہے، بخلاف اس کے، آپ ﷺ کے گوشت اور خون سے پانی کا اجراء، آپ ﷺ کی برکت، چھونے اور دعا کا کرشمہ ہے''---[۱۷]

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارکہ ہے:

﴿وَ اِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ. فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا﴾---[۱۸]

امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے کہ ایک چھوٹے سے پتھر سے بہت سے لوگوں کے لیے پانی حاصل ہو جاتا اور ہمارے نبیٔ کریم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تو اس سے بھی بہت بڑا معجزہ ہے، کیوں کہ آپ کی انگشتان مبارک سے پانی جاری ہو گیا تھا، جس سے ایک جم غفیر نے اپنی پیاس بجھائی، کہ پتھر سے پانی کے جاری ہو جانے سے خون اور گوشت سے پانی کا

جاری ہو جانا بہت بڑا امر ہے"---[۱۹]

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ، فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا،﴾---[۲۰]

"اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا، اس پتھر پر اپنا عصا مارو، فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے"---[۲۱]

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا،﴾---[۲۲]

"اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ (علیہ السلام) کو، جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو، تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے"---[۲۳]

ان آیات قرآنیہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے برکت کا ظاہر ہونا مسلّم فرمانے کے بعد مصنف کتاب "رحمۃ للعالمین" قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"اب عہدِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بھی آشکار ہو جائے، پتھریلی زمین کی جگہ اب گوشت پوست میں سے پانی کے نکلنے کا عجیب ترین معجزہ ظہور میں آتا ہے"---[۲۴]

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزۂ لاثانی کی خبر آج سے ہزاروں سال قبل انبیائے سابقین کے مبارک کلام میں بھی دے دی گئی تھی۔ چنانچہ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"میں یہ بھی عرض کروں گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ اور اس خصوصیت لاثانی کی خبر بھی انبیائے پیشیں کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔ چنانچہ یسعیاہ میں ہے، خداوند خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا"---[۲۵]

اور یہ ظاہر بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ خشک بیابانوں ہی میں ظہور میں آیا، جیسے غزوۂ حدیبیہ میں، مقامِ زوراء پر اور ایک سفر کے دوران وغیرہ۔

خاتم المحققین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک کے ذریعہ پتھر پر عصا مارنے سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے مگر اس میں شک نہیں کہ انگلیوں سے پانی نکلنا پتھر سے پانی نکلنے کے اعجاز کے مقابلہ میں زیادہ بلیغ ہے کیوں کہ پتھر سے پانی عادۃً نکلا ہی کرتا ہے، بخلاف گوشت و پوست اور ہڈیوں سے پانی نکل لنے کے''---[۲۶]

امام المحدثین حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے سے بڑھ کر ہے، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے وقوع پذیر ہوا کیوں کہ یہ پتھر کی عادات میں سے ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ﴾---[۲۷]

''اور بے شک پتھروں میں سے بعض وہ ہیں جن سے پانی جاری ہوتا ہے''---

لیکن گوشت اور خون سے پانی جاری ہونا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کے لیے ثابت نہیں:

و امّا من لحم و دم فلم يعهد من غيره صلى الله عليه و سلم---[۲۸]

حضرت علامہ امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هذه المعجزة اعظم من معجزة موسٰى عليه السلام اذ نبع له الماء من الحجر لانّه معتاد و اما خروجه من لحم و دم فلم يعهد---[۲۹]

''یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے عظیم تر ہے کیوں کہ ان کے لیے پتھر سے پانی جاری ہونا ثابت ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خون اور گوشت سے پانی جاری ہونا ثابت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کے لیے ثابت نہیں''---

عاشق رسول حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کہا جائے کہ میدانِ تیہ میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء کو ایک پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس سے زیادہ تعجب خیز معجزہ ثابت ہے کیوں کہ پتھروں سے پانی کا نکل آنا تو عام مشاہدہ ہے، لیکن گوشت، خون اور ہڈیوں سے پانی کے چشمے کا جاری ہونا کتنی تعجب خیز بات ہے''---[۳۰]

امام کبیر، سلطان العلما حضرت علامہ مولانا عز الدین بن عبد السلام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۶۰ھ) شہرۂ آفاق تصنیف ''هداية السول في تفضيل الرسول'' میں فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ کے معجزات میں سے کتنے ہی معجزے ایسے ہیں جو دوسرے انبیا کرام کے معجزات سے زیادہ واضح ہیں اور ان میں زیادہ اعجاز پایا جاتا ہے، مثلاً آپ ﷺ کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی جاری ہونا، یہ پتھر سے پانی بہ نکلنے کی نسبت عادت کے زیادہ خلاف ہے کیوں کہ بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن سے پانی نکلتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی بہ نکلنے والا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے چشمے جاری ہونے والے معجزے سے زیادہ فضیلت و عظمت رکھتا ہے''---[۳۱]

قرآن حکیم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾---[۳۲]

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر کبیر حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''وہ معجزات جو سرورِ کون و مکاں ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ظاہر ہوئے، جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، ایسے معجزات کو کلمات اللہ کہا جاتا ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عجیب و غریب طریقے سے ہوئی، جو خلافِ عادت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کلمۃ اللہ کہا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے معجزات، جب کہ عجیب و غریب بھی ہیں اور عادت کے خلاف بھی، تو انہیں کلمۃ اللہ کیوں نہ کہا جائے گا؟ پس اس لحاظ سے یؤمن باللّٰہ و کلماتہ کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ان معجزات پر بھی ایمان لائے جو حضور فخر موجودات ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ظاہر ہوئے''---[۳۳]

لیکن اس کے باوجود، اشرفعلی تھانوی نے سرکار ﷺ کے اس معجزہ (کلمۃ اللہ) کا انکار کیا ہے اور اپنی بے ایمانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

امام باجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ''سنن الصالحین و سنن العابدین'' میں روایت فرمایا ہے کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا، اگر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال سے نوازا کہ ان کو وہ پتھر عطا فرمایا تھا جس سے چشمے جاری ہو جاتے تھے تو وہ

آپ ﷺ کے اس کمال سے زیادہ تعجب خیز نہیں جب کہ آپ ﷺ کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی کے چشمے ابل پڑے تھے۔ صلی اللّٰہ علیک"---[۳۴]

امام شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۹۴ھ) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "طہارت القلوب" میں ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ متعدد دفعہ آپ ﷺ کی (دعا کی) برکت سے آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی جاری ہوا، یہ بہت سی احادیث صحیحہ میں آیا ہے.......... یہ معجزہ قطعی الثبوت اور معجزۂ شق القمر کی طرح آپ ﷺ کے خصائص سے ہے"---[۳۵]

شارح صحیح مسلم حضرت علامہ امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۶۷۶ھ) اپنی مایۂ ناز تصنیف "تہذیب الاسماء واللغات" میں ایک جگہ یوں نقل فرماتے ہیں:

"قرآنِ مقدس کے علاوہ آپ ﷺ کے معجزات کا تو احاطہ ہی ناممکن ہے، اس لیے کہ وہ اس تعداد میں ہیں جن کا شمار ہو ہی نہیں سکتا اور وہ دن بہ دن ترقی پر ہیں، البتہ میں آپ کے شمار کردہ معجزات میں سے چند (مشہور) مثالیں پیش کرتا ہوں:

(۱)......قرآن حکیم (۲)......چاند کا پھٹنا

(۳)......حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی بہنا......الخ"---[۳۶]

امام بوصیری رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے قصیدۂ بردہ شریف میں اس کی کیا ہی خوب تشریح فرمائی ہے:

و کُلّ ایٍ اتی الرُّسل الکرام بھا

فانما اتصلت من نورہ بھم

فانہٗ شمس فضل ھم کواکبھا

یظھرن انوارھا للناس فی الظلم [۳۷]

"اور جس قدر معجزے کہ بزرگ رسولوں نے دکھائے، وہ سب ان کو حضور پُرنور ﷺ کے نور سے حاصل ہوئے کیوں کہ حضور اقدس ﷺ فضیلت کے آفتاب ہیں اور دوسرے پیغمبر اس آفتاب کے ستارے ہیں، جو اسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لیے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے ہیں"---

چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدالمرسلین ﷺ کی روحِ انور کو پیدا کیا اور اسے خلقت

نبوت سے سرفراز فرمایا پھر دیگر روحوں کو پیدا کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور ان سے آپ ﷺ کی اتباع کا عہد لیا کہ اگر آپ کے زمانے کو پائیں تو ان کی پیروی کریں اور ان کی مدد کریں۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ......... الآیة﴾---[۳۸]

جب پیغمبروں کی روحوں نے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکمیل کی تو حضور پر نور ﷺ کا نورِ روحانی ان پر چمکا اور ان پر معجزات کے ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی۔ اس طرح دنیا میں ہر ایک پیغمبر کے معجزات، حضور انور ﷺ کے نور کے فیضان سے ظہور میں آئے۔[۳۹]

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا شعر کی تشریح فرماتے ہوئے علامہ ابن مرزوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"مذکورۃ الصدر اشعار کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبرانِ اسلام علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی معجزہ ملا تو وہ انھیں سیدِ عالمیان محمد رسول اللہ ﷺ کے نور ہی سے حاصل ہوا۔ امام ادیب بوصیری قدس سرہ کا یہ مصرعہ کتنا ہی عمدہ ہے۔ "فانما اتصلت من نورہٖ بھم" (جس کا مطلب یہ ہے) کہ جب سے حضور سید عالم ﷺ پر نورِ ازلی کا فیضان ہوا تو وہ اس وقت سے مسلسل آپ ﷺ کے ساتھ بلا کم و کاست ساتھ رہا (اور اس سے کوئی شئی گھٹی نہیں) یہی وجہ ہے کہ سب پیغمبروں کے معجزات آپ ﷺ کے ہی نور کا پرتو تھے، کیوں کہ آپ ﷺ فضل و شرف کا آفتاب ہیں اور سب انبیائے کرام علیہم السلام اس آفتابِ نبوت کے جگمگاتے ستارے ہیں یعنی ظلمتوں میں لوگوں کو اپنی تابانیاں دکھانے والے یہ درخشندہ ستارے اسی آفتاب کے انوار کا مظہر ہیں"---[۴۰]

صاحب "مواہب اللدنیہ" امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی اس تصنیف لطیف کے چوتھے مقصد میں حضور سید عالم ﷺ کے خصائص و فضائل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور حضور سید عالم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹنا بھی خصائص سے ہے اور اس کی مثل دیگر انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے"---[۴۱]

حافظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"چاند آپ ﷺ کے اشارے سے شق ہوا، پتھروں نے آپ پر درود و سلام

پڑھا، کھجور کا تنا آپ کے لیے رویا، آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹا اور یہ تمام چیزیں حضور اقدس ﷺ کے علاوہ کسی نبی کے لیے ثابت نہیں، یہ ابن عبدالسلام نے بیان کیا ہے"---[۴۲]

سرکار ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کا جو چشمہ پھوٹا، اس مبارک پانی کی عظمت کو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مشہور فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" میں بھی بڑے ہی پیارے اور دل کش انداز سے بیان فرمایا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

فتاویٰ رضویہ کے رسالہ "النور و النورق لاسفار الماء المطلق" میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے پانی کی تین سو پچاس (۳۵۰) قسمیں بیان فرمائی ہیں اور اس کے احکام ذکر کیے ہیں۔ اس رسالہ کی ابتداء میں آبِ زم زم کا حکم بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس کے ساتھ استنجا کرنا مکروہ ہے کیوں کہ وہ ایک مقدس پانی ہے" یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انھیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زم زم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے کیوں کہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آبِ زم زم سے بلکہ آبِ کوثر سے بھی افضل ہے، اس پانی کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب سے اعلیٰ سب سے افضل، دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، زم زم سے افضل، کوثر سے افضل، وہ مبارک پانی ہے جو کہ بارہا، برائے اعجاز حضور انور سیدِ اطہر ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا"---
علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زم زم وکوثر سب سے افضل ہے مگر اب وہ کہاں نصیب!"---[۴۳]

اللہ اکبر! کیا عجب انداز ہے! حرف حرف عشقِ مصطفیٰ کی خوش بو سے مہک رہا ہے اور آخری جملہ "اب وہ کہاں نصیب!" میں جو حسرت کی دنیا پنہاں ہے اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ نیز مصنف کتاب "رحمۃ للعالمین" قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے بھی لکھا ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس پانی کو حیّ علی الطهور المبارک و البرکة من الله[۴۴] فرمایا، یعنی اس پانی کو پاک، مبارک اور برکت والا فرمایا۔ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ برکت وعزت میں آبِ زم زم سے بڑھ کر وہ پانی تھا جو حضور اقدس ﷺ کی انگلیوں میں سے نکلا تھا۔[۴۵]

کیوں کہ آبِ زم زم کو یہ فضیلت بھی اگر ملی ہے تو انہی آقا ﷺ کے جوتے مبارک ہی کے صدقہ

میں، ہمیں بھیک دینے والے آقا ﷺ کے لعاب دہن ہی کا یہ صدقہ ہے کہ اس پانی کو یہ افضلیت ملی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زم زم کی طرف تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے لیے ڈول نکالا، حضور اقدس ﷺ نے نوش فرمایا، پھر اس میں کلی فرمادی، پھر اُسے ہم نے زم زم میں انڈیل دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے تو میں اپنے ہاتھ سے نکالتا"---[۴۶]

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے۔[۴۷]

نیز شیخ احمد شاکر نے مسند کی شرح میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔[۴۸]

ایک اور جگہ امام محمد بن عبد اللہ ازرقی نے ابن طاؤس کے طریق سے اور وہ اپنے باپ سے مرسل طور پر روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیا، پھر مضمضہ (کلی) کر کے ڈول میں ڈال دیا اور حکم دیا تو اسے زم زم میں ڈال دیا گیا۔[۴۹]

عبد الجبار بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آبِ زم زم کا ڈول لایا گیا تو رسول اقدس ﷺ نے مضمضہ (کلی) کیا تو اسے منہ سے ڈول میں ڈال دیا، اس میں مشک (کستوری) سے زیادہ خوش بو تھی[۵۰] اسے حمیدی نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور شیخ ساعاتی نے اسے "بلوغ الامانی فی اسرار الفتح الربانی" میں صحیح قرار دیا ہے۔[۵۱]

نیز اس حدیث میں لفظ المج آیا ہے، جس کا معنی ہے "منہ بھلا کر پھونک کے ساتھ منہ سے پانی چھوڑنا"۔[مشارق الانوار، جلد اوّل، صفحہ ۳۸۴]

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی نے اپنی کتاب "اعلاء السنن" میں لکھا ہے:

"اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے منہ مبارک سے نکلے ہوئے پانی (لعاب) کی برکت زم زم کی برکت پر غالب ہے، لہٰذا آبِ زم زم کو برکت پر برکت حاصل ہو گئی اور لذت پر لذت، شفاء پر شفاء، نور پر نور، پاکیزگی پر پاکیزگی حاصل ہوئی کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ڈول میں کلی فرمائی اور اُسے آبِ زم زم کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا ہے۔ تو حضور اپنی اُمت پر کس قدر رحیم و رؤف تھے کہ آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ جو آپ کے بعد آئیں آپ کی اُمت میں سے تا قیامت وہ آپ کے جوٹھے کی فضیلت و برکت سے محروم رہیں اور آپ کی پاکیزگی کی برکت سے محروم رہیں۔

پس ہم اپنے ماں باپ سمیت آپ پر فدا ہو جائیں آپ پر اور آپ کی آل، اصحاب اور احباب، سب پر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو"---[۵۲]

حضور ہادیٔ برحق ﷺ کی مقدس انگلیوں سے نکلنے والے مبارک ومطہر پانی کی عظمت بیان فرماتے ہوئے حضرت علامہ امام بیجوری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم...... الخ---[۵۳]

"کائنات کے تمام پانیوں میں افضل پانی، آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی مقدس انگلیوں کے چشمے سے نکلا ہوا پانی ہے"---

فتاویٰ مغنی المحتاج میں ہے:

و ما نبع من بین اصابعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من المآء او من ذاتھا علٰی خلافھا فیہ و الارجح الثانی و ھو افضل المیاہ مطلقا......الخ---[۵۴]

"اور فضیلت سب سے زیادہ اُس پانی کی ہے جو آقائے کائنات ﷺ کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا، مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ پانی جو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا وہ بذاتِ خود پہلے ہی فضیلت والا تھا یا اُس کو ان انگلیوں کی ذاتِ پاک کے ساتھ لگنے کی وجہ سے فضیلت تامّہ کلّیہ ملی؟ تو تمام علماءِ اُمت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ذاتِ پاک کے ساتھ لگنے کی وجہ سے فضیلت اور شان اُسے ملی اور اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے"---[۵۵]

یہ معجزہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں کئی بار ظہور میں آیا، جیسے غزوۂ حدیبیہ میں، جس وقت حاضرین کی تعداد پندرہ سو تھی، دوسرا مقام زوراء پر، جس وقت حاضرین کی تعداد تین سو یا تین سو کے لگ بھگ تھی، تیسرا عصر کے وقت، جہاں چودہ سو یا پندرہ سو لوگ تھے اور چوتھا ایک سفر کے دوران، جہاں پر ستّر یا ستّر کے لگ بھگ افراد تھے۔ وغیرہ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم لوگ معجزات کو عذاب سمجھتے ہو، ہم عہد رسالت ﷺ میں انھیں باعث برکت سمجھا کرتے تھے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ (ایک مرتبہ) آپ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی

پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

وضو کے مبارک پانی اور آسمانی برکت کی طرف آؤ، یہاں تک کہ ہم سب نے وضو کر لیا"---[۵۶]

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[۵۷]

محدث کبیر حافظ امام ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور سفر غزوۂ حدیبیہ کا سفر تھا۔[۵۸]

صحیح بخاری میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا اور آپ زوراء[۵۹] کے مقام پر تھے، آپ ﷺ نے برتن کے اندر اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگشت ہائے مبارک کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، آپ کتنے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔[۶۰]

صحیح بخاری ہی میں ایک اور جگہ حضرت سالم بن ابوالجعد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا لیکن (وضو کے لیے) تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ نہ تھا، جو ایک برتن میں جمع کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا اور پھر انگشت ہائے مبارک کھول دیں، پھر ارشاد فرمایا کہ وضو کرنے والے آئیں اور اللہ کی برکت سے فائدہ اٹھائیں۔ پس میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے، پس لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا۔ چنانچہ میں نے اپنا پیٹ بھرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی کیوں کہ میرے نزدیک وہ پانی متبرک تھا، پھر میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ اس روز آپ کتنے حضرات تھے؟ انھوں نے فرمایا، چودہ سو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی روایت کرنے میں عمرو بن دینار نے حضرت سالم کی متابعت کی۔ حصین اور عمرو بن مُرّہ نے سالم کے ذریعہ اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پندرہ سو حاضرین کی روایت کی ہے، نیز حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں حضرت سالم کی متابعت کی ہے۔[۶۱]

حضرت اسحاق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب کہ عصر کی نماز کا وقت قریب آ گیا تھا، پانی تلاش کیا گیا مگر لوگوں نے کہیں بھی پانی نہ پایا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس تھوڑا سا پانی پیش کیا گیا، آپ نے اس برتن میں اپنا دست اقدس رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کریں، میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے پھوٹ رہا تھا، لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا حتیٰ کہ سب نے وضو کر لیا۔[۶۲]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کسی سفر کے لیے نکلے اور شمع نبوت کے ساتھ اس کے کچھ پروانے بھی تھے، وہ برابر چلتے رہے، یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا، لیکن وضو کے لیے پانی نہیں مل رہا تھا، ان میں سے ایک شخص چلا گیا اور پیالے میں تھوڑا سا پانی لے آیا، نبی کریم ﷺ نے اسے لے کر وضو فرمایا، پھر اپنی چار انگلیاں پیالے کے اوپر رکھتے ہوئے فرمایا:

کھڑے ہو جاؤ اور وضو کرو، لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ سارے لوگ وضو کر چکے اور وہ ستر یا اس کے لگ بھگ تھے" ---[۶۳]

حضرت حمید رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نماز کا وقت ہو گیا تو جن حضرات کے گھر مسجد کے قریب تھے وہ وضو کرنے چلے گئے اور کتنے ہی افراد وہیں رہ گئے، پس نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک پتھر کا برتن پیش کیا گیا، جس کے اندر پانی تھا، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پانی میں ڈال دیا لیکن برتن چھوٹا ہونے کی باعث ہاتھ کھلتا نہ تھا تو انگلیوں کو ملا کر برتن میں ڈالا گیا اور سارے ہی حاضرین کو وضو کروا دیا گیا، میں (حضرت حمید) نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے) پوچھا، وہ کتنے افرد تھے؟ فرمایا، اسّی (۸۰) آدمی تھے" ---[۶۴]

علامہ ابن قیم جوزی نے لکھا ہے:

"اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وضو کے پانی کے لیے فرمایا، چنانچہ پانی لایا گیا، آپ نے فرمایا" جابر اِس کو لو اور بسم اللہ کہہ کر گرانا شروع

کرو!" حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بسم اللہ کہہ کر گرانا شروع کیا، میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی ابلنا شروع ہوا" ---[۶۵]

ان احادیث کے متن اور تعین مکان میں واضح مغایرت ہے اور وضو کرنے والوں کی تعداد بھی مختلف ہے حتیٰ کہ مختلف اسانید سے یہ احادیث مروی ہیں، جس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ متعدد واقعات ہیں، جو متفرق مقامات پر ظہور پذیر ہوئے۔

چنانچہ شارح صحیح بخاری حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ حضور سید عالم ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی نکلنا کئی مواضع میں ظہور پذیر ہوا ہے اور اکثر مقامات پر یہ دیکھنے میں آیا ہے، نیز کئی طریقوں اور مختلف اسانید سے یہ احادیث مروی ہیں، جو حتمی طور پر یقینی علم پر دلالت کرتی ہیں، یہ اگرچہ اخبار احاد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی نبی سے ایسا معجزہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی نبی کی ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت سے پانی جوش مار کر نکلا ہو" ---[۶۶]

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ وا

حوالہ جات

۱......حدائق بخشش، حصہ اوّل
۲......حدائق بخشش، حصہ دوم
۳......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۴......صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیہ/ صحیح بخاری، کتاب الانبیا، باب علامات النبوۃ فی الاسلام
۵......مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للقاری، باب فی المعجزات، الفصل الاوّل/ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۸، صفحہ ۱۸۲
۶......شکر النعمۃ، صفحہ ۳۴
۷......شرح صحیح مسلم للنووی
۸......زرقانی علی المواہب، مقصد معجزات، جلد ۵، صفحہ ۱۵۲
۹......عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بحوالہ تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری، جلد ۵، صفحہ ۴۴۸
۱۰......زرقانی علی المواہب مقصد معجزات، جلد ۵، صفحہ ۱۵۸
۱۱......المواہب اللدنیہ مقصد معجزات (زرقانی، جلد ۵، صفحہ ۱۵۸)

۱۲...... عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ تفہیم البخاری، کتاب الاشربہ، جلد ۸، صفحہ ۲۱۳

۱۳...... دلائل النبوۃ، فصل ۲۱، صفحہ ۳۴۵ ۱۴...... دلائل النبوۃ، فصل ۳۰، صفحہ ۵۲۴-۵۲۵

۱۵...... پارہ نمبر ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۷۴ ۱۶...... کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

۱۷...... المواہب اللدنیہ مقصد معجزات/ الانوار المحمدیہ تلخیص المواہب اللدنیہ

۱۸...... پارہ اوّل، سورۂ بقرہ، آیت ۶۰

۱۹...... تفسیر خازن، پارہ اوّل، جلد اوّل، سورۂ بقرہ، آیت ۶۰

۲۰...... پارہ اوّل، سورۂ بقرہ، آیت ۶۰ ۲۱...... کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

۲۲...... پارہ نہم، سورۂ اعراف، آیت ۱۶۰ ۲۳...... کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

۲۴...... رحمۃ للعالمین، حصہ سوم، صفحہ ۱۴۴ ۲۵...... ایضاً، صفحہ ۱۴۸

۲۶...... مدارج النبوۃ، جلد اوّل، صفحہ ۳۳۰ ۲۷...... پارہ اوّل، سورۂ بقرہ، آیت ۷۴

۲۸...... شرح الشفاء للقاری، جلد سوم، صفحہ ۱۵ ۲۹...... نسیم الریاض، جلد سوم، صفحہ ۱۴

۳۰...... جواہر البحار شریف، جلد اوّل، صفحہ ۲۳۷

۳۱...... ایضاً، صفحہ ۵۶۹، فرمودات امام عزالدین بن عبدالسلام وجہ ۱۱

۳۲...... پارہ نہم، سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸

۳۳...... تفسیر کبیر، پارہ نہم، سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸/ جواہر البحار، جلد اوّل، صفحہ ۴۹۳ فرمودات امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ

۳۴...... جواہر البحار شریف، جلد دوم، صفحہ ۲۴۵ ۳۵...... ایضاً، صفحہ ۱۰۳

۳۶...... ایضاً، صفحہ ۶۲

۳۷...... قصیدۂ بردہ شریف، الفصل الثالث فی مدح رسول اللہ ﷺ

۳۸...... پارہ سوم، سورۂ آل عمران، آیت ۸۱ ۳۹...... شرح قصیدۂ بردہ شریف، صفحہ ۴۵

۴۰...... جواہر البحار شریف، جلد سوم، صفحہ ۵۶/ المواہب اللدنیہ، مقصد ۴

۴۱...... ایضاً ۴۲...... الخصائص الصغریٰ، صفحہ ۱۴

۴۳...... فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، صفحہ ۴۰۸

۴۴...... صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، باب شرب البرکۃ والماء المبارک

۴۵...... رحمۃ للعالمین، حصہ سوم، صفحہ ۱۴۸

۴۶......مسندِ امام احمد، جلد اوّل، صفحہ ۲۷۷/طبرانی معجم نصب الرایۃ، جلد سوم، صفحہ ۹۰/ درایۃ للابن حجر، جلد دوم، صفحہ ۳۰

۴۷......البدایۃ والنہایہ، جلد پنجم، صفحہ ۱۹۳ ۴۸......شرح مسند، جلد پنجم، صفحہ ۱۷۷

۴۹......اخبار مکہ، جلد دوم، صفحہ ۵۴

۵۰......مسند امام احمد، جلد چہارم، صفحہ ۳۱۸/سبل الھدیٰ والرشاد، جلد دہم، صفحہ ۴۲

۵۱......بلوغ الامانی فی اسرار الفتح الربانی، جلد ۲۲، صفحہ ۶۷

۵۲......اعلاء السنن، جلد دہم، صفحہ ۲۱۱

۵۳......فتاویٰ حاشیہ بیجوری فقہ شافعی، جلد اوّل، صفحہ ۳۱/ العطایا الاحمدیہ، فتاویٰ نعیمیہ، جلد سوم، صفحہ ۳۴۱

۵۴......فتاویٰ مغنی المحتاج، جلد اوّل، صفحہ ۱۷/ فتاویٰ نعیمیہ، جلد سوم، صفحہ ۳۴۱

۵۵......ایضاً

۵۶......صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام/ جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب ۵۲۲ ۵۷......جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب ۵۲۲

۵۸......تفہیم البخاری، شرح صحیح البخاری، جلد پنجم، صفحہ ۴۵۴

۵۹......راوی کا بیان ہے کہ ''زوراء'' مدینہ کے بازار میں مسجد کے قریب ایک جگہ ہے۔[صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ]

۶۰......صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام/صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ

۶۱......صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، باب شرب البرکۃ والماء المبارک

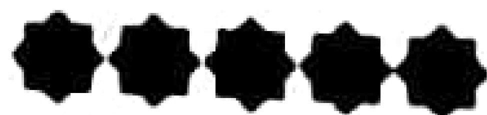
۶۲......صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام/صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ

۶۳......صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام

۶۴......ایضاً

۶۵......زاد المعاد معروف بہ سیرت خیر العباد، جلد دوم، صفحہ ۳۴۱

۶۶......عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ تفہیم البخاری، جلد پنجم، صفحہ ۴۴۷



حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور مسیلمہ پنجاب

ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری

۹ رنومبر ۱۸۷۷ء کا سورج ''نرگس کی طویل نوحہ خوانی پر مہربان ہوا اور سیال کوٹ کی سرزمین سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ایک صالح مرد شیخ نور محمد قادری کے آنگن میں ''دیدہ ور'' پیدا ہوا--- والدین نے نومولود کا نام ''محمد اقبال'' رکھ کر اپنے بختوں کی فیروز مندی کا ثبوت دیا---

تکمیل تعلیم کے بعد محمد اقبال عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں، ''فلسفہ وروحانیت'' کی دنیا کا یہ شخص اعلیٰ ترین صلاحیتوں کے باوجود کامیاب دنیادار بننے کی بجائے عرفان وایقان خودی اور پھر اس کے ابلاغ کو مقصد حیات بنا کر بس اسی کا ہو کر رہ گیا--- اس نے امت مسلمہ کی زبوں حالی کے اسباب کی درست تشخیص اور اس کا ٹھیک علاج بھی دریافت کر لیا تھا--- فلسفیوں کے مختلف مکاتب فکر کے اسالیب کی خوبیوں خامیوں سے آگہی نے حضرت علامہ مرحوم کو قرآن حکیم کا طالب علم بنا دیا--- حضرت اقبال قرآن حکیم سے حاصل شدہ روشنی کو ہی دارین کی فلاح کا ضامن قرار دیتے ہیں---

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ رسا اُن بھیانک خطرات کو بھانپ چکی تھی جو کلیسائی امت کی

بطور امت شکستگی کے اسباب بنے تھے--- اور اس کی ذمہ داری خود کلیسا ہی پر تھی، جس کا کسی دوسرے کو الزام نہیں دیا جا سکتا--- یورپ میں ''کنگ وکلیسا'' کی ملی بھگت نے ''انسانیت'' کی مٹی پلید کر رکھی تھی، علم دشمن اہل کلیسا اپنی بد بودار بوسیدہ دیو مالائی وافسانوی روایات کو ہر چیز سے عزیز تر رکھتے تھے، جس کے باقاعدہ سیاسی ومعاشرتی اسباب تھے--- ان خرافات کا جال بہت مضبوط سمجھا جاتا تھا اور اس میں قید و پابند انسانیت اپنی بے بسی کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر سرنگوں رہی--- ''کنگ وکلیسا'' کی اس گھناؤنی چال کے سامنے ہر کوئی خاموش، گونگی اور بے سمتی کی شکار زندگی بھگت رہا تھا---

فرنگی سامراج نے جب دیگر اقوام کو فتح کرنے اور غلام بنانے کی مہمات تیز سے تیز کر دیں اور مختلف تہذیبوں اور معاشروں کو اپنے ''بے مذہب'' طرز زندگی میں ڈھالنا شروع کیا۔ ان کے تعلیمی ادارے بظاہر محض تعلیم وتدریس کے ادارے تھے مگر برصغیر میں دراصل یہ درس گاہیں بطور خاص اسلامی تہذیب واقدار کی قتل گاہیں تھیں--- حضرت علامہ یورپ میں قیام کے زمانے یہ سب کچھ قریب سے دیکھ کر آئے تھے اور اُن کی ایمان سے لبریز فکر نے یورپ سے واپسی پر جو پیغام دینا ضروری سمجھا وہ یہ تھا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

ہر بڑے آدمی کی طرح حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی مخالفوں اور حاسدوں کے الزامات اور تہمتوں کی زد میں رہے--- الزام دینے والوں کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس حرکت سے خود ان کی اپنی کس قدر بھد اُڑے گی، انہیں تو بس جذبہ حسد کی تسکین کے لیے کچھ نہ کچھ کہہ دینا ہوتا ہے--- لیکن حضرت علامہ کا معاملہ اس باب میں نہایت منفرد اور انتہائی خوب صورت ہے---

جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال (میں بابا جھلے شاہ قصوری کے تتبع میں ''پسرِ اقبال'' نہیں کہوں گا) لکھتے ہیں:

''قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان میں مختصراً اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر استوار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو جو اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان جو اس کا موقف

قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں، تو قدرتی طور پر ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے استحکام کے لیے ایک خطرہ قرار دے گا اور یہ بات اس لیے بھی جائز ہو گی کہ مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا، ان میں ایک بہائیت ہے اور دوسری قادیانیت۔ بہائیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے علانیہ علیحدگی کا رستہ اختیار کرتی ہے لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم ظواہر کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے بیان کے مطابق ''بروز''، ''حلول'' اور ''ظل'' کی اصطلاحات مسلم ایران میں اسلام سے منحرف تحریکوں نے اختراع کیں اور ''مسیح موعود'' کی اصطلاح بھی مسلم دینی شعور کی تخلیق نہیں ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حاکموں کے لیے بہترین راستہ یہی ہے کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیں''---

[ماہنامہ کنز الایمان لاہور، ختم نبوت نمبر، دسمبر ۲۰۰۹ء، صفحہ ۶۳۶-۶۳۵]

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون ''قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان'' پر ۱۴رمئی ۱۹۳۵ء کے روزنامہ اسٹیٹ مین دہلی نے مضمون کے ساتھ اپنی طرف سے تبصرہ لکھا اور اس تبصرے میں کچھ سوالات اٹھائے، جن کا علامہ نے جواب لکھا جو ۱۰رجون ۱۹۳۵ء روزنامہ اسٹیٹ مین دہلی میں شائع ہوا---حضرت حکیم الامت کا جواب مضمون ملاحظہ فرمائیں:

''آپ نے اپنے اداریے میں جو سوال اٹھایا ہے، وہ بڑا ہی اہم ہے اور میں واقعی بہت خوش ہوں کہ آپ نے اسے اٹھایا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اس سوال کو نہیں اٹھایا کیوں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قادیانیوں کی علیحدگی پسندی کی پالیسی (جس پر وہ مذہبی اور سماجی معاملات میں یکسانیت کے ساتھ اس وقت سے کوشاں ہیں جب متقابل رسالت کی بنیادوں پر ایک نئے فرقے کے قیام کا خیال پیدا ہوا) اور اس روش کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کی شدت کے پیش نظر یہ ایک حد تک حکومت کا فرض تھا وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے موقف کی باضابطہ پیش کش کا انتظار کیے بغیر قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین اپنے بنیادی اختلاف پر انتظامیہ کی

حیثیت سے توجہ کرتی۔ میرے ان احساسات کو حکومت کے اس رویے سے بھی تقویت ملی تھی جو اس نے سِکھ فرقہ کے بارے میں اختیار کیا، جسے ۱۹۱۹ء تک انتظامی اعتبار سے علیحدہ سیاسی اکائی تصور نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعد میں اسے یہ حیثیت دی گئی، حالانکہ سکھوں نے اپنے موقف کو باضابطہ طور پر پیش نہیں کیا تھا اور اس کے باوجود کہ لاہور ہائیکورٹ کا فیصلہ یہ تھا کہ سکھ فی الحقیقت ہندو ہیں۔

بہرحال، چوں کہ اب آپ نے یہ سوال اٹھا ہی دیا ہے، لہٰذا میں اس معاملے کے بارے میں چند مشاہدات پیش کروں گا، جو میرے نزدیک انگریزوں اور مسلمانوں دونوں کے نقطۂ نظر سے انتہائی اہم ہیں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ بات بالکل واضح بیان کروں کہ آیا (اور پھر کن حالات یا کس مقام پر) میں کسی فرقے کے مذہبی اختلافات کے بارے میں سرکاری موقف گوارا کرسکتا ہوں۔ میں یہ کہوں گا کہ:

اوّل یہ کہ اسلام درحقیقت ایک دینی جماعت ہے، جس کی حدود واضح طور پر متعین ہے، یعنی محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کا یقین۔ یہی وہ اصول ہے جو بالکل واضح طور پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے اور جس کی بنا پر کوئی بھی فرد یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ فلاں شخص یا گروہ جماعت کا حصہ ہے یا نہیں، مثلاً برہمو مذہب کے پیرو خدا کی ذات پر یقین رکھتے ہیں اور وہ محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر بھی مانتے ہیں لیکن اس کو ہرگز اسلام کا جز و قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ قادیانیوں کی طرح وہ اس نظریے میں یقین رکھتے ہیں کہ پیغمبروں کی معرفت الہامات کا سلسلہ غیر مختتم ہے اور وہ محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ جہاں تک مجھے علم ہے مسلمانوں کے کسی بھی فرقے نے اس حد فاصل سے تجاوز کی جسارت نہیں کی۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو کھلم کھلا مسترد کردیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے واضح طور پر اس کا بھی اعتراف کیا کہ لفظ مسلم کے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے وہ مسلمان نہیں بلکہ ایک نیا فرقہ ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق مذہب کی حیثیت سے اسلام کو خدا نے الہام کیا، لیکن معاشرے یا قوم کی صورت میں اسلام کے وجود کا مکمل انحصار صرف

رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک پر ہے۔ میرے خیال میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ راست بازی سے بہائیوں کی تقلید کرنے لگیں یا پھر وہ اسلام میں ختم نبوت کے بارے میں اپنی توضیحات کو ترک کر کے اس عقیدے پر اس طرح ایمان لے آئے جیسا اس کا منشاء ومراد ہے۔ قادیانیوں کی عیارانہ توضیحات کے پس پشت ان کی یہ خواہش کارفرما ہے کہ وہ سیاسی فوائد کی خاطر اسلام کے دائرے میں شامل رہیں۔

دوم یہ کہ ہمیں عالم اسلام کے بارے میں قادیانیوں کی اپنی پالیسی اور رویے کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ تحریک کے بانی نے اسلام کو [۱] ''سڑا ہوا دودھ'' اور اپنے ماننے والوں کو ''تازہ دودھ'' قرار دیا تھا اور آخر الذکر کو خبردار بھی کیا تھا کہ اوّل الذکر سے نہ گھلیں ملیں۔ علاوہ ازیں وہ بنیادی اصولوں سے منکر ہیں اور اپنے فرقے کو ایک نئے نام (احمدی) سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے نماز کے اجتماعات میں بھی شرکت نہیں کرتے اور شادی بیاہ جیسے معاملات میں مسلمانوں کا سماجی مقاطعہ کرتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس!

ان سب سے بڑھ کر قادیانیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ سارا عالم اسلام کافر ہے۔ مجموعی طور پر یہ تمام امور بلاشبہ قادیانیوں کی جانب سے علیحدگی کے اعلان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یقیناً درج بالا حقائق یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہ اسلام سے اس دوری کی نسبت زیادہ دور ہیں جو سکھوں اور ہندومت میں پائی جاتی ہے، کیوں کہ سکھ، ہندوؤں کے مندروں میں پوجا نہ کرنے کے باوجود ان میں شادیاں تو کر لیتے ہیں۔

---

[۱]...... حضرت علامہ اقبال نے مرزا کادیانی کے فرزند مرزا بشیر الدین کی روایت کو بالمعنی نقل فرمایا ہے، مرزے کا بیان یہ ہے:

''حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے، مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے'' پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا، تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے، کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں''---

[حقیقت الرویاء، صفحہ ۴۶، مطبوعہ: ۱۳۳۶ھ]

سوم، یہ جاننے کے لیے کوئی غیر معمولی ذہانت درکار نہیں کہ مذہبی و سماجی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اپنانے کے باوجود قادیانی فرقہ سیاسی اعتبار سے اسلام کے ساتھ کیوں منسلک رہنا چاہتا ہے۔ قطع نظر ان سیاسی فوائد کے جو سرکاری ملازمت سے متعلق ہیں اور جنہیں وہ اسلام سے منسلک رہ کر حاصل کر لیتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ قادیانی اپنی موجودہ آبادی کے پیش نظر، جو آخری مردم شماری کے مطابق صرف ۵۶ ہزار ہے، ملک کے کسی بھی دستور ساز ادارے میں ایک نشست کے بھی حق دار نہیں۔ لہٰذا وہ ان معانی میں سیاسی اقلیت کے زمرے میں نہیں آتے جس میں آپ نے اس اصطلاح کو استعمال کیا ہے، اور یہ بات کہ اب تک قادیانیوں نے ایک علیحدہ واضح سیاسی یونٹ کی حیثیت دیے جانے کا مطالبہ کیوں نہیں کیا، یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنی موجودہ پوزیشن میں خود کو دستور ساز اداروں میں نمائندگی کا حق دار نہیں پاتے۔ نئے آئین میں ایسی اقلیتوں کے لیے تحفظ کی دفعات موجود ہیں۔ میرے خیال میں یہ واضح ہے کہ الگ حیثیت دیے جانے کے لیے حکومت تک رسائی کے معاملے میں قادیانی فرقہ کبھی پہل نہیں کرے گا۔ جملہ مسلمان اپنے مطالبے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ قادیانیوں کو فی الفور جماعت مصدری سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت فوری طور پر ان کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کرتی تو ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ شک ضرور گزرے گا کہ برطانوی حکومت گویا نئے مذہب کو بچا کر رکھ رہی ہے اور انہیں مسلمانوں سے علیحدہ حیثیت دینے میں اس لیے دیر کر رہی ہے کہ اس کے پیرو تعداد میں بہت کم ہیں اور فی الحال اس صوبے میں ایسی چوتھی اقلیت کا کردار ادا کرنے کے قابل نہیں جو دستور ساز ادارے میں پنجاب کے مسلمانوں کی پہلے ہی برائے نام اکثریت کو مؤثر طور پر نقصان پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے انہیں علیحدہ فرقہ قرار دیے جانے کے باضابطہ مطالبے کا انتظار نہیں کیا تھا، پھر آخر قادیانیوں کے سلسلے میں ایسے باضابطہ مطالبے کا انتظار کیوں کیا جائے؟" ---

[منقول ترجمہ از اقبال نامہ، صفحہ ۵۶۳ تا ۵۶۷]

اس جواب پر مرزے کادیانی کی ذرّیت تلملا اٹھی --- اور حضرت علامہ کے خلاف اپنے اخبارات

ورسائل میں الزامات کا مذموم سلسلہ شروع کر دیا، جس کا حضرت علامہ نے کوئی نوٹس نہیں لیا---
اسی زمانے میں انجمن حمایت اسلام کے ایک کادیانی رکن مرزا یعقوب بیگ والا واقعہ پیش آیا اور کادیانیوں کو علامہ اقبال کے خلاف زہر فشانی کا موقع مل گیا---مگر---جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال کے مطابق ''منیر انکوائری کمیشن'' کے سامنے ایک گواہ نے کہا کہ علامہ محمد اقبال نے مرزا کادیانی سے بیعت کی تھی---وکلاء کی بحث اور جرح کے دوران اُس کا بیان جھوٹا ثابت ہوا---علامہ کی زندگی میں کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ان پر کادیانیت کی تہمت لگاتا---حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے ۱۵، ۱۶ سال بعد ایسی بے سروپا کہانی گھڑی گئی---چناں چہ جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال روایت کرتے ہیں:

''اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ اقبال نے اپنی زندگی کے کسی مرحلہ پر مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی یا قادیانیت کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ان کے والد شیخ نور محمد قادیانی تھے۔ البتہ ان کے بڑے بھائی شیخ عطاء محمد نے اپنے زندگی کے ایک حصہ میں قادیانی مسلک قبول کیا اور کچھ مدت تک جماعت قادیانیہ میں شامل رہے مگر بقول ان کے فرزند شیخ مختار احمد اور دختران عنایت بیگم و وسیمہ بیگم بعد ازاں قادیانیت کو ترک کر کے جماعت سے رشتہ توڑ دیا۔ شیخ عطاء محمد اقبال کی وفات کے تقریباً دو سال بعد ۲۲ ردسمبر ۱۹۴۰ء کو سیالکوٹ میں فوت ہوئے اور انہیں امام صاحب کے معروف قبرستان میں دفنایا گیا۔ ان کے جنازے میں راقم بھی شریک تھا، نماز جنازہ شہر کے ایک سنی امام مولوی سکندر خان نے پڑھائی۔ البتہ شیخ اعجاز احمد اور ان کے چند قادیانی احباب نے غالباً شیخ عطاء محمد کے گزشتہ یا مفروضہ عقیدے کے پیش نظر علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ شیخ عطاء محمد کی اولاد میں صرف شیخ اعجاز احمد قادیانی عقیدہ رکھتے ہیں''---

[ماہنامہ کنز الایمان لاہور، ختم نبوت نمبر، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۴۱]

ایسا شخص جس کی زندگی کے آخری اور اہم سال مرزائیوں کا تعاقب کرتے گزرے، اس کو قادیانی قرار دینا، کادیانی دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے---حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اَن گنت مضامین، مباحث، نظم و نثر میں لکھے گئے شہ پارے، مسیلمہ پنجاب مرزا کادیانی آنجہانی سے نفرت

اوراس فتنے سے مسلمانوں کو بچانے کے منہ بولتے ثبوت ہیں---

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب بنام خان نیاز الدین خاں میں رقم طراز ہیں:

''نبی کریم (علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) کی زیارت مبارک ہو، اِس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے، دوسری رؤیا کا بھی یہی مفہوم ہے، قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تا کہ قلب ''محمدی نسبت'' پیدا کرے، اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معانی بھی آتے ہوں، خلوص ومحبت کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم (علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ ہیں اوراس زمانے کے لوگ بھی اُن کی صحبت سے اُسی طرح مستفیض ہوسکتے ہیں جس طرح صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہوا کرتے تھے۔ لیکن اِس زمانے میں تواس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا، اس واسطے خاموش رہتا ہوں''---

[مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں، صفحہ ۱۰۷، اقبال نامہ از شیخ عطاء اللہ، صفحہ ۵۸۲]

جس ہستی کا عقیدہ اتنا پاکیزہ اور راسخ ہو کہ اپنے محبوب نبی کو زندہ یقین کرتا ہے اور اُن کو آج بھی اُسی طرح فیض رساں سمجھتا ہے جس طرح وہ حضرات صحابہ کرام کے لیے فیض بخش تھے، اس ہستی کے دل ودماغ کی دنیا میں کسی متنبّی کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے---

حضرت قلندر لاہوری مُریدِ رومی اپنے عقیدے کا اظہار یوں بھی کرتے ہیں:

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد   بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ زِاحسانِ خدا است   پردۂ ناموسِ دیں مصطفٰی است

[اسرار ورموز، صفحہ ۱۰۲]

فرنگی استعمار کے زیر اثر بندگان سیم وزر کی قلابازیاں بھی حضرت علامہ سے مخفی نہ تھیں، جن کی ترجیحات میں ''مذہب'' کا کوئی خانہ ہی نہ تھا، اگر کہیں ہوا بھی تو محض بطور وزن بحر، سب سے نیچے، برصغیر میں فرنگی کے گماشتے ہر طبقہ، ہر گروہ اور ہر علاقہ وزبان کے لوگ پیدا ہو چکے تھے۔ فرنگی کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر کے جاگیریں اور خصوصی مراعات حاصل کرنا ان کے نزدیک ''دانائی'' تھا---نوع، نوع کے نظریات جنم پانے لگے، نئے نئے فلسفے بگھارے جانے لگے، دہریت ونیچریت کے دوش بدوش فتنہ انکار فقہ وتقلید جو بڑھتے بڑھتے انکارِ حدیث تک جا پہنچا---

قرآن وحدیث کی من مانی تاویلات اور گمراہ کن تعبیرات عام ہونے لگیں---ردِ شرک وبدعات کے زیرِ عنوان مسلّمات صلحاء وائمہ دین کو جہالت اور کورانہ تقلید قرار دیا جانے لگا---صدیوں سے نسل درنسل راسخ العقیدہ اہل ایمان کی اولادوں کو اپنا آسان شکار بنانے کے لیے بُتوں اور بُت پرستوں کے مُشرک آباؤ اجداد کے بارے میں اُتری قرآنی آیات مبارکہ کو انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور اہل ایمان پر ڈھٹائی سے چسپاں کیا جانے لگا---

مسلمانوں میں فرنگی چالوں کے نتائج میں نئی نئی افکار راہ پا رہی تھیں، نت نئے فتنے اُبھر رہے تھے، علامہ مرحوم مسلمانوں کی بے عملی، سادگی، بھولپن اور شاید حرصِ دنیا دیکھ کر تڑپ اُٹھتے، فتنہ گروں کی دسیسہ کاریوں سے سادہ دل مسلمان کو آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور وہ یہ فرض پوری ذمہ داری سے ادا کر رہے تھے---مسلمانوں کو ان کے سلف صالحین کے عقائد سے ہٹایا جا رہا تھا، عشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو شخصیت پرستی قرار دے کر امت کو نبی سے بے تعلق کرنے کی شورشیں بپا تھیں---کبھی ائمہ دین کو ہدفِ تنقید بنا کر خود اپنی ہی جہالت زدہ فکر کو امام بنانے کے مشورے دیے جا رہے تھے---ان تمام خطرات میں سب سے مہلک اور ایمان کش حربہ، عشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے بے گانگی کی تبلیغ کو "توحیدِ خالص" کے لیبل کے ساتھ پھیلایا جا رہا تھا---فرزندانِ اسلام کو دین ہی کے نام پر مرکزِ دین، جانِ دین اور روحِ دین سے بے گانہ بنایا جا رہا تھا---اقبال کی غیرتِ عشق کیسے گوارا کرتی---وہ پکار اُٹھے:

اے امانت دارِ تہذیبِ کہن   پشت پا بر مسلکِ آباء مزن
از رسالت درجہاں تکوینِ ما   از رسالت دینِ ما آئینِ ما
معنیٔ حرفم کنی تحقیق اگر   بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبی   از خدا محبوب تر گردد نبی

[اسرار ورموز، صفحہ ۹۹-۱۰۱]

اقبال کے عشق غیور میں ہر الزام گوارا ہے مگر غیرتِ عشق، عشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام پر آنچ آئے، یہ ناممکن ہے---اقبال کی پوری زندگی "اے کہ بعد از تو نبوت شد، بہر مفہوم شرک" کی علم بردار رہی---علامہ مرحوم ومغفور کے خطوط ہوں، مضامین یا نظم، ہر جگہ حب نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پاکیزہ جذبہ نمایاں نظر آتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

[اسرار و رموز، صفحہ ۱۹]

یاد عہد مصطفیٰ آید مرا — تاب و تب در سینہ افزاید مرا

[جاوید نامہ، صفحہ ۲۰۵]

قلندرِ لاہوری مرحوم کو اسلامیانِ برصغیر کے ایک عظیم سپوت، عاشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام پروفیسر سید محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۹/ اپریل ۱۸۸۰ء، وصال ۶/ جنوری ۱۹۵۹ء) کی معرکہ آراء تصنیف (جو مرزا کادیانی کے ہذیانات اور اس کے ناپاک دعوے کے رد میں تیغ براں کی شان رکھتی ہے) "قادیانی مذہب" موصول ہوئی تو آپ نے کمال محبت و شیفتگی سے حضرت الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا--- یہ خط ۶/ جون ۱۹۳۶ء کو سپردِ قلم فرمایا، جو درج ذیل ہے:

"آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ کتاب "قادیانی مذہب" اس سے بہت پہلے موصول ہو گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بے شمار لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت کا کام دے گی اور جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے تو یہ ضخیم کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے"---

[اقبال نامہ، صفحہ ۳۰۴]

اسی محسنِ ملت کے نام علامہ کے پانچویں خط ۲۷/ مئی ۱۹۳۷ء کے مندرجات ملاحظہ ہوں:

"آپ کی کتاب، "قادیانی مذہب" کی نئی ایڈیشن، جو آپ نے باکمال عنایت ارسال فرمائی ہے، مجھے مل گئی ہے، جس کے لیے بے انتہا شکر گزار ہوں۔

قادیانی تحریک یا یوں کہیے کہ بانی تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے۔ مسئلہ مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے ازبس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، یہ مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آرین ہے۔ نبوت کا سامی تخیل اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ میری رائے ناقص میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہو گی"---

[اقبال نامہ، صفحہ ۳۰۹]

کلیسائی دسائس کی مجسم شکل وصورت فتنۂ کادیانیت کی دین دشمنی کا ہر جگہ عمل و دخل نظر آتا ہے،

کادیانی چالوں سے آپ ارباب ریاست وکارپرداران سیاست کو آگاہ کرتے رہتے تھے، چنانچہ کشمیر کانفرنس کے حوالے سے جناب سیّد نعیم الحق صاحب کے نام ۹ رفروری ۱۹۳۴ء کو آپ کے انگریزی میں لکھے گئے خط کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''چودھری ظفر اللہ خان کیوں کر اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔ میں اس تمام زحمت کے لیے جو آپ برداشت کر رہے ہیں اور اس تمام ایثار کے لیے جو آپ گوارا فرما رہے ہیں، بے حد ممنون ہوں۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا''---

[اقبال نامہ، صفحہ ۳۱۹]

حکیم الامت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین سے ''کادیانی پریس'' ہندوستانی سیاست دانوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگیا کہ علامہ ''کچھ غلط'' کر رہے ہیں۔ چناں چہ پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اس پراپگنڈے کی زد میں آگئے اور انہوں نے علامہ کے خیالات کو ''ہندوستانی ایکتا'' کے خلاف سمجھ کر ان کے رد میں مضمون لکھا۔ جس کی حضرت مرحوم اقبال قلندر لاہوری نے بڑی تفصیل سے مؤثر انداز میں وضاحت فرمائی، جس سے پنڈت جی سمیت سب کے اندیشے دور ہوگئے۔ اس خط محررہ ۲۱ رجون ۱۹۳۶ء سے صرف ایک سطری جملہ مؤقر جریدہ ماہ نامہ نور الحبیب کے محترم قارئین کی نذر ہے:

''مجھے اس امر میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ احمدی (کادیانی) اسلام اور ہندوستان دونوں ہی کے غدار ہیں''---

[اقبال نامہ، صفحہ ۵۶۸]

قلندر لاہوری مرید رومی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں فرنگی چالوں کے اثرات دیکھ رہے تھے اور ''ہرن کی کھال میں چھپے کتوں'' کو اچھی طرح پہچان چکے تھے، اپنے اس عہد کی ناسازگاری و تیرہ بختی کا شکوہ یوں فرماتے ہیں:

عصرِ من پیغمبرے ہم آفرید   آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید

[کلیات اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد، صفحہ ۸۲۸]

تن پرست و جاہ مست و کم نگہ   اندرونش بے نصیب از لاالہ

در حرم زاد و کلیسا را مرید   پردۂ ناموس مارا بر درید

دامنِ اُو را گرفتن ابلہی است   سینۂ اُو از دلِ روشن تہی است

[کلیات اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد، صفحہ ۸۳۲]

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ برابر اپنا فرض نبھاتے رہے، یہاں تک کہ انہیں ایک حد تک اطمینان سا ہونے لگا کہ جس فتنے (مسیلمہ پنجاب مرزا کادیانی آنجہانی) سے وہ مسلمانوں کو بچانا چاہتے ہیں، مسلمان اس کو سمجھ گئے ہیں۔ وہ اپنے ایک خط بنام علامہ سلمان ندوی ۷/اگست ۱۹۳۶ء کو لکھتے ہیں:

"الحمدللہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے"---

[اقبال نامہ، صفحہ ۱۹۱]

آج ملت اسلامیہ خصوصاً اہل پاکستان جن اندوہ ناک سیاسی، سماجی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور روحانی بحرانوں کا شکار ہیں، یہ ہمہ جہتی انحطاط قوموں کی تباہی کا آخری مرحلہ ہوتا ہے، لیکن:

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

کے مصداق، ابلاغ کے تمام ذرائع سے بدترین اور گمراہ کن بحثوں، پراپگنڈوں اور دانش کے عنوان سے بگھاری جانے والی بدتمیزیوں کے باوجود "احیاءِ امت" کا عمل بھی کسی نہ کسی صورت جاری ہے--- ورنہ بچھڑوں، گدھوں اور بندروں کے بندوں کی دھمکیاں اپنی ابلیسی آرزوؤں سمیت کب سے عملی جامہ پہن چکی ہوتی---

عجم از نغمہ ام آتش بجان است   صدائے من درائے کارواں است

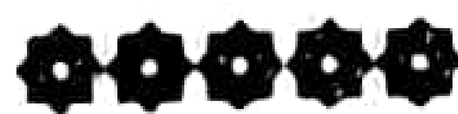
"اہل عجم کی روح میرے نغمات سے جل رہی ہے--- میری آواز مسلمانوں کے پورے قافلے کے لیے جرس کی مانند ہے"---

[پیامِ مشرق، صفحہ ۲۷]

من و مُلّا ز کیشِ دیں دو تیریم   بفرما بر ہدف او خورد یا من؟

"میں اور مُلّا ایک ترکش کے دو تیر ہیں--- آپ فرمائیں کہ نشانے پر وہ پہنچا یا میں؟"---

[ارمغانِ حجاز، صفحہ ۴۹]



شاہ فہد سے استغاثہ

مولانا مقبول احمد مصباحی

صحرائے نجد کے ایک بے توفیق سنگ دل محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی تحریک کی بنیاد خود ساختہ توحید پر رکھی، اس لیے اس کے خیال میں پورے عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان، جو اسلاف سے چلی آرہی سنتوں اور روایتوں پر سختی سے کاربند تھے اور انبیاء، صالحین اور اولیاء وشہداء کے آثار وتبرکات کو نہ صرف باعث تعظیم وتکریم سمجھتے تھے بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت و برکت کا ذریعہ ووسیلہ بھی تصور کرتے تھے، سب کافر و مشرک تھے۔

کیوں کہ وہ اس کی خود ساختہ نئی توحید کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتے تھے۔ چنانچہ غیر اللہ کی تلوار سے اس ظالم نجدی اور اس کے اعوان وانصار نے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، صحابیات مکرمات، تابعین اور تبع تابعین نور اللہ مرقدھم کی قبروں اور ان کی یادگاروں کو انتہائی ظالمانہ اور وحشیانہ طریقے سے نہ صرف منہدم ومسمار کر دیا بلکہ شقاوت قلبی و بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر غلاظتیں ڈلوادیں۔ سنی حجازی (مکہ ومدینہ واطراف) مسلمانوں کی عورتوں کو اپنے فوجیوں اور قبیلوں پر حلال کیا، ان کے بچوں کو تہ تیغ کیا، ان کے مالوں کو لوٹا اور خصوصیت کے ساتھ حرمین شریفین کے در و دیوار، کوچہ وبازار، منبر ومحراب اور مقابر ومساجد غرض کہ کسی بھی جگہ جو کچھ آثار وتبرکات تھے، سب کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا، اب ان میں سے اکثر مقامات کی نشان دہی بھی مشکل ہوگئی ہے۔ یہ ساری قیامت خیز اور مجنونانہ حرکتیں صرف اور صرف اس کی جدید توحیدی ذہنیت کا زہرناک نتیجہ تھیں۔ تاریخ کی کتابیں اس کی ہولناک تفصیلات سے بھری پڑی ہیں، دور جدید میں بھی حجاج کرام اور زائرین حرم برابر اس مکروہ نجدی ذہنیت کا مظاہرہ دیکھتے رہتے ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، رحمت عالمیاں، فخر موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں بھی کوئی عاشق صادق ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو سعودی مطوع فوراً ''حرام، حرام'' کی رٹ لگانا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کسی مبارک ومقدس مقام پر حجاج وزائرین کو استغاثہ وتوسل

کی اجازت نہیں ۔ ہر جگہ نجدی ایجنٹوں کو شرک و بدعت کا آزار ستا تا رہتا ہے، گویا مطوع کی فوج حجاج کی خدمت کے لیے نہیں بلکہ انہیں مقامات مقدسہ سے تبرک وتوسل سے روکنے کے لیے لگائی جاتی ہے ۔ اسی سلسلے کی گھناؤنی کڑی قصیدۂ بردہ شریف، دلائل الخیرات شریف اور امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نیز دیگر علماء اہل سنت کی باطل سوز، وہابیت شکن اور ایمان افروز کتابوں پر پابندی کی ہے۔

''خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے'' کے مصداق سعودی نجدی عقل سلیم کی دولت سے بھی محروم ہو چکے ہیں ۔ چنانچہ چند برسوں پہلے بھی سعودی حکمران حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدۂ محترمہ سرور کائنات ﷺ کے مزار مقدس کو تہس نہس کر کے اپنی شقاوت قلبی اور بد بختی کا مظاہرہ کر چکے ہیں اور ابھی حال ہی میں UNN کی رپورٹ کے مطابق رسول مقبول، فخر کائنات حبیب خدا ﷺ کے مولد پاک کو بھی اپنے ظلم و بربریت کے بلڈوزروں کا نشانہ بنانے کا مکمل طور پر تہیہ کر لیا گیا ہے اور اس کا باضابطہ اعلان بھی کیا جا چکا ہے، جس کی وجہ سے پورے عالم اسلام کے اندر بے چینی اور اضطراب کی شدید لہر دوڑ گئی ہے۔

نجدی حکومت نے اہل بیت وصحابہ کرام کے ساتھ جو ظلم روا رکھا کاش کہ وہ اپنے لیے بھی وہی پیمانہ اپناتے، مگر افسوس کہ وہ اس پر قائم نہیں رہ سکے ۔ علامہ ارشد القادری اور علامہ مشتاق احمد نظامی علیہما الرحمہ نے وہابی مذہب کا جو تضاد اپنی کتابوں میں عیاں کیا تھا، وہی تضاد آج شاہ فہد کے معاملے میں بھی وہابی مذہب کے حوالے سے نظر آ رہا ہے ۔ چنانچہ شمارہ ۵، اگست ۲۰۰۵ء، اردو ٹائمز کے صفحہ نمبر ۲ پر شاہ فہد کی قبر کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے، جس میں سعودی حضرات شاہ فہد کی قبر کے مواجہہ میں کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر بڑے ادب کے ساتھ فاتحہ پڑھ رہے ہیں ۔ یہ خون چکاں اور لرزہ خیز منظر دیکھ کر میرا سر چکرانے لگا اور سوچنے لگا کہ اپنے اور غیر میں اس قدر فرق ہوتا ہے؟

بات جب اپنے خاندان، ملک وقوم اور فرماں روا کی ہو تو فوراً قبر پر جانا، قبر کے سامنے قیام کرنا، قبر کے مواجہہ میں ہاتھ اٹھانا، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، فاتحہ پڑھنا، اپنی دعا سے میت کو فائدہ پہنچنے کا عقیدہ رکھنا اور قبر میں شاہ فہد صاحب کا زندہ ہونا، سب کچھ جائز ہو گیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایک لمحہ کے لیے لی گئی تصویر میں صرف چند لوگوں کی صورتیں ہی نظر آ سکتی ہیں، ورنہ حقیقت میں سعودی آبادی کی اکثریت نے اس شرک وبدعت کا ارتکاب کیا ہوگا ۔ شاہ فہد کی قبر پر بحالت قیام میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے والوں نے اپنے بادشاہ سے پس مرگ کیا مانگا اور ان کو رب قدیر کی بارگاہ میں کس طرح پیش کیا، یہ تو فاتحہ پڑھنے والے ہی بتائیں گے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ شاہ فہد کی قبر کو تقریباً ایک فٹ یا اس سے زائد بلند رکھا گیا ہے، جیسا کہ تصویر میں صاف دکھائی دیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ دونوں طرف پتھر بھی نصب کیے گئے ہیں، جن کی بلندی بھی ہر حال میں ایک فٹ سے زائد ہے، جب کہ وہابی مذہب میں یہی وہ ناقابل معافی مشرکانہ جرم ہے، جس کا سہارا لے کر سیکڑوں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی قبروں کو سعودی ظالموں نے تاراج کر دیا اور انھیں زمین سے اس طرح پیوست کر دیا گیا کہ ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔

ولادت گاہِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹانا نسبت رسول کی توہین ہے

یہ احتجاجی مراسلہ ۲ر اکتوبر ۲۰۰۵ء کو مولانا بدر القادری صدر کانفرنس نے پڑھ کر سنایا، جس کی تمام مندوبین نے تائید کی

امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس، سعودی عرب حکومت کے اس ارادہ کا پرزور طریقہ سے رد کرتی ہے، جو اس نے حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت گاہ کو مٹا کر وہاں ہوٹل اور پارکنگ یا بزنس کمپلیکس بنانے کا ماسٹر پلان تیار کیا ہے۔

یہ خبر دنیا بھر کے خوش عقیدہ مسلمانوں کے لیے باعث اذیت ہے کہ زمین کا وہ مقدس حصہ جہاں باعثِ تخلیق عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

زمین کے جس مبارک حصہ پر رسولوں کا امام، نبیوں کا سردار پیدا ہوا، وہ خطۂ پاک یقیناً تمام انبیاء و مرسلین، مقربان حق کی ولادت گاہوں سے مقام و مرتبہ میں بلند و اعلیٰ ہے اور انسانی دنیا کی سعادت مندی ہوگی کہ اس ''مقام شریف'' کی عظمت شان کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کی جائے، اس کے تقدس کا لحاظ کرتے ہوئے اسے خصوصی طور پر محفوظ کیا جائے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے مرجع عقیدت و محبت کے آثار شریفہ کو دنیا کی عظیم ترین تاریخی حیثیت سے نمایاں رکھا جائے، پوری دنیا کا کون سا ایسا مسلمان ہے جو شعائر اللہ کی عظمت سے ناواقف ہے۔

مکہ معظمہ میں صفا و مروہ نامی پہاڑیاں سیدہ ہاجر علیہا السلام کے قدموں کی برکت پاکر شعائر اللہ بن گئیں اور ربِّ قدیر نے ان کی عظمت کا اعلان اپنے قرآن کے ذریعے فرمایا:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾---[البقرة:۱۵۸]

خدائے ذوالجلال کے نام پر قربانی کی نیت سے خاص کیے ہوئے جانور ''شعائر اللہ'' ہیں:

﴿وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾---[الحج:۳۲]

اور عین کعبہ معظمہ کے جوار میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدموں کا نشان رکھنے والا پتھر اللہ تعالیٰ کے حضور اتنا معظم ہے کہ طواف کعبہ کی سعادت سے مشرف ہونے والوں کے لیے ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی﴾---[البقرہ:۱۲۵]

''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کے مقام کو نماز کی جگہ بناؤ''---

ارکان حج اور ایام حج، ہر ایک کی تاریخی بنیادوں پر غور کیا جائے تو کسی جگہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نظر آتے ہیں تو کہیں اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور کوئی گوشۂ زمین سیدہ ہاجر کی نسبت سے فیض یاب ہے۔ گویا اسلام کے ایک عظیم رکن حج کے کل کے کل ارکان اللہ تعالیٰ کے چند برگزیدہ بندوں کی یادگاروں کے گرداگرد گھوم رہے ہیں اور انہی مبارک ایام سے ملحق عید الاضحیٰ بھی حضرات خلیل و ذبیح علیہما السلام کے نورانی واقعہ کا صدقہ اور طفیل ہے اور اہل اسلام کا کوئی گروہ اس بات سے مجال انکار نہیں کر سکتا کہ حج و عمرہ اور عید اضحیٰ رب کائنات کے چند بندوں کی یادگار ہیں۔ قربانی کے متعلق ہر مسلمان کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

سنة ابیکم ابراهیم---

''یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے''---

یہ منصوص حقائق دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ سبق دیتے ہیں کہ نبیوں، رسولوں اور ان کے آل اور اہل خانہ سے متعلق ہو کر ایام، اوقات، مقامات اور اشیاء مقدس بن جاتی ہیں اور ان کا ادب و احترام تقویٰ اور پرہیزگاری کی علامت ہیں۔

''بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے''---

مولد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانان عالم کے لیے ہر دور اور ہر زمانے میں قابل احترام اور موجب تعظیم رہا ہے، جس حصۂ زمین پر حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح اللہ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، شب معراج حضور خاتم پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ بیت اللحم میں اتر کر نماز ادا کریں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور آپ نے نماز ادا فرمائی۔ بیت اللحم کو یہ اعزاز و فضیلت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ولادت گاہ ہونے کے باعث حاصل ہوئی، جیسا کہ سنن نسائی میں مروی ہے۔

خانوادۂ سعودیہ کے جد اعلیٰ سے تعلق رکھنے والا نجد (موجودہ ریاض) کا قلعہ، جس کی تاریخ کو ایک صدی سے زیادہ کا زمانہ نہیں گزرا، اس خاندان اور ماننے والوں کے نزدیک کتنی اہمیت حاصل ہے، صرف اس لیے کہ وہ قلعہ ان کے آباء و اجداد کی پرانی نشانی ہے، یہی نہیں بلکہ شاہ سعود کا استعمال کرتا اور خنجر نہایت اہمیت اور تعظیم سے لندن میں سعودی حکومت کی جانب سے منعقدہ نمائش ''ریاض یسٹرڈے، ٹوڈے'' Riyadh Yesterday And Today کے اندر شیشے کی محفوظ الماری میں راقم الحروف نے خود دیکھا ہے۔

ساری دنیا کے مسلمان اہل عقیدت ومحبت جن کی جان اور ایمان، نسبت رسول ﷺ سے قائم ہے، سعودی حکمرانوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تمھیں سارا شرک اور ساری بدعت رسول رحمت ﷺ کی تعظیم وتکریم میں نظر آتی ہے۔ تم اپنے باپوں، داداؤں کے کرتے، پاجامے سنبھال کر رکھو تو کوئی شرک نہیں اور مسلمان رسول رحمت باعث تخلیق دو عالم ﷺ کے آثار مبارکہ، حضور کی ولادت گاہ کو احترام اور عقیدت سے دیکھیں تو حرام ہو جائے، یہ دین ومذہب تمہارا ہوگا، ہمارا نہیں۔

خبردار! سعودی حکومت حرمین طیبین کے مقامات مقدسات کو اپنی جائیداد اور پراپرٹی سمجھ کر ان میں من مانے تصرفات سے باز آئے اور حضور اقدس ﷺ کی ''ولادت گاہ'' کو کم از کم موجودہ لائبریری کی جس شکل میں ہے، رہنے دے، تا کہ دنیا بھر کے مشتاقان آثارِ رسول اس کی زیارت کر کے اپنے آقا ومولی ﷺ کی ولادت مبارکہ کی تاریخی جگہ کا دیدار کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں اور اس مقدس مکان کو دیکھ کر قلبی سکون حاصل کر سکیں کہ دنیا کو رحمتوں، برکتوں سے مالا مال فرمانے والا رسول اسی مکان میں تولد پذیر ہوا تھا۔

دیکھے سورج کو، مری آنکھ کو یہ تاب کہاں — خاک کے ذرّوں کا کچھ نور ہی دیکھا جائے
ان کے دیدار کے قابل تو نہیں ہے یہ نظر — جلوۂ طور نہیں، طور ہی دیکھا جائے

آج کی کانفرنس سعودی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ ''ولادت گاہ رسول'' کو مسمار کر کے اس کے تقدس کو ہرگز پامال نہ کیا جائے بلکہ اسے بعینہٖ لائبریری کی شکل میں باقی رکھا جائے تا کہ دنیا بھر کے زائرین اس سے فیض یاب ہو سکیں۔

نقلی قرآن کے خلاف احتجاج

یہ امام اعظم ابو حنیفہ کانفرنس، نقلی قرآن کی اشاعت کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کھلم کھلا مخالفت کرتی ہے اور جو لوگ مسلمانوں کے صبر وتحمل کا امتحان لینا چاہتے ہیں انھیں اپنی حرکتوں سے باز آ جانا چاہیے۔

اس کتاب کا نام ''الفرقان الحق'' THE TRUE FURQAN ہے، آج مسلم دنیا میں عام طور سے اس کو نقلی قرآن کے نام سے شہرت مل چکی ہے۔ یہ کتاب امریکہ کے ''ایوانجیلی'' ادارہ سے تعلق رکھنے والے پروجیکٹ اومیگا ۲۰۰۱ء کے تحت شائع ہوئی۔ اس کتاب کو اربوں ڈالر کی لاگت سے چھاپ کر دنیا کے سو ملکوں میں پھیلانے کا پروگرام اومیگا پروجیکٹ کے کارپرداز مسیحی انتہا پسندوں نے بنایا ہے تا کہ اس کے ذریعہ مسیحیت کا پرچار کر سکیں۔ پروجیکٹ اومیگا ۲۰۰۱ء نے اپنی طرف سے جو کتاب کا نام دیا وہ یہ ہے:

اکیسویں صدی کا قرآن --- الفرقان الحق

پروجیکٹ اومیگا کے ذمہ داروں نے اسلام کے خلاف زہر افشانی کے لیے ''الفرقان الحق'' کو اپنی

بارہ کتابوں کی سیریز کا ایک حصہ قرار دیا ہے، یہ دراصل انجیل کی تعلیمات پر مشتمل ایک مستقل کتاب ہے، جسے قرآن کے اسلوب میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

''الفرقان الحق'' میں ۷۷ سورتیں بنا کر لکھی گئی ہیں، ایک سورہ کا نام ''الفاتحہ'' ایک ''الجان'' اسی طرح ایک سورہ ''الانجیل'' کے نام سے ہے۔ اس کتاب میں ہر سورہ سے پہلے بسم اللہ نہیں ہے بلکہ ایک لمبا جملہ ہے، جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''اس باپ کے نام سے جو برحق روح، ایک خالق اور برحق رب ہے''---

اس کتاب کا مکمل آپریشن تو علماء اسلام کے ہاتھوں تک پہنچنے کے بعد ہی ممکن ہے، مگر جو بات تاہنوز ظاہر ہو چکی ہے ان میں سے کئی ایسی ہیں جو برملا اسلامی عقائد کے خلاف ہیں۔ مثلاً ایک جملہ کا مطلب یہ ہے:

''ایک سے زیادہ بیوی رکھنا حرام اور طلاق دینا ناجائز ہے''---

ایک جملہ میں یوں ہے:

''یہ کتاب بتاتی ہے کہ جہاد حرام ہے''---وغیرہ وغیرہ

۳۶۶ رصفحات کی ضخامت والی اس کتاب کے لاکھوں نسخے عربی، انگلش اور عبرانی میں طبع کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف اور ناشرین کے نام المہدی اور الصفی ظاہر ہوتے ہیں، جو خود کو عرب نژاد مسیحی بتاتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مصنف انیش شروش نامی امریکی رائٹر ہے، جس نے اسلام کے خلاف کئی اور کتابیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب سب سے پہلے فرانس میں مسلم اور عرب ممالک کے سفراء کی میزوں پر پہنچائی گئی، پھر کویت، سعودی عرب کو ملی۔ ۲۰ راپریل ۲۰۰۵ء کو یہ کتاب BBC لندن کو موصول ہوئی۔ ۱۰ رمئی کو یہ کتاب یروشلم اور فلسطین میں پہنچی۔

کتاب کا مصنف اپنی اس کتاب کو سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۸ ﴿قل لئن اجتمعت الانس و الجن علٰی ان یاتوا بمثل هذا...... ظهیرا ۝﴾ کے چیلنج کا جواب قرار دیتا ہے۔ بہر حال ہر لحاظ سے یہ کتاب نہ صرف مسلم آزار ہے بلکہ عالم اسلام کو جذباتی بنانے کی ایک سازش ہے۔

افسوس ناک رخ یہ ہے کہ درجنوں مسلم اور عرب ممالک کویت، عراق، مصر اور عرب امارات وغیرہ میں یہ کتاب فروخت بھی ہو رہی ہے اور تقسیم بھی کی جا رہی ہے، حتیٰ کہ پاکستان حکومت نے اب تک اپنے ملک میں اس پر پابندی عائد نہیں کی، جب کہ ہندوستان گورنمنٹ نے اس کتاب پر پابندی عائد کر دی ہے۔ ہم اس کانفرنس کے ذریعہ اس کتاب اور اس جیسی تمام فتنہ پرداز تحریروں پر پابندی کا مطالبہ کرتے ہیں۔



امام مہدی کب ظاہر ہوں گے؟
اور
قیامت کب آئے گی؟

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ قیامت کب آئے گی اور امام مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کب ہوگی، اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے رسول ﷺ۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾---

''اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے''---

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے، جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سنہ ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ ''الکشف عن تجاوز ھذہ الامامۃ بالالف '' لکھا، اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت، اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں، مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

حدیث شریف میں ہے:

''دنیا کی عمر سات دن ہے، میں اس کے پچھلے دن میں مبعوث ہوا''---

دوسری حدیث میں ہے:

''میں امید کرتا ہوں کہ میری امت کو خدائے تعالیٰ نصف دن اور عنایت فرمائے''---

ان حدیثوں سے امت کی عمر پندرہ سو برس ثابت ہوئی۔

﴿اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ o﴾---

''تیرے رب کے یہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے''---

ان حدیثوں سے جو مستفاد ہوا، اس میں وہ توقیت کے منافی نہیں جو اس علم سے میرے خیال میں آئی ہے، کیوں کہ یہاں حضور سرور عالم ﷺ کی طرف سے اپنے رب عز جلالہ سے استدعا ہے، آئندہ انعام الٰہی وہ جس قدر زیادہ عمر عطا فرمائے، جیسے جنگ بدر میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ کو تین ہزار فرشتے مدد کے لیے آنے کی امید دلائی کہ:

﴿اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ o﴾---

''کیا تمھیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے''---

اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں کا اضافہ فرمایا کہ:

﴿بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ یُمْدِدْكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ o﴾---

''کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویت پر رہو اور کافر ابھی کے ابھی تم پر آئیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا''---

عرض

حضور نے (علم) جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد

ہاں (اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا) آم کھایئے پیڑ نہ گنیے۔ (پھر خود ہی ارشاد ہوا) کہ

میں نے یہ دونوں وقت (۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا بڑھنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ﷺ کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔ اللہ اکبر! کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اوّل عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر ﷺ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ آخر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے، رموز میں سب کا مختصر ذکر فرما دیا۔ ان کے زمانے کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرما دیے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اسی تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایقظ فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ:

لَا اَقُوْلُ اَیْقَظُ الْھِجْرِیَّۃ بَلْ اَیْقَظُ الْجَفَرِیَّۃ---

میں نے اس ایقظ جفری کا جو حساب کیا تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور انھیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ ظہور امام مہدی کے اخذ کیے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

اذا دار الزمان علی حروف
بسم اللّٰہ فالمھدی قاما
و یخرج فی الحطیم عقیب صوم
الا فاقراہ من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرما دیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر:

اذا دخل السین فی الشین، ظھر قبر محی الدین

''جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی''---

سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے۔ سلطان نے وہاں قبہ بنوا دیا جو زیارت گاہ عام ہے۔

(پھر فرمایا) چند جداول ۲۸-۲۸ خانوں کی آپ نے تحریر فرما دی ہیں، جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی چھوڑ دیے، اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے؟

[ملفوظات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، صفحہ ۱۲۱]

